ماہنامہ
جہدِحق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

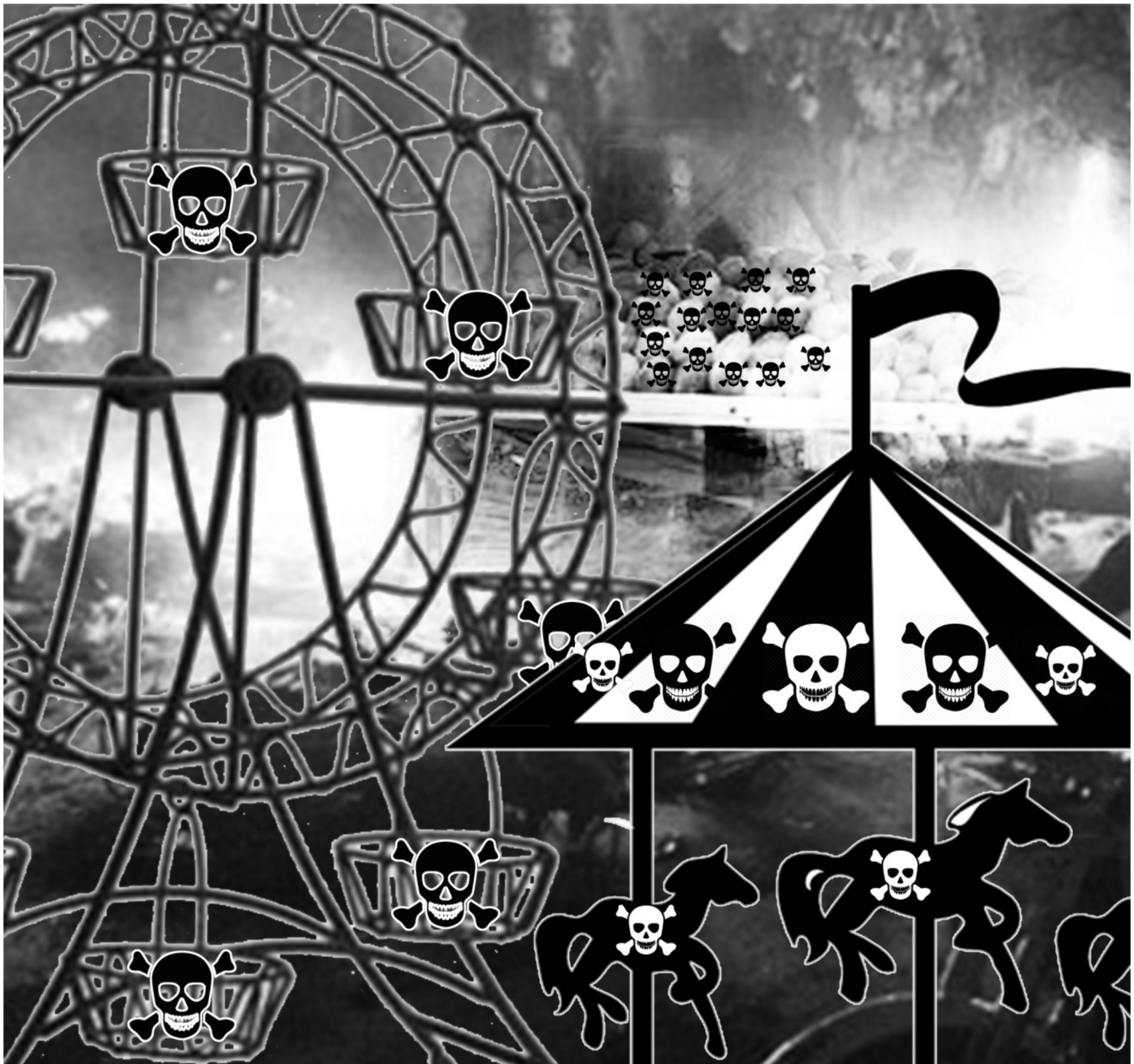

دہشت گردی کا نشانہ زیادہ تر عورتیں، بچے اور اقلیتیں ہی کیوں؟

پی آئی اے کے ملازم کی ہلاکت قابل مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے تشدد کے نتیجے میں پاکستان انٹرنیشنل ایئرلائن (پی آئی اے) کے ایک ملازم کی ہلاکت اور دیگر چار افراد کے زخمی ہونے پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے جو پی آئی کی نجکاری کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔

منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ایچ آرسی پی فائرنگ کے واقعے میں پی آئی اے کے ملازم کی ہلاکت کی مذمت کرتا ہے۔ صبح کے وقت ٹی وی پر دکھائی جانے والی فوٹیج میں یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ جب مظاہرین نے ایئرپورٹ کی طرف جانا شروع کیا تو پولیس اور رینجرز کے اہلکاروں نے ان کے خلاف لاٹھیوں، واٹرکینن اور آنسو گیس کا استعمال کیا۔

''ہر شہری کو پرامن احتجاج کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ پی آئی کے ملازمین نے پی آئی اے کی مجوزہ نجکاری کے حوالے سے اپنے خدشات کا کئی مرتبہ اظہار کیا تھا۔ یہ امر باعث تشویش ہے کہ منگل کے روز ملازمین پر گولیاں چلائی گئیں۔ آیا یہ طاقت کا مناسب استعمال تھا یا نہیں یہ ایک الگ بحث ہے، اور اس نقطے کی عدالتی تحقیقات کرانا ضروری ہے۔ اب قانون نافذ کرنے والے ادارے اور موقع پر موجود اہلکار یہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے آتش گیر اسلحہ استعمال نہیں کیا۔ سندھ رینجرز کا کہنا ہے کہ پیراملٹری فورس نے کوئی گولی نہیں چلائی اور ایک اعلیٰ پولیس افسر کا یہ کہنا ہے کہ انہیں ملازمین پر گولی چلانے یا ان پر تشدد کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

ایچ آرسی پی تشدد کے نتیجے میں ہونے والی ہلاکت کی شدید مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ ذمہ داران کا سراغ لگانے اور انہیں انصاف کے کٹہرے میں لانے کے لیے اعلیٰ عدلیہ کے جج کے ذریعے فوری اور قابل بھروسہ تحقیقات کی جائیں۔

معاملے کو اس طریقے سے نبٹانا بہتر تھا کہ جس سے سڑکوں پر احتجاجی مظاہروں کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ ایچ آرسی پی کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس معاملے کو فوری اور پرامن انداز سے حل کرنے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع استعمال کیے جائیں اور پی آئی اے کے ملازمین کے تحفظات کا ازالہ کیا جائے۔ ایئرلائن اور دیگر سرکاری اداروں کی بلا سوچے سمجھے نجکاری کے عمل کی مخالفت صرف متعلقہ ملازمین ہی نہیں بلکہ نامور خودمختار معاشی ماہرین بھی کر رہے ہیں۔ بہرحال، یہ یقینی بنانے کی تمام کوششیں کی جائیں کہ اختلافات مزید تشدد یا کشیدگی کا سبب نہ بنیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 02 فروری 2016]

فہرست

ایچ آرسی پی کی جاری کردہ پریس ریلیز	5
پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی پر مشاورت کا اہتمام	6
تھر کے کثیر جہتی مسائل	7
تعلیم	9
عورتیں	11
اقلیتیں	13
سکیورٹی کو درپیش خطرات کا ازالہ	15
ترقی غیر ہم آہنگی کو فروغ دے رہی ہے	17
انتخابات کو جمہوری بنائیں	23
انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس	25
تضحیک مذہب قوانین	37
قانون نافذ کرنے والے ادارے	38
خودکشی کے واقعات	39
اقدام خودکشی	44
بچے	47
صحت	48
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	49
جنسی تشدد کے واقعات	49
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی پر مشاورت کا اہتمام

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لئے میر پور خاص اور حیدر آباد میں دو مشاورتی تقاریب کا اہتمام کیا جن میں وکلاء، طلباء وطالبات، کاشتکاروں اور انسانی حقوق کے کارکنوں سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی اور اظہار خیال کیا۔ ذیل میں تقاریب کی کارروائی بیان کی گئی ہے۔

میرپور خاص 22 دسمبر، 2015

ڈاکٹر اشو تھاما

کوآرڈینیٹر، ایچ آر سی پی، (حیدرآباد ٹاسک فورس)

آپ سب کا نہایت شکریہ کہ آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر یہاں تشریف لائے تاکہ ملک کو درپیش مسائل کو زیر بحث لایا جا سکے۔ ہماری آج کی رقریب کا مقصد پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کی کارکردگی کا جائزہ لینا ہے۔ ہمیں اس بات پر بھی زور دینا چاہئے کہ شہریوں اور ان کے منتخب نمائندوں کے ساتھ رابطہ سازی نہ ٹوٹنے پائے۔ شہریوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ منتخب نمائندوں کے پاس اپنے مسائل لے کر جائیں اور انہیں اپنے مسائل سے آگاہ کریں اور نمائندوں کا بھی یہ قانونی و آئینی فریضہ ہے کہ وہ اپنے حلقہ کے شہریوں کے ساتھ تعاون کریں۔ نمائندے اس بات کے پابند ہیں کہ وہ مجالس قانون ساز کے اندر اور باہر فیصلے لیتے وقت پاکستان کے شہریوں کے مفادات کو سامنے رکھیں۔

عبدالوحید جیلانی

(معروف سماجی کارکن)

اگر اراکین پارلیمان اور عوام مل کر ٹھوس حکمت عملی اپنائیں تو عوام کو غربت کے دائرے سے نکالا جا سکتا ہے اور ہم بھی ترقی یافتہ اقوام کی طرح ترقی وخوشحالی کے راستے پر گامزن ہوسکتے ہیں۔ اس حوالے سے سب سے پہلا قدم درست ترجیحات کا تعین ہے۔ ہمارے ملک کو اس وقت بنیادی زرعی و صنعتی اصلاحات کی ضرورت ہے جو کہ صرف پارلیمان اور صوبائی اسمبلیاں ہی کرسکتی ہیں۔ اس لئے اراکین پارلیمان کو چاہئے کہ وہ متفقہ طور پر ایک جامع حکمت عملی مرتب کریں اور اصلاحات کے حق میں قانون سازی کو یقینی بنائیں۔

عبدالرزاق (سماجی کارکن)

میں ایچ آر سی پی کا نہایت مشکور ہوں کہ انہوں نے اس اہم موضوع پر مشاورت کا انعقاد کیا ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان کے عوام کو ان کے بنیادی حقوق تک رسائی نہیں ہے اور اراکین پارلیمان کی کارکردگی مایوس کن ہے۔ جمہوری ممالک میں حکومتیں اور پارلیمان عوام کی فلاح و بہبود پر توجہ دیتی ہیں اور ریاست کی پہلی ترجیح لوگوں کی ضروریات ہوتی ہے۔ مگر ہمارے ہاں حکومتیں اور قانون ساز اسمبلیوں کے اراکین شہریوں کی خود مختاری کو یقینی بنانے کے لئے کسی قسم کے اقدامات نہیں کررہے۔ اراکین پارلیمان کو چاہئے کہ وہ عوام دوست قوانین بنائیں اور بعد ازاں ان کے نفاذ کو یقینی بنائیں۔

> پاکستان میں غیر جمہوری طاقتیں تمام قومی پالیسیوں اور اہم فیصلوں پر اثر انداز ہورہی ہیں اور یہ سب کچھ وہ اپنے مفادات کے لئے کررہی ہیں۔ جب سے پاکستان قائم ہوا ہے اس پر زیادہ عرصہ فوج کی حکومت رہی ہے جس کی بدولت یہاں جمہوریت مستحکم نہیں ہوسکی۔

غفار نار یجو ایڈووکیٹ

سب سے پہلے ہمیں نچلی سطح پر لوگوں کی حالت زار دیکھنے کی ضرورت ہے۔ عام آدمی ہر قسم کی سہولت سے محروم ہے اور اسے کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں جو ایک پریشان کن بات ہے۔ ہمارے سیاست دان مالدار ہیں اور وہ انتخابی مہم پر بہت زیادہ اخراجات کرتے ہیں جس کی بدولت انتخابات کے بعد وہ عوام کی فلاح و بہبود کی بجائے اپنے معاشی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے سیاست دانوں میں سیاسی شعور کی بھی کمی ہے جس کی وجہ سے وہ اسمبلیوں میں بہتر سیاست نہیں کرپاتے۔ ہمارے مشاہدے میں کبھی نہیں آیا کہ کبھی پارلیمان یا کسی صوبائی اسمبلی نے عوام دوست قانون سازی کی ہو۔ پاکستان نے انسانی حقوق کے متعدد بین الاقوامی معاہدوں پر دستخط کر رکھے ہیں مگر ہماری پارلیمان ان کے نفاذ کے لئے کچھ نہیں کررہی۔ ہمارے ہاں نظم و نسق کی صورتحال بھی بہت خراب ہے۔ ان تمام مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

کانجی بھیل ایڈووکیٹ

(ایچ آر سی پی کونسل رکن)

پاکستان میں غیر جمہوری طاقتیں تمام قومی پالیسیوں اور اہم فیصلوں پر اثر انداز ہورہی ہیں اور یہ سب کچھ وہ اپنے مفادات کے لئے کررہی ہیں۔ جب سے پاکستان قائم ہوا ہے اس پر زیادہ عرصہ فوج کی حکومت رہی ہے جس کی بدولت یہاں جمہوریت مستحکم نہیں ہوسکی۔ علاوہ ازیں اسٹیبلشمنٹ ملک کی جغرافیائی حدود کے تحفظ کی بجائے اندرونی نظم و نسق کنٹرول کرنے پر توجہ دے رہی ہے جو ایک غیر جمہوری قدم ہے۔ ہمارے سیاست دان سیاسی تعلیم سے محروم ہیں۔ ہمارے منتخب نمائندوں کو سیاسی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ اسمبلی میں عوام دوست قوانین کے لئے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرسکیں۔

عبدالحمید چنہ (سماجی کارکن)

ہمارے ہاں جمہوری نظام تو موجود ہے مگر جمہوری اقدار پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ اسمبلیوں پر چند خاندان براجمان ہیں۔ پاکستان کو وہ رہنما چاہئیں جو عوام میں سے ہوں۔ مطلب یہ کہ وہ نچلی سطح سے ہوں۔ پارلیمان عموماً عوام کے مفاد کی بجائے جاگیرداروں اور صنعتکاروں کے مفاد کو سامنے رکھ کر قانون سازی کرتی ہے جو افسوس ناک بات ہے۔ پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں کو چاہئے کہ وہ عوام کے حقوق و ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے قانون سازی کریں اور پھر ان قوانین کے نفاذ کو بھی یقینی بنائیں۔

ممتاز جرور ایڈووکیٹ

میں اس امر پر مکمل اتفاق ہے کہ ہمارے منتخب نمائندے قانون سازی کی تعلیم و تربیت سے بے خبر ہیں جس کی بدولت وہ بہتر قانون سازی نہیں کرپاتے۔ ملک میں ناخواندگی کی شرح بھی بہت زیادہ ہے اور عوام کی بہت بڑی تعداد بھی سیاسی تعلیم سے محروم ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے حقیقی نمائندے منتخب کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ ملک کے سیاسی نمائندے منتخب ہونے کے بعد کبھی اپنے علاقے کا دورہ نہیں کرتے اور اپنے حلقے کے لوگوں سے رابطہ نہیں رکھتے جو کہ قابل مذمت بات ہے۔

مسعود سان (سندھ یونائٹڈ پارٹی)

پاکستان 1947ء میں قائم ہوا مگر اس کا پہلا جمہوری آئین 1973ء میں مرتب ہوا۔ 1973ء کے آئین کی روح سے یہ ملک مذہبی نوعیت کا ملک نہیں تھا۔ ہمارا آئین بہتر تھا مگر اسے نافذ نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے مسائل جنم لے رہے ہیں۔ ایک بڑی خرابی یہ ہوئی کہ آئین کو مسخ کردیا گیا۔

اس مشاورت میں مسٹر ولی محمد، عبدالحسن نوندانی ایڈووکیٹ، بودو خان اور صلاح الدین نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

تھر کے کثیر جہتی مسائل

آئی۔اے۔رحمٰن

تھر کے لوگوں کی حالت زار گزشتہ کئی دنوں سے عوامی بحث و مباحثے کا موضوع بنی ہوئی ہے مگر اس کے اسباب جاننے یا موثر تلافیوں کی تلاش کی بامعنی کوشش کے کوئی شواہد نظر نہیں آتے۔

جیسا کہ گزشتہ کئی برسوں سے ہو رہا ہے، تھر ایک بار پھر ذرائع ابلاغ کی توجہ کی زینت بن رہا ہے کیونکہ رواں برس کے آغاز سے اب تک متعدد بچے جاں بحق ہو گئے ہیں اور حسب معمول انتہائی سادہ تجزیے پیش کئے جا رہے ہیں۔ تھر کی صورتحال پر صوبائی اسمبلی سندھ میں ہونے والی بحث حکومت اور حزب اختلاف کے مابین دشنام طرازی کے مقابلہ کا شکار ہو گئی اور کسی بھی فریق نے ان دلائل میں کوئی اضافہ نہیں کیا جو متروک ہو چکے ہیں۔ حکومت اپنے اس موقف پر قائم رہی کہ بچے خوراک کی قلت کے باعث نہیں مر رہے اگرچہ یہ دلیل کچھ عرصہ سے تسلیم کی جا رہی ہے۔

ایک اور موقع پر گفتگو کرتے ہوئے سندھ کے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ وہ ماہرین صحت کے مشاہدات سے باخبر ہیں کہ تھر میں بچوں کی اموات کی وجہ معاشی عوامل (بیروزگاری، غربت، بچوں اور خواتین کی ناقص غذا) اور سماجی وثقافتی رجحانات (کمسنی کی شادیاں، مناسب وقفے کے بغیر بچوں کی پیدائش) ہیں۔

مگر اس کے بعد وہ سرکاری اقدامات کی وضاحت کرنا شروع ہو گئے اور کہا کہ ''ہم نے علاقہ میں ترقیاتی کام کئے ہیں، مزید بنیادی صحت مراکز (بی ایچ یو)، ڈسپنسریاں اور تعلقہ ہسپتال قائم کئے ہیں اور مٹھی ہسپتال کو ضروری آلات اور ادویات سے لیس کیا ہے''۔ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ صوبائی حکومت نے صاف پانی کی فراہمی کے لیے ریورس اوسموسس پلانٹ نصب کئے تھے اور کہا کہ مزید 700 پلانٹس کی ضرورت تھی۔

حکومت ان عوامی شکایات سے لاعلم نہیں ہو سکتی کہ بعض اطلاعات کے مطابق صحت کے بہت سے مراکز، تقریباً ستر فیصد، کئی وجوہات کے باعث غیر فعال ہیں، کئی ریورس اوسموس پلانٹ بھی کام نہیں کر رہے اور ان کی جگہ کا انتخاب زیادہ تر مقامی با اثر شخصیات یا ٹھیکیداروں کی سہولت کو مدنظر رکھ کر کیا گیا ہے (کئی پلانٹ ایک دوسرے کے بہت قریب نصب کئے گئے اور بہت بڑا علاقہ نظر انداز کیا گیا ہے)۔

ماہرین صحت کئی برسوں سے حکومت کو بتا رہے ہیں کہ غریب افراد تین بنیادی وجوہات کے باعث صحت کی سہولیات سے مستفید نہیں ہو سکتے: بچوں کی قبل از وقت پیدائش یا بیماری کے خلاف قوت مدافعت سے محروم بچوں کی پیدائش، دیہات میں بنیادی صحت کی سہولت کی عدم موجودگی، اور بیمار بچوں کو فوری طور پر طبی مرکز منتقل کرنے کے لیے ٹرانسپورٹ سسٹم کی عدم دستیابی۔ اور بدعنوانی کی داستانیں بھی بے شمار ہیں۔

اب حکومت نے اُن ہی سابق ججوں پر مشتمل ایک عدالتی کمیشن قائم کیا ہے جنہیں 2014ء سے ملتا جلتا مشن سونپا گیا ہے۔ ان کی رپورٹ ابھی تک شائع نہیں ہو سکی۔ یہ نہیں معلوم کہ کمیشن کے قواعد وضوابط کیا ہیں، اگر ہیں بھی تو مگر اس امر کی نشاندہی کرنا بے معنی نہیں کہ تھر کے لوگوں کے مصائب کا بنیادی سبب ان کے مسائل سے لاعلمی نہیں بلکہ ان سے نمٹنے میں ناکامی ہے، چاہے حکومت قوت ارادی کی عدم موجودگی کی تردید ہی کیوں نہ کرے۔

> کہا جاتا ہے کہ غیر مسلم جو حالیہ وقت تک تھر پارکر کی آبادی کا 74 فیصد تھے اب صرف 45 فیصد رہ گئے ہیں۔ یہ تبدیلی غیر مسلموں کی کسی بڑی نقل مکانی کا نتیجہ نہیں ہے، اس کا بنیادی سبب مسلمان آبادکاروں کی آمد ہے۔ اطلاعات کے مطابق، تھر میں آکر آباد کاری کرنے والوں میں سب سے نمایاں ''مدارس کے قیام کے لیے اراضی ہتھیانے والے قبضہ گیر'' ہیں۔

مثال کے طور پر، یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ زرعی وسائل بڑھتی ہوئی آبادی کے لیے ناکافی ہیں اور مویشیوں کی بہت بڑی تعداد کو چارہ بھی دستیاب نہیں۔ نوجوانوں کے لئے اپنے گھر سے 300 کلومیٹر دور تک روزگار میسر نہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ترقی کی ناقص منصوبہ بندی، قبضہ گروپ کی سازشوں اور مردم نگاری (Demography) کو تبدیل کرنے کی منظم کوششوں سے لاتعلق ہے۔

تھر کو عارف حسن سے بہتر کوئی نہیں جانتا، جنہوں نے وہاں چالیس سے زائد برس صرف کئے ہیں اور سماجی۔ معاشی مسائل پر بہت زیادہ تحقیقی کام کیا ہے۔ تھر کوئلہ پراجیکٹ پر ان کے تحفظات پر توجہ دینے سے حکام کا انکار انتہائی شرمناک ہے۔ عارف حسن کہتے ہیں کہ کوئلے کے پراجیکٹ کی اس طرح کی منصوبہ بندی ممکن تھی جس سے مطلوبہ معاشی فوائد بھی حاصل ہو جاتے اور ماحول کو اور مقامی آبادی کے مفادات کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

ایسے کئی مسائل ہیں جنہیں منصوبہ سازی میں مہارت اور متاثرہ آبادی کے حقوق اور مفادات کا احترام کرکے حل کیا جا سکتا ہے۔ یہ مسائل درج ہیں۔

اول، براہ راست متاثر ہونے والے خاندانوں کی پیداواری ضروریات کے لیے چراگاہوں کی ضرورت کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے اراضی کی دستیابی کے بغیر ان کی بحالی تو ممکن نہیں ہو سکے گی۔

دوئم، کوئلہ نکالنے کے لیے تقریباً 24 میٹر گہرے گڑھے کھودنا پڑیں گے۔ گڑھوں کے گرد اکٹھا ہونے والے مٹی کے ڈھیر ماحول کو متاثر کریں گے۔ اس کے علاوہ، زیر زمین پانی کا قدرتی بہاؤ متاثر ہوگا اور آلودہ پانی کی بہت بڑی مقدار سمندر میں جا گرے گی۔

سوئم، پراجیکٹ کے عملے کی آمد اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جو سروسز وجود میں آئیں گی، ان سے روایتی دیہاتی معیشت اور لوگوں کی گزر بسر کی عادات و اطوار بری طرح متاثر ہوں گی۔

اور، آخر میں، آلودہ ہوا نہ صرف اسلام کوٹ بلکہ نگر پارکر جیسے دور دراز علاقوں کے لوگوں کو بھی متاثر کرے گی۔

جب تک ان معاملات سے مکمل طور پر نمٹا نہیں جاتا تو تھر کوئلہ پراجیکٹ تھر کے لوگوں کی تکالیف کا مستقل سبب بن جائے گا۔

بیک وقت، تھر پارکر میں وقوع پذیر ہونے والی آبادیاتی تبدیلیاں بہت بڑی انسانی تباہی کا موجب بن سکتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ غیر مسلم جو حالیہ وقت تک تھر پارکر کی آبادی کا 74 فیصد تھے اب صرف 45 فیصد رہ گئے ہیں۔ یہ تبدیلی غیر مسلموں کی کسی بڑی نقل مکانی کا نتیجہ نہیں ہے، اس کا بنیادی سبب مسلمان آباد کاروں کی آمد ہے۔ اطلاعات کے مطابق، تھر میں آکر آباد کاری کرنے والوں میں سب سے نمایاں ''مدارس کے قیام کے لیے اراضی ہتھیانے والے قبضہ گیر'' ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں واقع ایک شدت پسند تنظیم کو ننگر پارکر میں بہت بڑا قطعہ اراضی دیا گیا۔

اگر یہ سچ ہے تو حکام میں سے کسی کو فوری پیش قدمی کرنی چاہئے تاکہ خوفناک المیے سے بچا جا سکے۔ تھر اپنی شان وشوکت سے محروم ہو جائے گا۔ غیر مسلم آبادی کا اقلیت میں تبدیل ہو جانا ایک ایسی کمیونٹی کے ساتھ سنگین ناانصافی ہے جو کہ بہترین پاکستانیوں کی فہرست میں شمار ہونے کی مستحق ہے اس سے اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنے کے پاکستان کے دعوے کی بھی نفی ہوگی اور یہ ملک دنیا کی اقوام میں تنہا رہ جائے گا۔

کیا نئے قائم شدہ تھر کمیشن یا کسی اور کے پاس ان معاملات کا جائزہ لینے کا اختیار ہوگا؟

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

قحط سالی نے سنگین صورتحال اختیار کر لی

چاغی چاغی ایک مرتبہ پھر قحط کا شکار ہو گیا ہے جس کے سبب 8 ہزار سے زائد خواتین و بچے غذائی قلت کا شکار ہو گئے جبکہ 40 فیصد سے زائد زرعی زمینیں بنجر ہوئیں اور چراگاہیں ختم ہونے سے 91 فیصد سے زائد گھرانوں کے مال مویشی شدید متاثر ہو کر موت کے منہ میں جانے لگے۔ اکثر علاقوں میں پانی کی سطح دس فٹ تک نیچے گر گئی جس کے سبب کئی دیہات ویران ہو گئے اور علاقہ مکین پانی کی تلاش میں کئی کئی سو کلومیٹر دور جا کر آباد ہو رہے ہیں۔ اگر بارشیں نہ ہوئیں تو دو سال میں چاغی دوبارہ 1997 جیسی صورتحال کا سامنا کر سکتا ہے جب 9 سالوں تک علاقے میں مسلسل قحط جاری رہا۔ چاغی قحط سالی کے حوالے سے ہائی رسک ایریا ہے کیونکہ یہاں سالانہ بارشوں کی اوسط 7.5 ملی میٹر ہے جو کہ انتہائی ناکافی ہے جبکہ اس علاقے میں سالانہ کم سے کم 170 ملی میٹر بارش ہونی چاہیے جو کہ تین سالوں کے دوران پانی کی اوسط سطح 3.5 فٹ نیچے چلی گئی جبکہ آمری اور جھلی کے کئی دیہاتوں میں پانی کے بیشتر ذرائع مکمل طور پر خشک ہو گئے ہیں۔ جہاں کے اکثر علاقوں میں پانی کی سطح پانچ سے دس فٹ تک نیچے چلی گئی ہے جس کے سبب خواتین اور بچوں کی مشکلات بڑھ گئیں کیونکہ پانی کے ذرائع ناپید ہونے سے خواتین اور بچوں کو دور دراز مقامات سے اپنے جسموں پر پانی لاد کر لانا پڑ تا رہا ہے جبکہ مضر صحت پانی کے استعمال سے وہاں مختلف وبائی بیماریاں بھی پھیلنے لگیں ہیں کیونکہ ان علاقوں میں پینے کے پانی کے کوئی متبادل ذرائع نہ ہونے کے سبب 42 فیصد گھرانے جوہڑوں کا آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے وبائی اور جلد کے امراض بڑھ گئے ہیں۔ دوسری جانب ان علاقوں میں صحت کی سہولیات کا بھی شدید فقدان ہے جس کی وجہ سے لوگ طویل سفر طے کر کے شہروں میں اپنا علاج کروانے پر مجبور ہیں۔ ایران اور افغانستان کی سرحدوں سے متصل 44 ہزار سے زائد اسکوائر کلومیٹر کے رقبے اور منتشر آبادیوں پر مشتمل ضلع چاغی میں قحط سالی کے سبب 80 فیصد مال مویشی شدید متاثر ہوئے جن میں اکثر طبعی موت مر گئے جبکہ باقی رہنے والوں کی پیداواری صلاحیت کم ہو گئی جس کے سبب لوگ انھیں انتہائی سستے داموں فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ طویل خشک سالی سے 40.8 فیصد زرعی زمینیں بنجر بن گئیں جن پر زیادہ تر تربوز، خربوز اور گندم سمیت دیگر موسمی فصلیں کاشت کی جاتی تھیں۔ اس تمام صورتحال سے 78 فیصد گھرانوں کے لیئے دو وقت کی روٹی کا حصول مشکل ہو گیا اور اس صورتحال نے مذکورہ علاقوں کے 8 ہزار سے زائد خواتین اور بچوں کو شدید غذائی قلت سے دوچار کیا۔ قحط سالی سے تنگ 15.5 فیصد لوگ پانی کے آسان ذرائع پانے کے لیے 10 سے 400 کلومیٹر دور منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے جن میں کچھ لوگ قریبی اضلاع خاران اور واشک چلے گئے جس کے سبب کئی دیہات ویران ہو گئے ہیں۔

حکومت اور متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے وہاں لوگوں کی مدد کو پہنچیں اور انھیں خوراک، ادویات و دیگر مطلوبہ سہولیات سمیت شعور و آگاہی فراہم کر کے قحط سالی کی نقصانات کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ چاغی میں محکمہ حیوانات کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر سعید احمد صاحبزادہ کے مطابق قحط سالی نے علاقے میں ایک لاکھ سے زائد مویشیوں کی زندگیاں شدید خطرات سے دوچار کی ہیں جن میں اونٹ، بھیڑ بکریاں اور گائے شامل ہیں جو پیٹ بند ہونے، انتڑیوں میں زہر بھر جانے اور جلد کے موذی امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ ان کی قوت مدافعت ختم ہوتی جا رہی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ چراگاہوں کا ختم ہونا ہے۔ ان کے مطابق ان کے محکمے نے متاثرہ علاقوں میں چھ ماہ کے دوران پانچ طبی کیمپ لگائے جس کے دوران 90 ہزار سے زائد مویشیوں کی ویکسینیشن کرائی گئی اور مویشیوں کے مالکان کو ادویات فراہم کی گئیں۔ انہوں نے محکمے کی طرف سے مطلوبہ ادویات فراہم نہ کرنے کو سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہوئے کہا کہ حکام بالا کو صورتحال سے آگاہ کیا گیا ہے۔ فوڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن چاغی کے ٹیم لیڈر عتیق احمد بلوچ کے مطابق خشک سالی کے سبب چاغی میں فصلوں میں کیڑے پڑ رہے ہیں جس نے زمینداروں کی مشکلات میں اضافہ کیا۔ ان کے مطابق بارشیں نہ ہونے سے کاریزات خشک ہو گئے ہیں جبکہ ایسی صورتحال سے نمٹنے کے لیئے ڈیمز چاہئیں جو نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان کے مطابق وہ پچھلے تین سالوں سے چاغی کے زمینداروں اور مالداروں کو تربیت، بیج اور متعلقہ سہولیات فراہم کر رہے ہیں تا کہ وہ تکنیکی اور آسان طریقوں سے اپنے ذریعہ معاش کو وسعت دے سکیں۔ ڈپٹی کمشنر چاغی خدائے نذر بڑیچ نے صورتحال کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے 02 دسمبر 2015 کو ایک مراسلے کے ذریعے صوبائی ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے ضروری اقدامات اٹھانے کی درخواست کی تھی لیکن تا حال کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ ان کے مطابق انہوں نے ضلع کے تمام انتظامی حکام اور محکمہ زراعت و حیوانات کے حکام کو حکم جاری کیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں جامع سروے کر کے رپورٹ پیش کریں تا کہ اصل صورتحال سامنے آ سکے۔

(علی رضا)

ہاریوں کے خلاف ناجائز مقدمات

عمرکوٹ 20 فروری کو سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر زمیندار کی جبری مشقت سے رہا ہونے والے ہاریوں نے زمیندار پیر خالد جان سرہندی اور سامارو پولیس کے خلاف سانوری شاخ روڈ پر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ بات چیت کرتے ہوئے غلام مصطفیٰ، گل حسن اور ملوکاں کھوسو نے کہا کہ وہ تحصیل سامارو کے علاقے گلزار خلیل کے زمیندار پیر خالد جان سرہندی کے پاس گزشتہ دس برسوں سے بطور ہاری کام کر رہے ہیں۔ ان دس برسوں کا کوئی حساب کتاب نہیں کیا گیا۔ "ہم پر جو ظلم کیے جاتے تھے وہ تو ہم بیان ہی نہیں کر سکتے۔ پھر ہم سیشن کورٹ کے حکم پر بازیاب ہوئے۔ ہم بازیاب ہونے والے پندرہ ہاری افراد نے کنری شہر کی کے قریب سانوری شاخ کے کنارے پر سرکاری اراضی پر جھونپڑیاں بنا کر پناہ لی"۔ بااثر زمیندار کو یہ بات ناگوار گزری۔ پھر زمیندار کے کہنے پر سامارو پولیس نے ان کی جھونپڑیوں پر چڑھائی کر کے ایک ہاری سہراب کھوسو کو گرفتار کر لیا۔ سامارو تھانے پر بااثر زمیندار کے کامدار راجو کولہی کی درخواست پر دھمیاں دینے، دو گائیں اور دو بھینسیں ہتھیانے کا مقدمہ تین ہاریوں غلام مصطفیٰ، گل حسن اور گل کھوسو کے خلاف درج کر لیا گیا ہے۔ بااثر زمیندار نے اپنے حواریوں کے ہمراہ ان کی جھونپڑیوں پر دھاوا بول کر ان سب کو زبردستی دوبارہ اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی اور موت کی دھمکیاں دیں۔ متاثرہ مظاہرین نے مطالبہ کیا کہ ان کے افراد کے خلاف جھوٹا مقدمہ واپس لیا جائے۔

(اوکھو منروپ)

خاندانی دشمنی نے دو اور زندگیاں لے لیں

مٹیاری 18 فروری کو مٹیاری کے نزدیک گاؤں شیر محمد ٹھوڑہا میں دیرینہ خاندانی دشمنی کی وجہ سے دو برادریوں میں تصادم سے دو افراد ہلاک جبکہ دو زخمی ہو گئے۔ پی پی رہنما کے بیٹے سمیت پانچ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ مٹیاری کے نزدیک گاؤں شیر محمد ٹھوڑہا میں پرانی رنجش کی بناء پر خاصخیلی اور تالپر برادریوں میں جھگڑا ہو گیا جس کے باعث دو افراد عمر خاصخیلی اور حاجن خاصخیلی ہلاک ہو گئے۔ نعشوں اور زخمیوں کو تعلقہ ہسپتال پہنچایا گیا اور پوسٹ مارٹم کے بعد نعشوں کو ورثاء کے حوالے کر دیا گیا۔ دریں اثناء پولیس نے پی پی رہنما میر شبیر ٹالپر اور اس کے بیٹے میر طارق ٹالپر سمیت 5 آدمیوں کو گرفتار کر لیا جبکہ گاؤں میں دو افراد کو گرفتار کر لیا۔

(ایاز میمن)

تعلیم

ٹیچر کا طالبہ پر تشدد

میرپور گورنمنٹ بوائز ڈگری کالج میرپور کے پروفیسر کا ایم اے کی طالبہ (الف ر) جن کا ایجوکیشن فزیکل ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق بھی نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان کا اس ڈیپارٹمنٹ میں کوئی پریڈ تھا نے طالبہ کو بلایا اور تھپیڑ مارنا شروع کردیئے اور گالیاں دینا شروع کردیں جس کے باعث ایم اے کی طالبہ کے ناک سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ واقعہ کے بعد طالبہ کے ورثاء اور شہر کی سیاسی وسماجی شخصیات سمیت انسانی حقوق کے کارکن موقع پر پہنچ گئے۔ فزیکل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے انچارج پروفیسر الیاس کا کہنا تھا کہ ایم اے کی طالبہ سے پریکٹیکل پیپر فی میل پروفیسر لیتی ہیں اور پروفیسر جمیل کا اس ڈیپارٹمنٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے جبکہ دن بارہ بجے کے بعد موصوف کا کوئی پریڈ بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی اس طرح طلبہ کو تشدد کرنے کی انہیں کوئی اجازت ہے۔ اس حوالہ سے پرنسپل ادارہ کو طالبہ کی جانب سے تحریری درخواست دے دی گئی ہے جس کی تحقیقات کے لیے پرنسپل نے تین رکنی انکوائری کمیٹی بنا دی ہے۔ کمشنر کو بھی فون پر آگاہ کیا گیا۔ شہریوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ایسے پروفیسر صاحبان کو نوکری سے فارغ کرکے قانونی کارروائی کی جائے۔ اس سے قبل بھی پروفیسر خرم جمیل کی جانب سے طلبہ وطالبات کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس سے قبل ایک مرد پروفیسر نے گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج میں لیکچر کے دوران پروفیسر نے بی اے کی طالبہ سے نامناسب سوال پوچھا جس پر طالبات نے مشتعل ہوگئیں۔ اور تقریباً تین دن تک کالج میں ہڑتال رہی۔ میرپور کے شہری حکومت آزاد کشمیر وزیر تعلیم اور سیکرٹری تعلیم سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ آئے روز کالجز میں ایسے واقعات کا سختی سے نوٹس لیں تاکہ آئندہ کوئی ایسا واقعہ رونما نہ ہوسکے۔

(عابد حسین عابدی)

پرنسپل کے ناروا رویے سے دلبرداشتہ ہوکر خودکشی کرلی

قلعہ سیف اللہ 19 فروری کو بلوچستان کے ضلع قلعہ سیف اللہ کی 17 سالہ طالبہ ثاقبہ حکیم نے کالج کے پرنسپل کی جانب سے داخلہ فارم انٹرمیڈیٹ بورڈ نہ بھجوائے جانے پر خودکشی کرلی۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق، بلوچستان چیپٹر کی چار رکنی ٹیم نے ثاقبہ حکیم کے گھر جاکر ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی اور واقعہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ حاصل کردہ حقائق کے مطابق جولائی 2015ء میں گورنمنٹ گرلز کالج مسلم باغ کی طالبات نے احتجاج شروع کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ کالج میں ایڈہاک کی بنیاد پر خواتین اساتذہ کا تقرر کیا گیا تھا جو کہ مطلوبہ تعلیم اور تجربے کی حامل نہیں تھیں۔ طالبات ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھیں۔ ایک بار کمرہ جماعت کے اندر ایک سیکنڈ ایئر کی طالبہ نے اپنی ٹیچر سے دوران پڑھائی کوئی سوال کیا تو ٹیچر نے اس کا تسلی بخش جواب نہ دیا اور بعدازاں پرنسپل سے مذکورہ طالبہ کی شکایت کی جس نے کمرہ جماعت میں آکر طالبہ کو ڈانٹا اور ثاقبہ حکیم کو بھی ڈانٹا اور اسے کمرہ جماعت سے باہر نکال دیا۔ اس پر متعدد دیگر طالبات بھی احتجاجاً کمرہ جماعت سے باہر نکل گئیں۔ اس کے بعد طالبات نے ثاقبہ حکیم کی قیادت میں کوئٹہ پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا اور متعلقہ حکام سے مطالبہ کیا کہ ایڈہاک کی بنیاد پر تعینات ہونے والی ٹیچرز کو فارغ کیا جائے اور ان کی جگہ اہل اور تجربہ کار اساتذہ کو بھرتی کیا جائے۔ ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم کو ملنے والی معلومات کے مطابق طالبات نے جن ایڈہاک ٹیچرز کو ان کے عہدوں سے ہٹانے کا مطالبہ کیا وہ کالج کے کلرک محمود کی رشتہ دار ہیں اور پرنسپل سے بھی ان کا قریبی تعلق ہے جس کی وجہ سے طالبات کے مطالبات پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس کے برعکس اگست 2015ء میں 60 سے زائد طالبات کو کالج سے نکال دیا گیا جن میں ثاقبہ حکیم بھی شامل تھی۔ بعدازاں بعض طالبات کے والدین نے کالج جاکر پرنسپل سے معذرت کی اور بعض نے تحریری معافی نامہ جمع کرایا جس پر ان کی بچیوں کو کالج آنے کی اجازت دے دی گئی اور انٹرمیڈیٹ کے امتحان کے لئے ان کے داخلہ فارم بورڈ کو بھیج دیے گئے۔ ثاقبہ کے والد عبدالحکیم جو خود بھی پیشے کے لحاظ سے معلم ہیں، انہوں نے بھی کالج جاکر کالج کی پرنسپل سے معذرت کی اور ثاقبہ کا داخلہ بھجوانے کی درخواست کی مگر پرنسپل نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ پرنسپل نے بعض طالبات کو دیگر کالجز میں منتقل کردیا۔ ثاقبہ کے والدین نے بھی درخواست کی کہ ان کی بچی کو بھی نزدیکی کالج خانوزئی منتقل کردیا جائے مگر کالج انتظامیہ نے ایسا کرنے سے بھی انکار کردیا۔ حاجی عبدالحکیم نے بچی کے داخلے کے لئے شہر کے معتبرین بشمول چیئرمین میونسپل کمیٹی کی سفارش بھی کروائی مگر پرنسپل نے انکار کردیا۔ انٹرمیڈیٹ کے داخلے کی آخری تاریخ 10 فروری 2016ء تھی۔ مقررہ تاریخ پر جب ثاقبہ کا داخلہ نہ بھیجا گیا تو 12 فروری کو اس نے دلبرداشتہ ہوکر زہریلی گولیاں کھالیں جسے پہلے سول ہسپتال مسلم باغ لے جایا گیا مگر تشویشناک پیش نظر اسے سول ہسپتال کوئٹہ منتقل کردیا گیا جہاں اس کی موت واقع ہوگئی۔ ثاقبہ نے میٹرک کے امتحان میں ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی تھی۔ ثاقبہ کی خودکشی کے بعد حکومت بلوچستان نے حقائق کی چھان بین کے لئے ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جسے ثاقبہ کے والدین نے مسترد کردیا۔ بعدازاں بلوچستان ہائی کورٹ کے حکم پر پولیس نے کالج کی پرنسپل اور کلرک کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم میں صوبائی کوآرڈینیٹر فرید احمد شاہوانی، شمس الملک مندوخیل، حاجی نظام الدین اور احد آغا شامل تھے۔

(ایچ آر سی پی کوئٹہ آفس)

نوجوان طالب علم کا قتل

فیصل آباد جڑانوالہ میں تھرڈ ائیر کے طالب علم کے قتل پر اس کے ورثا نے احتجاجی مظاہرہ کیا ہے۔ مظاہرین نے نعش فیصل آباد روڈ پر رکھ کر ٹائروں کو آگ لگادی اور ٹریفک بلاک کرکے پولیس کے خلاف نعرے لگائے۔ جڑانوالہ کے چک 24 گ ب کا رہائشی 18 سالہ محمد ارسلان 11 فروری کو تھانہ روڈالہ کے علاقہ میں ٹریکٹر ٹرالی پر ریت لاد کر لا رہا تھا کہ راستے میں اس کا کچھ نامعلوم افراد کے ساتھ جھگڑا ہوگیا اور نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے اسے قتل کردیا۔ مقتول کے والد سب انسپکٹر شوکت کا کہنا ہے کہ ارسلان اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ ٹرالی پر ریت لاد کر آرہا تھا کہ راستے میں کچھ افراد نے ان سے ریت چھیننے کی کوشش کی اور مزاحمت پر قتل کردیا۔

(میاں نوید)

گھریلو تنازعے پر خاتون قتل

صوابی تھانہ کالوخان کی حدود میں گھریلو تنازعے پر ایک خاتون کو قتل کر دیا گیا۔ ضیاء اللہ نے مقامی پولیس کو بتایا کہ 19 فروری کو اس کی بہن نوشابہ کو اس کے خاوند سرتاج نے تلخ کلامی کے بعد قتل کیا۔ قتل کے بعد ملزم فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ کالوخان پولیس نے واقعے کی ایف آئی آر درج کر لی ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

طالب علموں کے لیے متبادل جگہ کا فوری بندوبست کیا جائے

ڈیرہ غازی خان پرائمری سکول نمبر 9 کی عمارت زیرِ تعمیر ہونے کے باعث طلباء کے لیے متبادل جگہ کا بندوبست نہیں ہو سکا۔ گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول نمبر 9 چونسٹھ سال قبل 1952ء میں قائم ہوا۔ سکول کے فارغ التحصیل طلبہ ملکی سطح پر اہم ترین عہدوں پر فائز ہوئے۔ سکول کی عمارت ایک مدت سے خستہ حالی کا شکار تھی اور کسی بھی وقت حادثے کا سبب بن سکتی تھی۔ خستہ حال بلڈنگ کی وجہ سے سکول میں نہ صرف انرولمنٹ متاثر ہو رہی تھی بلکہ والدین نے بچوں کو خطرناک بلڈنگ کی وجہ سے سکول سے نکالنا شروع کر دیا۔ سکول میں طلباء کی تعداد کم ہو جانے کے باعث گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول نمبر 9 کو گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول نمبر 5 کے ساتھ منسلک کر دیا گیا۔ شہری حلقوں اور طلباء اوران کے والدین کے احتجاج پر بنی اور مقررہ مدت کے اندر سکول کی تعمیر کسی طور پر ممکن نہیں ہے۔ گورنمنٹ ایم سی سکولز بنیادی طور پر میونسپل کمیٹی ڈیرہ غازی خان کے سکول ہیں اور 2001ء میں میونسپل کمیٹیوں کے ختم ہونے کے بعد ان سکولوں کا سربراہ چیرمین بلدیہ کی بجائے اب ڈی سی او ڈیرہ غازی خان ہے۔ تاہم ڈی سی او ان سکولز کا دورہ کر کے ان کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ سکول کی عمارت گرا کر نئی عمارت کی تعمیر تو شروع کر دی گئی تاہم سکول میں پڑھنے والے کلاس اول تا پانچویں کے 112 طلباء کے لیے متبادل جگہ کا انتظام نہیں کیا گیا اور بچے آج بھی زیرِ تعمیر سکول کی عمارت کے ملبے پر بیٹھ کر کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ عمارت کے زیرِ تعمیر ہونے کی وجہ سے کسی بھی وقت حادثہ پیش آسکتا ہے۔ شہری و سماجی حلقوں نے اس صورتحال پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ ڈی سی او کو چاہیے کہ وہ فی الفور سکول کے بچوں کے لیے متبادل جگہ کا انتظام کرے اور اس بدانتظامی کے مرتکب افسران کے خلاف کارروائی کا حکم دے۔

(شیر افگن)

دھماکا خیز مواد پھٹنے سے ایک شخص ہلاک

مہمند ایجنسی مہمند ایجنسی کی تحصیل صافی میں دھماکا خیز مواد پھٹنے کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک ہو گیا۔ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ 19 فروری کو باجوڑ ایجنسی کے علاقے چارمنگ کا رہائشی جمعہ کی نماز کے لئے زیارت کلے جا رہا تھا جب نامعلوم ملزمان کی جانب سے نصب کیا گیا دھماکا خیز مواد پھٹ گیا جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گیا۔ صافی تحصیل کے پولیٹیکل تحصیل دار معراج خان نے واقعے کی تصدیق کی۔ واقعے کے بعد سکیورٹی فورسز نے علاقے میں سرچ آپریشن کیا۔ تاہم اس رپورٹ کے جاری ہونے تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی تھی۔ ماضی میں بھی اس طرح کے کئی واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

زمین کے تنازعے پر ایک شخص قتل

مردان 19 فروری کو تحصیل تخت بھائی میں زمین کے تنازعے پر ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔ تیمور نامی شخص نے پولیس کو بتایا کہ وہ اپنے کزن خورشید عالم کے ساتھ گھر کے باہر بیٹھا ہوا تھا جب اسلام الدین نے ان پر فائرنگ کر دی اور فرار ہو گیا۔ فائرنگ کے نتیجے میں خورشید موقع پر جاں بحق ہو گیا جبکہ تیمور محفوظ رہا۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش کا آغاز کر دیا ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

نامعلوم شخص کی نعش برآمد

مردان 20 فروری کو تھانہ رستم کی حدود میں ایک شخص کی نعش برآمد ہوئی۔ مقامی لوگوں کے مطابق نعش ایک کھیت سے برآمد ہوئی جسے پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ مقتول کی شناخت نہیں ہو سکی۔ پولیس نے نامعلوم حملہ آوروں کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

کم سن گھریلو ملازمہ پر تشدد

پشاور ایک ڈاکٹر پر اپنی 13 سالہ گھریلو ملازمہ پر تشدد کرنے، جلانے اور اس کے بال کاٹنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ مذکورہ ڈاکٹر نے متاثرہ بچے پر زیورات کی چوری کا شبہ ظاہر کیا تھا۔ متاثرہ بچی عالیہ جس کا تعلق صوابی سے تھا، ڈاکٹر شکیل کے گھر پر کام کرتی تھی۔ لیڈی ریڈنگ ہسپتال جہاں لڑکی کو داخل کرایا گیا تھا، میں تعینات ایک پولیس اہلکار نے بتایا ''ملزم نے لڑکی پر تشدد کیا، استری سے اس کے جسم کو داغا اور اس کے بال کاٹ دیئے''۔ اس سے پہلے ڈاکٹروں نے اسے ہسپتال میں داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پولیس اہلکار نے مزید بتایا کہ یہ سلسلہ چار دن تک جاری رہا اور بالآخر متاثرہ بچی کے والدین کو اس کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا پتا چلا، جس پر انہوں نے ایک تھانے سے رجوع کیا۔ تھانہ شاہ مقبول کے ایک اہلکار نے بتایا کہ ملزم ڈاکٹر شکیل کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ واقعے کی ایف آئی آر تا حال درج نہیں کی گئی۔ اطلاعات کے مطابق پولیس ایف آئی آر کے اندراج میں اس لئے تاخیر کر رہی ہے تاکہ متاثرین پر صلح کے لئے دباؤ ڈالنے کے لئے وقت مل جائے۔ عہدے داروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ میڈیکل رپورٹ کا انتظار کر رہے ہیں۔ دریں اثنا، لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ترجمان جمیل شاہ نے بتایا کہ ہسپتال کے طبی و قانونی شعبے میں متاثرہ لڑکی کا اندراج کر دیا گیا ہے اور رپورٹ پیر تک جمع کرائے جانے کا امکان ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

مزدور کی نعش برآمد

ہری پور یونین کونسل خان پور کے گاؤں ساہول میں ایک مزدور کی نعش برآمد ہوئی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ 20 فروری کو اطلاع ملنے پر پولیس ساہول گاؤں پہنچی جہاں نامعلوم حملہ افراد نے مقتول کو تشدد کر کے قتل کرنے کے بعد پھینک دیا تھا۔ مقتول کی شناخت پذیر احمد علی شاہ کے طور پر ہوئی اور اس کا تعلق تحصیل تخت بھائی سے تھا۔ پولیس نے نعش کو پوسٹ مارٹم کے لئے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال ہری پور منتقل کر دیا۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

عورتیں

سکیورٹی گارڈ کے دھکے سے خاتون ہلاک

گجرانوالہ شناختی کارڈ کے حصول کے لیے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) آفس آنے والی 50 سالہ خاتون سکیورٹی گارڈ کے مبینہ دھکے سے ہلاک ہو گئی۔نوشہرہ روڈ کی رہائشی 50 سالہ رسولاں بی بی 15 فروری کو جب شناختی کارڈ کے حصول کے لیے شیخوپورہ موڑ پر واقع نادرا آفس پہنچیں تو رش کے باعث لائن میں کھڑی دیگر خواتین کو گارڈز نے دھکے دینے شروع کر دیئے۔سکیورٹی گارڈ کے دھکے لگنے سے رسولاں بی بی زمین پر گر گئیں جس کے بعد ان کا موقع پر ہی انتقال ہوگیا۔رسولاں بی بی کی لاش کو سول ہسپتال منتقل کیا گیا۔مقامی افراد کے مطابق رسولاں بی بی پچھلے 3 روز سے شناختی کارڈ کے حصول کے لیے نادرا دفتر کے چکر لگا رہی تھیں۔دوسری جانب خاتون کی ہلاکت کے بعد نادرا دفتر کے باہر موجود شہری مشتعل ہو گئے۔خاتون کی ہلاکت کے بعد پولیس کی بھاری نفری موقع پر پہنچ گئی اور واقعے کی تحقیقات شروع کر دی۔(انگریزی سے ترجمہ،بشکریہ ڈان)

لڑکی کی نعش برآمد

پشاور 14 کو پشاور کے علاقہ بمرہی سے ایک لڑکی کی گلا کٹی نعش برآمد ہوئی۔مقتولہ کی عمر سولہ برس تھی اور تیز دھار آلے سے اس کا گلا کاٹا گیا تھا۔قاتلوں نے اس کی نعش کو کولہ محسن خان میں کھیتوں میں پھینک دیا تھا۔بعدازاں اس کی شناخت کرن کے نام سے ہوئی اور وہ چرخا خیل کی رہائشی تھی۔کرن کی والدہ کے بقول، وہ 13 فروری کی رات کو ایک شادی کی تقریب میں گئے تھے مگر جب واپس آئے تو کرن گھر پر موجود نہیں تھی۔انہوں نے بچی کو تلاش کیا اور ایک مقامی چیک پوسٹ پر تعینات پولیس اہلکاروں کو اطلاع دی مگر انہوں نے کہا کہ ''صبح ہوتی ہے تو وہ لڑکی کو تلاش کریں گے''۔مقتولہ کی والدہ نے کہا کہ اسے نہیں علم کہ لڑکی خود گھر سے گئی تھی یا اسے اغواء کیا گیا تھا۔پولیس نے ضابطہ فوجداری پاکستان کی دفعہ 302 کے تحت مقدمہ درج کرلیا ہے۔

(پشاور چیپٹر آفس)

خواتین شکایت سنٹر کا خاتمہ

حیدرآباد خواتین کے مسائل ومشکلات کے حل اورانہیں اخلاقی وقانونی امداد فراہم کرنے کے لیے آٹھ سال سے جاری ویمن کمپلینٹ سیل منصوبے کوختم کئے جانے کے خلاف متاثرہ خواتین افسران وملازمین نے سندھ ہائی کورٹ سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے جبکہ 12 فروری کو کراچی پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا جائے گا۔پیپلز پارٹی کی سندھ حکومت نے 2008ء میں اس وقت کی محکمہ ترقی نسواں کی صوبائی وزیر توقیر فاطمہ بھٹو کے پیش کردہ منصوبے کومنظور کرتے ہوئے سندھ بھر میں ویمن کمپلینٹ سیل قائم کرنے کی منظوری دی تھی۔پہلے مرحلے میں 5 اضلاع کراچی، حیدرآباد، لاڑکانہ، میرپورخاص اورنوابشاہ میں یہ سیل قائم کئے گئے۔منصوبے کی خاص بات یہ تھی کہ سینٹرز میں کنٹریکٹ کی بنیاد پرصرف خواتین افسران وملازمین بھرتی کی گئی تھیں۔سندھ بھر کی ہزاروں خواتین نے معاشرتی مسائل اورقانونی امداد کے لیے ان دفاتر سے رابطہ کیا جنھیں اخلاقی وقانونی امداد فراہم کی گئی۔مارچ 2013ء میں سندھ اسمبلی نے تمام عارضی، ایڈہاک اور کنٹریکٹ ملازمین کومستقل کرنے کا قانون پاس کیا۔وزیراعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ کے حکم پر ویمن کمپلینٹ سیل کے منصوبے سمیت بے بی ڈے کیئر سینٹر اور ویمن کرائسز منصوبوں کے افسران وملازمین کرنے لیے 22 نومبر 2015ء کو ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دی گئی۔اس کمیٹی نے کوائف کی چھان بین کے علاوہ افسران وملازمین کی ڈگریوں کی تصدیق کرائی اور وزیراعلیٰ کی رپورٹ بھیجی جس میں خواتین شکایت سیل حیدرآباد کی انچارج سمیت دیگر ملازمین کومستقل کرنے کی سفارش کی گئی۔لیکن 9 فروری کومحکمہ ترقی نسواں کے سیکرٹری اعجاز منگی نے ایک نوٹیفکیشن جاری کردیا جس میں کہا گیا ہے کہ ویمن کمپلینٹ سیل پروجیکٹ مکمل ہونے پراس کے تمام ملازمین کو 30 جون 2015ء سے ملازمتوں سے فارغ کردیا گیا ہے لیکن حیرت انگیز طور پراس کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا گیا۔دلچسپ امر یہ ہے کہ پانچ اضلاع میں قائم سیل کے ملازمین 10 جنوری تک فرائض انجام دیتے رہے ہیں اورانہیں 8 ماہ سے تنخواہیں نہیں دی گئیں۔حیرت انگیز امر تو یہ ہے کہ 2008ء میں ویمن کمپلینٹ سیل کے ساتھ ساتھ ویمن کرائسز سینٹر اور بے بی کیئر سینٹر کے منصوبے بھی شروع کئے گئے اوران دونوں منصوبوں کی پی سی فور بھی تاحال التواء کا شکار ہے لیکن اس کو جواز بنا کرایک منصوبہ کوختم کرکے اس کے ملازمین کوفارغ کردیا گیا جبکہ دونوں منصوبے تاحال جاری ہیں۔ایچ آرسی پی کے کوآرڈینیٹر کے رابطہ کرنے پرمتاثرہ ملازمین نے بتایا کہ انہوں نے خواتین شکایات مرکز ختم کرنے کے حکومتی اقدام کوسندھ ہائی کورٹ میں چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

گھریلو ملازمہ کو جنسی تشدد کے بعد قتل کرنے کا الزام

فیصل آباد تھانہ ملت ٹاؤن کے علاقہ میں مبینہ زیادتی کے بعد قتل ہونے والی گھریلو ملازمہ کے والدین نے پولیس کے خلاف پریس کلب میں پریس کانفرنس کی۔چنیوٹ کے محلہ عثمان آباد کے رہائشی مشتاق حسین اوراس کی بیوی حسین بی بی عرف پٹھانی نے پریس کانفرنس میں الزام لگایا ہے کہ ان کی بیٹی کو مالک مکان کے بیٹوں نے زیادتی کے بعد قتل کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ ان کی بیٹی 13 سالہ مریم فیصل آباد کے محلّہ رسولپور میں عبدالحمید کی کوٹھی پرگزشتہ ایک سال سے گھریلو ملازمہ تھی۔ان کا کہنا تھا کہ وقوعہ سے ایک ہفتہ قبل وہ آٹھ مہینے کی تنخواہیں لینے گئے تو فری نے بتایا کہ مالک کا بیٹا ثقلین اسے تنگ کرتا ہے اس لئے وہ یہاں نہیں رہنا چاہتی ہے۔پٹھانی بی بی کے مطابق عبدالحمید نے بچی کوزبردستی روک لیا اور کہا کہ پندرہ روز بعد آ کر تنخواہ اور بچی کو واپس لے جانا۔بعد ازاں ایک ہفتے بعد انہیں مالک مکان کی بیوی ثریا بی بی نے فون پر اطلاع دی کہ تمہاری بیٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آ کرلے جائیں جس پر وہ وہاں پہنچی تو اس کی بیٹی کو مبینہ طور پرزیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کردیا گیا تھا۔انہوں نے بتایا کہ پولیس نے دادرسی اورانصاف کی یقین دہانی کرواکر دھوکا دہی سے سادہ کاغذوں پرانگوٹھے لگوالئے۔ان کا کہنا تھا کہ تھانہ ملت ٹاؤن میں ثقلین سمیت تین افراد کے خلاف مقدمہ درج ہے لیکن پولیس ملزموں کو گرفتار کرنے کی بجائے قتل کوخودکشی قراردے رہی ہے۔متاثرہ خاتون اور اس کے شوہر نے وزیراعلیٰ پنجاب اورآئی جی پولیس سے انصاف کی فوری فراہمی کا مطالبہ کیا ہے۔

(میاں نوید)

لڑکی کو قتل کردیا گیا

صوابی 16 فروری کوعلاقہ گڈون امازئی میں ایک گاؤں پرفائرنگ کی گئی جس کے باعث گاڑی میں سوار ایک لڑکی جاں بحق جبکہ اس کے تین رشتہ دار زخمی ہوگئے۔یہ واقعہ اتلا پولیس اسٹیشن کی حدود میں پیش آیا اوراطلاعات کے مطابق اس کا سبب دوخاندانوں کے مابین پرانی دشمنی ہے۔ہلاک ہونے والی خاتون کا نام زاہدہ بی بی ہے۔مذاہب شاہ کی درخواست پرپولیس نے مذاکر خان، شاہ زیب، روید خان، احمد خان، ابوبکر، سیار خان اورشاہ خان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔

(پشاور چیپٹر آفس)

عزت کے نام پر ایک اور قتل

صوابی 2 فروری کی صبح 4 بجے ضلع صوابی کے گاوں آدینہ محلہ سلطان آباد ہجرہ جان افسر کے کمرے میں سیماء ولد جان افسر اور عبداللہ ولد خان شیر کو عزت کے نام پر قتل کرنے کے لیے گولیاں ماریں، جس کے نتیجے میں 16 سالہ سیماء موقع پر جاں بحق اور اس کے گھر کے سامنے کا رہائشی اور چچازاد عبداللہ ولد خان شیر شدید زخمی ہو گیا۔

زخمی عبداللہ کے والد خان شیر نے HRCP کے کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ وہ فائرنگ کے دس منٹ بعد جائے وقوعہ پر پہنچے جہاں سیماء کی لاش تو پڑی تھی لیکن اس کے بیٹے عبداللہ کی لاش غائب تھی اور سڑک پر خون کے نشانات موجود تھے جو اس بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ عبداللہ کو مار کر ان کی لاش سڑک تک گھسیٹی گئی ہے اور وہاں سے گاڑی کے ذریعے نامعلوم مقام پر منتقل کر کے پھینک دی گئی ہے۔

لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ اس کے بیٹے عبداللہ کو پیٹ کے نیچے چھ گولیاں لگی تھیں جس سے وہ شدید زخمی ہوئے تھے اور قاتل سمجھ رہے تھے کہ عبداللہ مر گیا ہے اسلئے اس کی لاش چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ عبداللہ موقع کا فائدہ اٹھا کر رینگتے ہوئے سڑک کے کنارے پہنچ کر جہاں سے نامعلوم وین ڈرائیور نے اسے ہسپتال پہنچایا تھا اور پھر دو دن بعد انہیں ہسپتال سے اطلاع ملی کہ عبداللہ زخمی حالت میں مردان کمپلیکس ہسپتال میں پڑا ہوا ہے۔

مقامی شخص محمد فاروق اور عبداللہ کے پڑوسی صادق خان نے بتایا کہ عبداللہ اور سیماء ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور شادی کرنا چاہتے تھے، کئی مرتبہ عبداللہ کے والدین روایتی طریقے سے سیماء کا رشتہ مانگ چکے تھے لیکن سیماء کے والدین اس وجہ سے رشتہ دینے سے انکار کر دیتے تھے کہ عبداللہ پہلے سے شادی شدہ تھا اور اس کی ایک بیٹی بھی تھی۔ جب عبداللہ کو یقین ہو گیا کہ سیماء کے والدین شادی کے لئے نہیں مانیں گے تو عبداللہ اور سیماء گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ جس پر بعد ازاں لڑکی کے ورثاء نے انہیں گولیاں ماریں۔

تھانہ کالو خان کے محرر اور مقدمے سے منسلک دیگر پولیس اہلکاروں انور علی اور راحت نے بتایا کہ یہ دونوں واقعہ سے 29 دن پہلے گھر سے بھاگے تھے جس پر سیماء کے والد جان افسر نے عبداللہ کیخلاف مقدمہ درج کرلیا تھا جس میں انہوں نے دعوی کیا تھا کہ عبداللہ نے اس کی بیٹی کو اغواء کیا ہے۔

ان کا مزید کہنا تھا کہ اب عبداللہ کے والد خان شیر نے جان افسر ولد صفدر، فطرتی زوجہ جان افسر، جواد ولد محمد افسر اور وسیم ولد کمال خان کے خلاف مقدمہ درج کروایا ہے کہ جب سے اس کا بیٹا اور ان کی بیٹی گھر سے بھاگے تھے تب سے یہ لوگ دونوں کو ڈھونڈ رہے تھے اور آج کسی بہانے سے دونوں کو بلا کر ان پر گولیاں برسائی گئیں ہیں۔ ملزمان میں سے اب تک صرف فطرتی زوجہ جان افسر کو گرفتار کیا گیا ہے جبکہ باقی ملزمان فرار ہیں۔ اور تمام ملزمان رشتہ دار اور اسی گاوں کے رہائشی ہیں۔

واضح رہے کہ عبداللہ پہلے سے شادی شدہ اور ایک بچی کا باپ تھا جبکہ سیماء کمسن تھی اور اپنے دوسرے چچازاد فواد کے نکاح میں تھی۔ (نامہ نگار)

پولیس نے چادر و چاردیواری کا تقدس پامال کیا

مالا کنڈ واڑی پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے نہاگدرہ گلگوڑ کے رہائشی نوجوان بخت ولی ولد گل شیر خان نے کہا کہ تھانہ واڑی اور تھانہ جاگام کے ایس ایچ او نے مفرور شخص کی گرفتاری کے لیے سرچ آپریشن کے دوران اس کے گھر کے تقدس کو پامال کیا ہے۔ خواتین پولیس اہلکاروں کے بغیر اس کے گھر کی خواتین کی تلاشی لی گئی۔ پولیس نے انتہائی غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنایا تھا۔ اس پر اور اس کے گھر میں موجود مہمان کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ ایک پرامن شہری ہے اس کے خاندان کے کسی فرد پر کبھی بھی مقدمہ درج نہیں ہوا اور نہ ہی ان کے گھر سے کوئی مفرور شخص برآمد ہوا۔ انہوں نے کہ ہے کہ صوبائی حکومت، آئی جی پی، ڈی آئی جی ملاکنڈ سے اپیل کی کہ واقعے کا شفاف انکوائری کر کے ذمہ داران کے خلاف فوری کاروائی کی جائے۔

(نامہ نگار)

خاتون اپنی بچی سمیت زخمی

کرم ایجنسی 17 فروری 2016ء کو لوئر کرم ایجنسی کے علاقے مرغے چینہ قریب گوڑکی میں بارودی سرنگ دھماکے کے نتیجے میں ایک خاتون اپنی 9 سالہ بچی سمیت زخمی ہوگئی۔ ذرائع کے مطابق صبح دس بجے کے قریب لوئر کرم کے علاقے مرغے چینہ کے قریب گوڑکی میں اس وقت بارودی سرنگ کا دھماکہ ہوا جب ایک خاتون زوجہ میر محمد اپنی 9 سالہ بچی لیلیٰ کیساتھ قریبی پہاڑیوں میں مویشی چرانے جا رہی تھی۔ واقعے کے بعد دونوں کو زخمی حالت میں قریبی ہسپتال صدہ منتقل کیا گیا جہاں پر وہ اپنے دونوں پیروں سے محروم ہوگئی تاہم اس واقعے میں اس کی بچی کے زخم معمولی نوعیت کے تھے۔ حکام نے نامعلوم افراد کے خلاف بارودی سرنگ نصب کرنے کا مقدمہ درج کر کے تحقیقات کا آغاز کر دیا ہے۔

(نامہ نگار)

سکولوں کی بندش کا فیصلہ واپس لیا جائے

ایف آر بنوں ایف آر بنوں کے احمدزئی اور اُتمانزئی مشران کا ایک گرینڈ جرگہ زیر صدارت ملک شاہ کرام خان وزیر بمقام بنوں ٹاؤن شپ منعقد ہوا جرگہ میں مشران سمیت سکول مالکان اور والدین نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ احتجاجی جرگہ سے ملک شاہ کرام خان، سابق ایم پی اے ملک عالمگیر خان، ملک میر شمد خان، ملک لیاقت علی خان، ملک مویز خان، ملک شیر غلی خان اور دیگر نے خطاب کیا اور کہا کہ پشتونوں کو دبانے اور تعلیمی شعور کے خاتمے کیلئے مختلف حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اب حکومت کی طرف سے ایف آر بنوں کے 500 کے قریب سکولوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس میں لاکھوں بچے زیر تعلیم ہیں جن کا تعلیمی مستقبل داؤ پر لگایا جا رہا ہے جبکہ غریب طلباء کے والدین کو مشکل میں ڈال دیا جائے گا۔ ایف آر بنوں کے سکولوں کی حالت زار ہماری وجہ سے ایسی نہیں بلکہ گذشتہ 25 سالوں سے ان سکولوں کی مرمت کیلئے کوئی فنڈ نہیں دیا گیا ہے جو کہ حکومت کی ناکامی ہے جس کی وجہ سے سکولوں کی عمارتیں خستہ حالی کا شکار ہیں یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر بچے عمارتیں گرنے کے خوف سے سکولوں میں نہیں آتے۔ اگر حکومت سکولوں کی مرمت کیلئے فنڈز جاری کرے اور تمام سکولوں میں تعمیراتی اور مرمتی کام کیا جائے تو یہ سکول آباد ہو جائیں گے اور یہاں پر طلباء کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔ حکومت کا یہ فیصلہ ہمیں ہرگز قبول نہیں اگر یہ فیصلہ واپس نہ لیا گیا تو وہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے احتجاجی دھرنا دینگے

(نامہ نگار)

اقلیتیں

دو ہندو لڑکیوں کا اغواء

عمرکوٹ 22 جنوری کو بودر فارم کے قریب گوٹھ مفتی اسد کے رہائشی کولہی برادری کی درجنوں عورتوں، مردوں اور بچوں نے عمرکوٹ۔ وایا سامارو مرکزی شاہراہ پر رکاوٹیں ڈال کر ٹائروں کو آگ لگا کر دھرنا دیا۔ مظاہرین کرمشی، شودان کولہی اور دیگر کے مطابق ہالیپوٹو برادری کے افراد نے اپنی برادری کے پانچ مسلح افراد کے ہمراہ گھروں پر حملہ کرکے اہل خانہ کو زدوکوب ویرغمال بنا کر اسلحہ کے زور پر دو بچیوں کو اغوا کرکے لے گئے۔ متاثرین کا کہنا ہے کہ پولیس نے ان کی مدد کرنے کی بجائے احتجاجی دھرنا ختم کروانے کے لیے ان پر تشدد کیا۔ آل سندھ کولہی اتحاد کے مرکزی رہنما کامریڈ رازومل کولہی اپنے ساتھیوں سمیت دھرنے میں شامل تھے۔ آخر کار ضلع عمرکوٹ کے منتخب ممبر صوبائی اسمبلی سندھ سید سردار شاہ نے دھرنے کے منتظمین سے بات چیت کی اور انہیں انصاف فراہم کرنے کی یقین دہانی کروائی جس کے بعد متاثرین نے دھرنا ختم کر دیا۔

(اوکھول)

خیبر پختونخوا میں احمدی برادری کے خلاف انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں

پشاور احمدی برادری نے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا سے احمدی برادری کو تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا کو لکھے گئے ایک خط میں جماعت احمدیہ خیبر پختونخوا کے امیر ڈاکٹر محمد علی خان نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت اور مقامی انتظامیہ نے صوبے میں امن وامان کی بحالی کے لئے جو اقدامات کئے ہیں احمدی برادری اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ تاہم دہشت گردی اور تشدد کے واقعات اب بھی پیش آتے رہتے ہیں جن کی روک تھام کے لئے انتظامیہ کو اقدامات کرنے چاہئیں۔ ان کا کہنا تھا کہ احمدی پرامن اور قانون کی پابندی کرنے والے شہری ہیں اور وہ ہمیشہ حکومت کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ انہوں نے حالیہ دنوں میں احمدی برادری کے حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق پیش آنے والے واقعات کا حوالہ دیا جو درج ذیل ہیں:

1۔ 9 فروری 2016ء کو ایک احمدی طالب علم رزاق احمد ولد شریف احمد (مرحوم) کو چند ملاؤں نے کالج کے احاطے میں گھیر لیا اور اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی۔ انہوں نے کہا کہ یا تو وہ احمدی عقیدے کو ترک کردے یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

2۔ احمدیوں کا ایک قبرستان ہے جو دیواروں سے گھرا ہوا ہے۔ چند روز پہلے پولیس حکام ایک تحریری درخواست کے ساتھ وہاں پہنچے جو مجلس ختم نبوت نے جمع کرائی تھی۔ اس درخواست میں کہا گیا تھا کہ احمدیوں پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اس قبرستان میں موجود قبروں کے کتبوں پر عربی میں لکھی ہوئی دعائیں مٹا دیں ورنہ یہ کام وہ ہجوم کی مدد سے خود کریں گے۔ مذہبی شخصیات کے دباؤ کی وجہ سے پولیس کو یہ کام احمدی برادری کے لوگوں کے ذریعے کرانا پڑا۔

ان کا کہنا تھا کہ ان کی مذہبی آزادی اور عبادت کے حق کو مسلسل خطرات کا سامنا ہے جو ایک افسوسناک امر ہے۔ ان کی زندگی کو لاحق خطرات کی وجہ سے وہ اپنی مستقل رہائش گاہوں اور اپنے چلتے ہوئے کاروبار کو چھوڑنے، اور بچوں کو اسکول جانے سے روکنے پر مجبور ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ تشویشناک امر یہ ہے کہ ایسے واقعات بلا روک ٹوک جاری ہیں اور مجرموں کو سزا سے استثنا حاصل ہے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ سے فوری طور پر مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا:

i۔ تمام حالات میں احمدی برادری کے اراکین کی جسمانی اور نفسیاتی سلامتی کی ضمانت دی جائے۔

ii۔ اشتعال انگیز اجتماعات کی اجازت دینے والوں کے خلاف انتظامی کارروائی کی جائے۔

iii۔ آئینی ضمانتوں اور انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی معاہدوں کی مطابقت میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کو ہر حالت میں یقینی بنایا جائے۔

(نامہ نگار)

سندھ اسمبلی میں ہندو میرج بل کی منظوری

کراچی سندھ اسمبلی نے ہندو برادری کی شادی کو رجسٹر کرنے کے ضمن میں ہندو میرج بل منظور کرلیا ہے جس کے بعد اب ہندو برادری کے افراد کی شادیاں بھی قانونی طور پر رجسٹر کی جاسکیں گی۔ 15 فروری کو صوبائی وزیر برائے قانون اور پارلیمانی امور نثار کھوڑو نے بل ایوان میں پیش کیا جسے مختصر بحث کے بعد منظور کرلیا گیا۔ بحث کے دوران مسلم لیگ فنکشنل کے پارلیمانی لیڈر نند کمار نے کہا کہ پاکستان بننے سے آج تک ہندو برادری کی شادیاں رجسٹرڈ نہیں ہو پا رہی تھیں اور اس بل کو پیش کرنے میں پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے لہٰذا اب اس معاملے کو طول نہ دیں، جس کے بعد ایوان نے 'ہندو میرج' بل منظور کرلیا۔ نند کمار نے بعد ازاں بی بی سی کو بتایا کہ اس بل میں صرف شادی کو رجسٹر کرنے کا طریقہ کار وضع کیا گیا ہے جس میں ایک پروفارما رکھا گیا ہے لیکن اس میں کمی یہ ہے کہ اگر بعد میں علیحدگی ہو جائے تو بیوی بچوں کو کیا حقوق ملیں گے، اس بارے میں اس ایکٹ میں کچھ نہیں ہے۔ نند کمار نے بتایا کہ ہم چاہتے تھے کہ پنڈت اور شادی کروانے والوں کی بھی رجسٹریشن ہونی چاہیے مگر حکومت نے کہا کہ آج یہ بل منظور کرلیں باقی بعد میں دیکھیں گے۔ اس منظور شدہ بل کے مطابق دولہا اور دلہن کی عمر 18 سال سے زیادہ ہونا ضروری ہے اور 45 دن کے اندر اندر شادی کی رجسٹریشن یونین کونسل میں کروائی جانی لازمی ہے۔ بل کے مطابق شادی میں دو گواہوں کی موجودگی اور والدین کی اجازت لازمی درکار ہوگی۔ اس بل کی منظوری کے تین ماہ بعد اس بل کے قوانین کا اجرا کیا جائے گا۔ نند کمار نے بتایا کہ جن افراد کی اس سے پہلے شادی ہو چکی ہے وہ بھی اب اسے رجسٹر کروا سکتے ہیں اس کے لیے پہلے پنڈت کے دستخط ہوں گے اس کے بعد یونین کونسل میں دستخط ہوں گے۔ 18 ویں ترمیم کے بعد صوبوں کو یہ اختیار مل گیا تھا کہ وہ مذہبی اقلیتوں اور خاندانی امور سے متعلق معاملات خود دیکھیں، مگر بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی اسمبلیوں نے ہندو میرج قوانین سے متعلق قانون سازی کی اجازت وفاق کو دینے کی قرارداد منظور کی جبکہ پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد زیر التوا ہے۔ یاد رہے کہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے علاوہ پاکستان میں ہندوؤں اور دیگر اقلیتی مذاہب کی شادی کو رجسٹر کرنے کے لیے کسی قسم کا قانونی طریقہ کار موجود نہیں تھا، جس کی وجہ سے وہ اپنی شادی کا کوئی قانونی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے تھے۔ اب اس بل کی منظوری کے بعد سکھ، پارسیوں اور دیگر اقلیتوں کی شادیاں بھی اسی بل کے تحت رجسٹرڈ کی جاسکیں گی۔ 18 ویں ترمیم کے بعد صوبوں کو یہ اختیار مل گیا تھا کہ وہ مذہبی اقلیتوں اور خاندانی امور سے متعلق معاملات خود دیکھیں، مگر بلوچستان اور خیبر پختونخوا کی اسمبلیوں نے ہندو میرج قوانین سے متعلق قانون سازی کی اجازت وفاق کو دینے کی قرارداد منظور کی جبکہ پنجاب اسمبلی میں ایک قرارداد زیر التوا ہے۔ اس بل کا مسودہ قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قانون اور انصاف نے گذشتہ دنوں منظور کیا تھا۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

مندر کی بے حرمتی پر ہندو برادری میں اضطراب

کراچی کراچی کے چڑیا گھر کے گیٹ نمبر تین کے قریب واقع کوارٹروں میں واقع ایک چھوٹے سے مندر میں شیتلا ماتا، سنتوشی ماتا اور بھوانی ماتا کی خوبصورتی سے سجائی گئی مورتیاں مٹی کے دیوں کی ٹمٹماہٹ سے منور ہیں۔ مورتیوں کے سامنے فرش پر ایک تھال میں چند کیلے پرساد کے طور پر رکھے گئے ہیں۔ لیکن یہاں عقیدت مندوں کا معمول کا ہجوم موجود نہیں ہے۔ مہاراج، ان کے خاندان اور اس مندر کے نگران کے علاوہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ مہاراج ہیرالال نے بتایا ''حملے کے بعد لوگ یہاں پوجا کے لئے آنے سے ڈرتے ہیں''۔ وہ 21 جنوری کی شام کو پیش آنے والے ایک واقعے کا ذکر کر رہے تھے جب پستول لئے ہوئے تین باریش لوگوں نے مندر پر دھاوا بول دیا اور سب لوگوں کو وہاں سے نکل جانے کو کہا۔ انہوں نے ہندو دیوی دیوتاؤں کی مورتی کی بے حرمتی کی جس پر یہاں کی اقلیتی برادری میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے۔ مہاراج کا کہنا ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کون لوگ تھے۔ انہوں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس واقعہ سے وہ بہت دکھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ''60 سال پہلے بھارت سے پاکستان آنے کے بعد میرے دادا نے یہاں مندر تعمیر کرایا تھا۔ وہ بے اولاد تھے لیکن انہوں نے ایک چودہ سالہ لڑکے موہن کو گود لیا تھا اور اس کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کی تھی۔ موہن نے جلد ہی ایک ہندو لڑکی چمپا بائی سے شادی کی جو سولجر بازار میں رہتی تھی۔ میں موہن اور چمپا کا بیٹا ہوں''۔

انہوں نے مزید بتایا کہ ''عقیدت مندوں کی خیرات کی مدد سے ہم نے اس کمرے کی دیواروں، ان گھروں اور مندر کو مضبوط کیا اور اس کی چھت کو اونچا کیا۔ میری ماں چمپا بائی اور بہن للیتا مورتیوں کو غسل دیتیں اور ان کی تزین و آرائش کرتیں۔ ہم اس واقعے پر بہت غم زدہ ہیں۔ اس سے پڑوسیوں میں شدید خوف و ہراس پایا جاتا ہے''۔

آخر میں انہوں نے کہا ''چڑیا گھر کے گیٹ نمبر 5 کے قریب ہندوؤں کے چار گھر اور گیٹ نمبر 1 قریب 15 گھر موجود ہیں۔ جن لوگوں نے اس مندر کے معجزات کے بارے میں سنا ہے وہ شہر بھر کے علاقوں سے یہاں کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن اس حملے کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ ہم اقلیتی برادری کے امن پسند لوگ ہیں۔ جو کچھ ہوا اس کے بعد ہم خود کو انتہائی غیر محفوظ محسوس کرتے ہیں۔''

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلنگ

پشاور 8 فروری کو پشاور کے علاقہ یکاتوت میں دو مسلح موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے ملک افتخار حیدر کو قتل کر دیا۔ مقتول ایک سرکاری ملازم تھے اور ان کا تعلق شیعہ کمیونٹی سے تھا۔ یہ واقعہ صبح کے آٹھ بجے کوہاٹی گیٹ کے نزدیک پیش آیا۔ پولیس کے بقول، انہیں فرقہ وارانہ بنیادوں پر قتل کیا گیا ہے۔ مقتول کی عمر 50 برس تھی اور وہ کوہاٹ روڈ پر ایک ٹیکنیکل کالج میں ملازمت کرتے تھے۔ مقتول کے بھائی ملک جرار حسین کو بھی گزشتہ برس اکتوبر کے مہینے میں اس وقت فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا جب وہ اپنے بچوں کو اسکول چھوڑنے جا رہے تھے۔ مقتول کے ہمسائے کے بقول مسٹر افتخار نے اپنے بیٹے کو کوہاٹی گیٹ پر چھوڑا اور واپس اپنے کالج کی راہ لی جس کے فوری بعد انہیں گولیاں ماری گئیں۔ مقتول مجلس وحدالمسلمین کے صوبائی جنرل سیکرٹری علامہ سید سبطین حسینی نے قتل کی شدید مذمت کی اور کہا کہ مقتول ان کی تنظیم کے فعال کارکن تھے۔ انہوں نے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات جانے تک ایسے واقعات رونما ہوتے رہیں گے۔ پولیس نے واقعہ کی ایف آئی آر درج کر لی تھی۔

(پشاور چیپٹر آفس، ایچ آر سی پی)

احمدی نوجوان کو قتل کر دیا گیا

شیخوپورہ یکم مارچ کو کوٹ عبدالمالک میں جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص قمر الضیاء کو اس کے گھر کے باہر چھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا گیا۔ وہ اپنے بچوں کو اسکول سے گھر لے کر آ رہے تھے جب دو نامعلوم حملہ آوروں نے ان پر چھریوں سے حملہ کر دیا۔ ان کے جسم پر کئی زخم آئے اور وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ مقتول نے اپنے والد، بیوی اور تین بچوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔

قمر الضیاء کا موبائل فون کا کاروبار کرتے تھے اور انہیں احمدی ہونے کی بنا پر کافی عرصے سے دھمکیوں کا سامنا تھا۔ 2012ء میں برادری کے مخالفین نے انہیں ہراساں کیا جس پر انہوں نے اگست 2012ء میں تھانہ فیکٹری ایریا میں درخواست درج کرائی اور انہیں مجبوراً کچھ عرصے کے لئے اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ پولیس نے ان کے حقوق کا تحفظ کرنے کی بجائے چند مذہبی گروہوں کی دباؤ میں آ کر ان کے گھر کے دروازے سے ''محمد علی'' (ان کے والد کا نام) اور دیگر اسلامی نقوش جیسے کہ ''ماشاءاللہ'' مٹا دیے۔

اس المناک واقعے پر جماعت احمدیہ کے ترجمان سلیم الدین صاحب نے کہا کہ ملک بھر میں آزادانہ طور تقسیم کیا جانے والا نفرت انگیز مواد ایسے واقعات کا باعث بنتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قومی ایکشن پلان کے تحت ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی جانی تھی جو نفرت کی ترغیب دیتے ہیں لیکن ایسا احمدیوں کے حوالے سے نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ قمر الضیاء کا قتل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حکام پاکستان میں معصوم احمدیوں کا تحفظ کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ اگر مقتول کے قتل پر اکسانے والوں کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی تو اس واقعے کو روکا جا سکتا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حملہ آوروں کو گرفتار کیا جائے اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

انگریزی سے ترجمہ بشکریہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان، ربوہ)

تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف احتجاج

بنوں ڈسٹرکٹ کونسل ملازمین نے تنخواہوں کی عدم ادائیگی کے خلاف سڑکوں پر آنے اور میونسپل سروسز بند کرنے کی دھمکی دے دی۔ ڈسٹرکٹ کونسل ملازمین کا ایک احتجاجی اجلاس زیر صدارت غلام دیاز سکندری بمقام میونسپل لائبریری منعقد ہوا۔ اجلاس میں ملازمین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے غلام دیاز سکندری، ظاہر شاہ، اللہ نواز، حاجی گل ریاض، عباس خان اور قیوم خان نے کہا کہ ڈسٹرکٹ کونسل ملازمین پہلے ہی ایڈجسٹمنٹ کے سنگین مسئلے سے دوچار ہیں دوسری طرف ملازمین کو گذشتہ دو ماہ سے تنخواہوں کی ادائیگی نہیں نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے ملازمین کو شدید مالی مسائل کا سامنا ہے۔ مقررین نے کہا کہ ملازمین کے ساتھ ٹی ایم او تحصیل ڈومیل کا رویہ غیر منصفانہ ہے جسکی وہ پُرزور مذمت کرتے ہیں۔

(نامہ نگار)

سکیورٹی کو درپیش خطرات کا ازالہ

آئی۔اے۔رحمٰن

لاہور ادبی میلہ (ایل ایل ایف) کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہو گیا ہے۔اس کے منعقد ہونے کے متعلق پائی جانے والی غیر یقینی صورتحال اور لوگوں کی خوف کا سامنا کرنے کی صلاحیت کے بارے میں موجود شکوک وشبہات سے یہ تقریب اور بھی زیادہ پُرلطف ہو گئی۔تاہم، سکیورٹی خطرات سے نبٹنے کے طریقہ کار پر سنجیدہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

نومبر 2015ء سے صوبائی دارالحکومت میں منعقد ہونے والی مذہبی اور ثقافتی تقریبات پر سکیورٹی کو یقینی بنانے کے حوالے سے پنجاب حکومت کی کارکردگی بہتر رہی ہے۔تاریخ، فن اور ثقافت پر تھاپ کانفرنس قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو فکرمند کیے بغیر نجی مقام پر منعقد ہوئی۔پھر الحمراء میں تین بڑی تقاریب کا انعقاد کیا گیا: فیض فیسٹیول، خیال فیسٹیویل اور سب سے آخر میں لاہور آرٹ کونسل کی اپنی عظیم الشان تقریب۔ایل ایل ایف سے صرف چند دن قبل اوپن ایئر تھیٹر میں فیض امن میلہ منعقد کیا گیا۔چونکہ لاہور کبھی بھی انتہا پسندوں کی دھمکیوں سے محفوظ نہیں رہا اس لیے انتظامیہ ان تمام تقاریب پر سکیورٹی کو یقینی بنانے پر ستائش کی مستحق ہے۔

یہ چیز سمجھ سے بالاتر ہے کہ حکام نے خوف کی فضا پیدا کر کے ایک ایسے فیسٹیول کو متاثر کیوں کیا جو نہ صرف لاہور شہر بلکہ عموی طور پر پورے ملک کے لیے قابل فخر تقریب بن چکی ہے۔

یہ فرض کر کے کہ دھمکیاں دینے والوں کے پاس ایل ایل ایف کے مہمانوں یا شرکاء کو نشانہ بنانے کی کوئی خاص وجہ ہے، حکام نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا کہ آواری ہوٹل میں سکیورٹی کو یقینی بنانا ممکن جبکہ الحمراء میں ناممکن تھا اور انہوں نے غیر ملکی مہمانوں کی تعداد کا تعین کیسے کیا جنہیں وہ تحفظ فراہم کر سکتے تھے۔ان سوالات کے درست جوابات سے ہی یہ نتیجہ نکل سکے گا کہ حکام انتہا پسندوں کے عزائم سے امکان کی حد سے بھی زیادہ آگاہ تھے۔

اس قسم کی صورتحال میں درج ذیل نکات پر غور کرنے کی ضرورت ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں: خطرات زدہ تقریب کی اہمیت اور اس کی منسوخی کے اثرات۔

پہلے سوال کا جواب ایل ایل ایف کے شرکاء کی طرف سے سامنے آ گیا تھا۔اس حقیقت کو جاننے کے لیے کسی تفصیلی مقالے کی ضرورت نہیں کہ ادب، فن اور ثقافت لوگوں کو خود شناسی کرانے خاص طور پر کشیدگی اور مایوسی کے اوقات میں انہیں معقولیت برقرار رکھنے میں انتہائی مددگار ثابت ہوتے ہیں۔چنانچہ، ایل ایل ایف کو ایک ناگزیر سرگرمی کے طور پر لیا جانا چاہیئے تھا اور اس کا تحفظ اور حوصلہ افزائی کرنے کی ضرورت تھی۔

جہاں تک ایل ایل ایف جیسی بڑی سرگرمی کو منسوخ کرنے کی قیمت کا تعلق ہے، منتظمین کے اخراجات میں اضافے کے علاوہ، لوگوں کو جو قیمت ادا کرنا پڑی، اس کا اندازہ جائے تقریب کی تبدیلی اور سرگرمیوں میں تخفیف کے نتائج سے لگایا جا سکتا ہے۔

کئی افراد نے محسوس کیا کہ تمام لوگوں کے لیے قابل رسائی ثقافتی مقام سے صرف امراء کے لیے قابل رسائی ہوٹل میں پروگرام کی منتقلی سے عام لوگوں کے لیے میلہ (فیسٹیول) کی دلکشی کم ہو گئی تھی۔میلہ کو تین دن کی بجائے دو دن تک محدود کرنے سے شیڈول سے بعض سرگرمیاں حذف کرنا پڑیں۔

یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہر دھمکی کو سنجیدہ لیا جائے چاہے اس کا ہدف کوئی عوامی شخصیت، کوئی ریاستی ادارہ یا کوئی نجی ادارہ ہو۔یہ بھی واضح ہے کہ حکومت اور خطرے میں گھرے شہریوں کو ممکنہ حد تک مستحکم سکیورٹی سسٹم تشکیل دینے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔شہریوں کے لیے پریشانی کا ایک سبب حکام کا بے ضابطہ طرز عمل بھی ہے جس کے باعث وہ بعض اوقات سکیورٹی کی مکمل ذمہ داری اس فریق پر ڈال دیتے ہیں جو کہ خطرے کی زد میں ہوتا ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ پنجابی زبان اور ادب سے متعلقہ سرگرمیاں منسوخ کر دی گئی تھیں جو کہ بہت بڑا خسارہ ہے۔لاہور میں منعقد ہونے والے فیسٹیول میں پنجاب کے ادبی خزانے اور ثقافت کو جگہ نہ ملنا ناقابل یقین امر ہے اور پنجاب حکومت کو اس کی جزوی ذمہ داری قبول کرنی چاہیئے۔

اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ دہشت گردی کے خطرات سے نبٹنے کے لیے منطقی بیانیہ تشکیل دیا جائے۔یہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ ہر دھمکی کو سنجیدہ لیا جائے چاہے اس کا ہدف کوئی عوامی شخصیت، کوئی ریاستی ادارہ یا کوئی نجی ادارہ ہو۔یہ بھی واضح ہے کہ حکومت اور خطرے میں گھرے شہریوں کو ممکنہ حد تک مستحکم سکیورٹی سسٹم تشکیل دینے کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے۔شہریوں کے لیے پریشانی کا ایک سبب حکام کا بے ضابطہ طرز عمل بھی ہے جس کے باعث وہ بعض اوقات سکیورٹی کی مکمل ذمہ داری اس فریق پر ڈال دیتے ہیں جو کہ خطرے کی زد میں ہوتا ہے۔

بینکوں اور پٹرول پمپوں کو جس طرح انتظامیہ کے تشکیل شدہ سکیورٹی منصوبوں کے لیے اخراجات ادا کرنے کا حکم دیا گیا، جس طریقے سے اسکولوں کو سکیورٹی کی ضروریات پورا کرنے کا حکم دیا گیا یا بعض افراد کو بیرون ملک چلے جانے کا کہا گیا...... یہ واقعات حکام کے مذکورہ طرز عمل کی محض چند مثالیں ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کی ایک واضح خامی یہ ہے کہ کمیونٹی خود کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوئی کردار ادا نہیں کر رہی۔ایک وقت تھا جب فرقہ وارانہ تصادم یا مسلح جرائم پیشہ گروہوں کے خلاف بستیاں اجتماعی دفاع کے لیے خود کو منظم کرتی تھیں۔اسی قسم کے اقدامات کی اطلاعات ماضی قریب میں بعض قبائلی علاقہ جات سے بھی موصول ہوتی رہی تھیں۔تاہم، اب شہروں یا دیہاتوں سے اس قسم کے اقدامات کی اطلاعات کبھی موصول نہیں ہوتیں۔

کیا مقامی آبادیاں دہشت گردی کے خلاف جنگ کی ضرورت یا جواز سے لاعلم ہیں؟ مساجد اور مزار دہشت گردانہ حملوں کے نشانے پر ہیں۔کیا یہ ممکن نہیں کہ ان مساجد اور مزارات کو انتہا پسندی کے خلاف مزاحمتی مراکز بنایا جائے؟ اگر قانون نافذ کرنے والے اداروں اور دہشت گردوں کا نشانہ بننے والوں کو مقامی آبادیوں کا تعاون حاصل نہیں ہوتا تو ان کو درپیش خطرہ اس سے کہیں بڑا ہو گا جس کا عموماً خیال کیا جاتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف بیانیہ تشکیل نہ دینے کا ایک انتہائی ناقابل برداشت نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حکام مجموعی طور پر عوام کو اس بات پر آمادہ نہیں کر پا رہے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کو اپنے ایک اچھے نصب العین کے طور پر اپنائیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایک حد تک ہی انتہا پسندوں کی دھمکیوں کے ہاتھوں عام زندگی کو مفلوج ہوتے ہوئے برداشت کیا جا سکتا ہے۔فرض کریں کہ حکام کو لاہور میں سول سیکرٹریٹ یا اسلام آباد میں ایوان پارلیمان پر ممکنہ حملے کی معلومات موصول ہوتی ہیں۔کیا یہ ادارے بند کر دیے جائیں گے؟

یہ نہ بھولیں کہ سکیورٹی کو درپیش خطرات کے پیش نظر جب بھی کوئی عوامی تقریب منسوخ کی گئی، یا کسی اسکول کو بند کیا گیا یا کسی عوامی شخصیت کو بیرون ملک جانے کا کہا گیا تو انتہا پسندوں کو ایک ایسی فتح سے ہمکنار کیا گیا جس کے وہ مستحق نہیں تھے۔ شہریوں اور سرکاری/نجی اداروں کی طرف سے بطور احتیاط کیے گئے اقدامات اور اپنے شہریوں کے تحفظ کے لیے ریاست پر عائد فرائض میں توازن ہونا چاہیئے۔جو ریاست اپنے شہریوں کو خوف سے آزادی کا یقین نہیں دلاتی وہ درحقیقت انہیں زندگی کا حق دینے سے انکار کر رہی ہوتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

ہاریوں کی بازیابی

سانگھڑ جھول پولیس نے عدالتی حکم پر زمیندار علی حسن مری کی زمینوں پر چھاپہ مار کر 27 ہاری بازیاب کرا لیے۔ بالم بھیل نے سیشن کورٹ سانگھڑ میں درخواست دائر کی تھی کہ زمیندار علی حسن مری اس کے عزیز واقارب سے زبردستی اپنی زمینوں پر کام کروا رہا ہے۔ ان کو کام کا کوئی معاوضہ بھی نہیں دیا جاتا۔ رات کے وقت مسلح پہرداروں کو بھی ان کے اوپر مسلط کر دیا جاتا ہے جس پر سیشن جج سانگھڑ نے جھول پولیس کو حکم دیا کہ متاثرہ لوگوں کو آزاد کروا کر عدالت میں پیش کیا جائے۔ جھول پولیس نے 27 افراد کو رہا کروا کر سیشن کورٹ سانگھڑ کی عدالت میں پیش کیا۔ عدالت نے ان کے بیان سننے کے بعد انہیں اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔

(ابراہیم خلجی)

حیدرآباد: 16 فروری: ایچ آر سی پی نے سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے تعاون سے اصلاحات کے مطالبے کے حق میں ایک پرامن ریلی منعقد کی۔

تاجر کا قتل

ٹوبہ ٹیک سنگھ تاجر کو نامعلوم افراد نے اغوا کے بعد قتل کر کے نعش سڑک کنارے پھینک دی۔ گوجرہ کے چک 241 گ ب بہرام کے نادر حسین نے شہر موڑ ریلوے روڈ پر سپر سنٹر بنا رکھا تھا جو 3 فروری کو اچانک غائب ہو گیا۔ تلاش کے باوجود بھی نادر نہ مل سکا جسے نامعلوم افراد نے اغوا کرنے کے بعد تشدد کر کے قتل کر دیا اور رات کو نعش سمندری روڈ محلّہ علی پارک کے قریب سڑک کنارے پھینک دی۔ اہل محلّہ نے نعش کی اطلاع سٹی پولیس کو دی جس نے نعش تحویل میں لے کر پوسٹ مارٹم کرانے کے بعد نعش ورثا کے حوالے کر دی ہے۔

(اعجاز اقبال)

گولیوں سے چھلنی 6 لاشیں برآمد

چمن 18 فروری کو افغانستان کی سرحد سے منسلک صوبہ بلوچستان کے علاقے چمن سے 6 افراد کی لاشیں برآمد کی گئیں۔ پولیس کے مطابق 3 افراد کی لاشیں چمن کے علاقے شکھا درا سے برآمد کی گئیں جبکہ ایک لاش توبہ اچکزئی سے برآمد ہوئی۔ چاروں افراد کو گولیوں کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا گیا، جن کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے سول ہسپتال چمن منتقل کیا گیا۔ ابتدائی طور پر لاشوں کی شناخت اور انہیں ہلاک کیے جانے کی وجوہات معلوم نہیں ہو سکیں۔ لاشیں برآمد ہونے کے بعد پولیس کے سینئر حکام شکھا درا پہنچے اور جائزہ لینے کے بعد واقعے کی تحقیقات کی ہدایت کی۔ چمن کے علاقے دلسورا کاریز میں بھی دو افراد کو فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ نامعلوم موٹر سائیکل سوار ملزمان گاڑی پر فائرنگ کر کے موقع سے فرار ہو گئے۔ پولیس اور لیویز اہلکاروں نے جائے وقوعہ پر پہنچ کر لاشوں کو سول ہسپتال منتقل کیا، جبکہ حملے کی ذمہ داری تاحال کسی نے قبول نہیں کی۔ واضح رہے کہ گزشتہ چند سالوں کے دوران چمن میں کم شدت کے بم دھماکوں اور تشدد زدہ لاشیں ملنے کے کئی واقعات پیش آ چکے ہیں۔

(نامہ نگار)

فائرنگ سے قبائلی رہنما سمیت تین افراد ہلاک

بارکھان پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دو مختلف علاقوں میں فائرنگ کے واقعات میں ایک قبائلی رہنما اور ایک سرکاری اہلکار سمیت تین افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ قبائلی رہنما کی ہلاکت کا واقعہ 16 فروری کی شب ضلع بارکھان میں پیش آیا۔ بارکھان انتظامیہ کے ذرائع کے مطابق نامعلوم افراد نے دولائی کے علاقے میں ایک قبائلی رہنما موزان مری کے گھر پر حملہ کیا۔ اس حملے میں قبائلی رہنما سمیت دو افراد ہلاک ہوئے۔ قبائلی رہنما کا شمار حکومت کے حامیوں میں ہوتا تھا۔ اس واقعے کی ذمہ داری کالعدم عسکریت پسند تنظیم بلوچ لبریشن آرمی نے قبول کی ہے۔ ادھر ایران سے متصل ضلع پنجگور میں پولیس کے مطابق فائرنگ کے ایک اور واقعے میں محکمہ پولیس کا ایک نائب قاصد ہلاک ہوا ہے۔ پولیس نائب قاصد کو ہلاک کرنے کے محرکات تاحال معلوم نہیں ہو سکے ہیں۔

(نامہ نگار)

مغوی کی رہائی کا مطالبہ

شہداد کوٹ 11 فروری کو شہداد کوٹ سے اغواء ہونے والے تحصیل نصیرآباد کے تاج برکت علی کی بازیابی کے لیے شہریوں اور مغوی ورثاء نے 25 فروری کو احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین کے ہاتھوں میں پلے کارڈز اور بینرز تھے جن پر 'مغوی برکت علی کو آزاد کرو' جیسے نعرے درج تھے۔ اس موقع پر قومی عوامی تحریک کے رہنماؤں اور شہریوں سمیت ورثاء محمد رفیع لغاری، عنایت تونیو، اسداللہ اور مغوی کے بھائی احمد علی نے صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے بتایا کہ شہداد کوٹ پولیس مغوی برکت لوڈرو کو ابھی تک بازیاب کروانے میں ناکام ہے۔ انہوں نے کہا کہ اغواء میں ملوث ملزمان انہیں دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ مغوی کو تاوان نہ ملنے کی صورت میں قتل کر دیں گے۔ مظاہرین نے آخر میں پریس کلب کے سامنے ہڑتال کی جس میں شہریوں نے بھرپور شرکت کی۔ انہوں نے اعلیٰ حکام سے مغوی برکت علی کو بازیاب کرا کے اغواء میں ملوث افراد کو گرفتار کر کے قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(ندیم جاوید)

دکان میں دھماکہ، دو افراد ہلاک

بنوں پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے ضلع بنوں میں حکام کا کہنا ہے کہ ایک دکان میں ہونے والے بم دھماکے میں دو افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ بنوں پولیس کے مطابق یہ دھماکہ 8 فروری کی صبح تقریباً ساڑھے سات بجے بنوں شہر سے تقریباً 15 کلومیٹر دور نواحی علاقے ناوید میں ہوا۔ دھماکہ گاڑیوں کی پنکچر لگانے والی ایک دکان میں اس وقت ہوا جب دکان کے مالک تالا کھول کر شٹر اٹھا رہے تھے۔ یاد رہے کہ جس علاقے میں دھماکہ ہوا ہے وہ نیم خودمختار قبائلی علاقے ایف آر جانی خیل کے قریب واقع ہے جہاں پہلے بھی بم دھماکے اور خودکش حملے ہوتے رہے ہیں۔ ضلع بنوں کی حدود قبائلی علاقے شمالی وزیرستان اور نیم خودمختار قبائلی علاقے ایف آر بنوں سے ملی ہوئی ہے۔ قبائلی علاقے سے متصل ہونے کی وجہ سے یہ ضلع انتہائی حساس رہا ہے جہاں سکیورٹی فورسز اور پولیس اہلکار اکثر اوقات شدت پسندوں کے نشانے پر رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

ترقی غیر ہم آہنگی کو فروغ دے رہی ہے

ڈاکٹر پرویز طاہر

بلوچستان پاکستان کا ایک انتہائی پسماندہ صوبہ ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے کہ اسے ترقیاتی منصوبوں، خاص طور پر بڑے ترقیاتی منصوبوں سے خطرہ لاحق ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں، سب اچھی طرح جانتے ہیں۔ ایک ایسا صوبہ جہاں کل شرح خواندگی 43 فیصد، پرائمری اسکولوں میں داخلے کی شرح 39 فیصد اور میٹرک میں داخلے کی شرح صرف 5 فیصد ہے، وہاں کے نوجوانوں کے پاس ان بڑے منصوبوں سے پیدا ہونے والے روزگار کے ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے تعلیمی بنیاد موجود نہیں ہے جن کے لئے ہنرمند افراد کی ضرورت ہے۔ سرکاری اندازے کے مطابق 20 سے 24 سال کی عمر کے افراد میں روزگار کی شرح 10.4 فیصد ہے۔ قدرتی طور پر یہ ملازمتیں اور کاروباری مواقع دیگر صوبوں کے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کریں گے جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے۔ ایک ایسا علاقہ جس کا رقبہ پاکستان کے کل رقبے کا تقریباً نصف ہے لیکن آبادی پاکستان کی کل آبادی کا صرف پانچ فیصد ہے، وہاں کے مقامی لوگوں کو اس بات کا خدشہ ہے کہ وہ اپنے ہی علاقے میں اقلیت بن کر رہ جائیں گے۔

اس پس منظر میں، اسی اخبار میں 6 فروری 2016ء کو جاری ہونے والی رپورٹ میں شامل یہ خبر خوش آئند ہے کہ گوادر پورٹ اتھارٹی مقامی لوگوں کو بندرگاہ اور علاقے سے متعلق مفت تربیت مہیا کرنے کے لئے ایک فنی ادارہ قائم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ یہ کہانی اس مصنف کو ماضی میں لے گئی۔ جنزل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف کی بغاوت کے بعد معیشت تباہ ہو چکی تھی اور ملک تنہائی کا شکار ہو چکا تھا۔ یہ ایک ایسی صورتحال تھی جو ہماری امداد کی عادی بیوروکریسی کو حواس باختہ کر دینے کے لئے کافی تھی۔ اس وقت تک یہ کسی حوصلہ افزا خبر کے انتظار میں تھی جو اسے جلد ہی اپنے سدا بہار دوست چین کی شکل میں مل گئی۔ وزیراعظم وو بانگوؤ نے مارچ 2002ء میں گوادر بندرگاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ سینٹرل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی (سی ڈی ڈبلیو پی) کی جانب سے اس منصوبے کی منظوری کے وقت اس مصنف نے مقامی لوگوں کو بندرگاہ سے متعلق تربیت فراہم کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کرنے کی تجویز دی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ انہیں بندرگاہ کی تعمیر کے دوران اور تعمیر کے بعد درکار افرادی قوت مہیا کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔ باقی سب تاریخ کا حصہ ہے۔ اس تجویز پر عمل درآمد تو دور کی بات، اس کو زیرغور بھی نہیں لایا گیا۔ پھر نائن الیون کے بعد انکل سام واپس لوٹ آئے۔ بندرگاہ کو سنگاپور کے حوالے کر دیا گیا۔

مقامی افراد کے لئے فنی ادارے کا تصور درست سمت میں ایک قدم ہے اگرچہ اس میں کافی تاخیر کی گئی ہے۔ تاہم تصورات سے نتائج حاصل کرنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے اس کی چھان بین کی لیکن مجھے اس میں کوئی حوصلہ افزا بات نظر نہیں آئی۔ اس منصوبے کو چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) کے پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ پروگرام (پی ایس ڈی پی) برائے 2014-15ء میں شامل کر لیا گیا۔ مجموعی طور پر ایک ارب روپے کی رقم کی نشاندہی کی گئی لیکن اخراجات اور غیر ملکی فنڈنگ کی تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ چونکہ ابھی تک اس منصوبے کی باقاعدہ منظوری نہیں دی گئی تھی اس لئے اعداد و شمار تصوراتی تھے۔

سیاسی مصلحت یا عجلت کے باعث پی ایس ڈی پی میں غیر منظور شدہ منصوبے بھی شامل ہو گئے ہیں۔ بعد ازاں سی ڈبلیو ڈی پی نے 19 اکتوبر 2014ء کو 98 کروڑ چالیس لاکھ روپے کی تخفیف شدہ رقم کی منظوری دے دی۔ 2014-15ء میں اس ضمن میں کوئی بھی فنڈ جاری نہیں کئے گئے۔ پی ایس ڈی پی 2014-15ء میں بھی اس منصوبے کے لئے اتنی ہی رقم رکھی گئی ہے لیکن اس میں چین کی جانب سے دی گئی 83 کروڑ چونسٹھ لاکھ روپے کی اضافی رقم بھی شامل ہے۔ اب منصوبہ بندی کمیشن کی ویب سائٹ یہ بتاتی ہے کہ سی پیک منصوبے کے تحت گوادر میں ایک کروڑ روپے کی لاگت سے ایک ٹیکنیکل اور فنی ادارہ قائم کیا جائے گا۔ 4 فروری تک شائع کی گئیں تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ اس منصوبے کے لئے کسی قسم کے فنڈ جاری نہیں کئے گئے۔ یہ بات درست ہے کہ منصوبہ بندی کمیشن صرف مختص کی گئی رقم کے بارے میں معلومات دیتا ہے۔ غیر ملکی مالی معاونت کی مد میں ادائیگیاں کرنا شعبہ امور مالیات (ای اے ڈی) کی ذمہ داری ہے۔ ای اے ڈی نے ابھی تک کسی قسم کی ادائیگی نہیں کی۔ درحقیقت، ای اے ڈی نے غیر ملکی معاونت سے چلنے والے منصوبوں کے لئے جو بجٹ تیار کیا ہے اس میں گوادر میں ٹیکنیکل اور فنی ادارے کا قیام شامل نہیں۔ ابھی تک صرف گوادر پورٹ اتھارٹی نے ایک ایسے منصوبے پر جو لوگوں کو تقسیم کرنے کی بجائے متحد کرنے کی اہلیت رکھتا ہے دس لاکھ روپے کی ''شاہانہ'' رقم خرچ کی ہے!

ایسے منصوبوں کے ساتھ، ترقی صرف غیر ہم آہنگی میں اضافہ کرے گی۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ایکسپریس ٹریبیون)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

بارودی مواد پھٹنے سے سات افراد جاں بحق

خضدار ضلع خضدار میں ایک مکان میں رکھا گیا بارودی مواد پھٹنے سے سات افراد ہلاک اور 14 زخمی ہوگئے ہیں۔ حکام کے مطابق یہ واقعہ تحصیل نال کے خیث چک نامی گاؤں میں 24 فروری کو پیش آیا۔ ڈپٹی کمشنر خضدار کی جانب سے جاری ہونے والے پریس نوٹ کے مطابق اس گاؤں میں حادثاتی طور پر بھڑکنے والی آگ نے جب ذخیرہ کیے گئے بارودی مواد کو لپیٹ میں لیا تو زوردار دھماکا ہوا۔ حکام کے مطابق بارودی مواد پھٹنے اور آگ کی زد میں آکر جھلسنے سے اب تک سات افراد کی ہلاکت کی تصدیق ہوئی ہے جن میں دو خواتین اور دو بچے بھی شامل ہیں۔ حادثے میں زخمی ہونے والوں میں بھی تین خواتین، چار بچے اور سات مرد شامل ہیں جن کا تعلق تحصیل نال سے ہی ہے۔ اس واقعے کی اطلاع ملتے ہی لیویز کے اہلکار جائے حادثہ پر پہنچے اور زخمیوں کو نال اور خضدار کے سول ہسپتال منتقل کیا۔ ماضی میں بھی جان لیوا حادثات پیش آتے رہے ہیں۔

(نامہ نگار)

ایک شخص کی نعش برآمد

پشاور 14 فروری کو بڈھ بیر پولیس سٹیشن کی حدود میں ماما خیل کے علاقہ سے ایک نوجوان کی نعش برآمد ہوئی۔ مقتول کی شناخت 22 سالہ کلیم اللہ کے نام سے ہوئی جو شیخ محمدی کا رہائشی تھا۔ پولیس سے موصول ہونے والی اطلاعات کے مطابق وہ ایک کالعدم شدت پسند تنظیم کا سرگرم کارکن تھا۔ پولیس نے نعش کو تحویل میں لے لیا اور واقعہ کی ایف آئی آر درج کرلی ہے۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر آفس)

نوجوان کو قتل کردیا

فیصل آباد 17 فروری کو تھانہ ملت ٹاؤن کے علاقہ میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے ایک نوجوان کو قتل کر دیا۔ پولیس کے مطابق ملت ٹاؤن کے نواحی علاقے چک 121 ج ب کا رہائشی محمد اعظم اپنے گھر سویا ہوا تھا کہ نامعلوم موٹرسائیکل سواروں نے بیٹھک میں گھس کر اسے گولیاں مار کر قتل کر دیا اور مقتول کی نعش قریبی کھیتوں میں پھینک کر فرار ہوگئے۔ قتل کی اطلاع ملنے پر تھانہ ملت ٹاؤن کی پولیس موقع پر پہنچ گئی۔ پولیس کی جانب سے پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد مقتول کی نعش ورثا کے حوالے کر کے ملزموں کی تلاش شروع کر دی گئی ہے۔

(میاں نوید)

ترقیاتی کاموں کی جلد تکمیل اور سینیٹری ورکرز کی بھرتی کا مطالبہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال میں جاری ترقیاتی کام کے باعث اٹھنے والی دھول مریضوں کی مشکلات کا باعث بن گئی ہے۔ مریضوں اور ان کے لواحقین نے مطالبہ کیا ہے کہ تعمیراتی کام جاری رکھنے کی صورت میں صفائی کا مناسب بندوبست کیا جائے۔۔ ہسپتال میں دیواروں کے ساتھ لگائے جانے والے پتھر کی رگڑائی کے دوران اڑنے والی دھول نے وارڈز میں داخل مریضوں کو اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہسپتال میں داخل مریضوں کی شکایت پر پتھر کی رگڑائی فی الحال تو بند کروائی گئی ہے مگر ہسپتال میں سینٹری ورکروں کی متعدد خالی آسامیوں کے باعث وہاں صفائی کی صورت حال بھی ابتر ہے۔ ہسپتال کے باتھ روم انتہائی گندے، کموڈ ٹوٹے ہوئے ہیں جب کہ وہاں پانی بھی میسر نہیں ہے۔ ڈی سی او اور ای ڈی او ہیلتھ سینٹری ورکر تعینات کرنے کے مجاز ہیں مگر نہ جانے کیوں ہسپتال میں سینیٹری ورکروں کی درجنوں آسامیاں خالی ہیں جس کے باعث وہاں صفائی کی صورت حال انتہائی ناقص ہے۔ مریضوں نے ڈی سی او عامر اعجاز اکبر اور ای ڈی او ہیلتھ ڈاکٹر نواز سے مطالبہ کیا ہے کہ ہسپتال میں فوری طور پر سینیٹری ورکروں کی تعیناتی کو یقینی بنایا جائے اور جاری ترقیاتی کاموں کو مریضوں کے آرام کو مدنظر رکھتے ہوئے جلد مکمل کروایا جائے۔

(اعجاز اقبال)

مہمند ایجنسی میں حملے، نو خاصہ دار اہلکار ہلاک

مہمند ایجنسی پاکستان میں وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقے مہمند ایجنسی میں حکام کا کہنا ہے کہ خاصہ دار فورس کے اہلکاروں پر ہونے والے دو الگ الگ حملوں میں نو اہلکار ہلاک ہوگئے ہیں۔ دونوں واقعات 17 اور 18 فروری کی درمیانی شب مہمند ایجنسی کی تحصیلوں یکہ غنڈ اور پنڈیالی میں پیش آئے۔ انھوں نے کہا کہ پہلا واقعہ اس وقت پیش آیا جب شمسی توانائی سے چلنے والے ٹیوب ویل پر تعینات خاصہ دار فورس کے دو اہلکاروں پر مسلح افراد کی طرف سے فائرنگ کی گئی جس میں دونوں اہلکار ہلاک ہوگئے۔ سرکاری اہلکار کے مطابق فائرنگ کا دوسرا واقعہ یکہ غنڈ سب ڈویژن کے علاقے کڑپہ میں رات گئے ہوا جب مسلح افراد نے خاصہ دار فورس کی ایک چیک پوسٹ پر اندھا دھند فائرنگ کر دی جس سے وہاں ڈیوٹی پر موجود سات اہلکار مارے گئے۔ مقامی صحافیوں کا کہنا ہے کہ مرنے والے اہلکاروں کی لاشیں ایجنسی ہیڈکوارٹر ہسپتال منتقل کر دی گئی ہے۔ ان دونوں حملوں کی ذمہ داری کالعدم تحریک طالبان پاکستان جماعت الاحرار گروپ نے قبول کر لی ہے۔ سرکاری اہلکاروں کا کہنا ہے کہ ان حملوں کے بعد علاقے میں سکیورٹی فورسز کی جانب سے بڑے پیمانے پر سرچ آپریشن کا آغاز کیا گیا ہے اور کئی مشتبہ افراد کو حراست میں لیا گیا ہے۔ سال جنوری میں خیبر ایجنسی اور پشاور سے ملحق سرحد پر قائم خاصہ دار فورس کی چوکی پر خودکش حملے میں دس افراد ہلاک ہوئے تھے۔ خیال رہے کہ مہمند ایجنسی میں سکیورٹی فورسز کی طرف سے کاروائیوں کے بعد سکیورٹی کی صورت حال پہلے کے مقابلے میں کافی حد تک بہتر بتائی جاتی ہے۔ تاہم سکیورٹی فورسز اور حکومتی حامی قبائلی سرداروں کو ہدف بنا کر قتل کے واقعات مسلسل ہوتے رہے ہیں۔ ان واقعات کی ذمہ داری وقتاً فوقتاً کالعدم شدت پسند تنظیمیں قبول کرتی رہی ہے۔ یہ امر بھی اہم ہے کہ مہمند ایجنسی میں ایک ہی رات میں دو واقعات میں نو اہلکاروں کی ہلاکت کا واقعہ بھی کافی عرصے کے بعد پیش آیا ہے۔ رواں سال جنوری میں قبائلی علاقے خیبر ایجنسی اور پشاور سے ملحق سرحد پر قائم خاصہ دار فورس کی چوکی پر خودکش حملے میں اسسٹنٹ لائن افسر اور قبائلی صحافی سمیت دس افراد ہلاک 23 زخمی ہوئے تھے۔ نامہ نگار عزیز اللہ خان کے مطابق خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ کے علاقے شب قدر میں پولیس کے مطابق نامعلوم افراد نے حیوانات کے ایک شفا خانے کو دھماکہ خیز مواد سے اڑا دیا۔ پولیس کے مطابق یہ واقعہ تھانہ سرو کلی کی حدود میں حبیب اللہ کلی میں پیش آیا، تاہم عمارت خالی ہونے کے باعث کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

(نامہ نگار)

لا پتہ ہندوستانی شہری کے والدین کے لیے اُمید کی کرن

دہلی پاکستان آرمی کی جانب سے یہ تسلیم کئے جانے کے بعد کہ ہندوستانی انجینئر حامد انصاری ان کی تحویل میں ہے اور اس کا کورٹ مارشل کیا جا رہا ہے، اس کے پریشان والدین کو اب امید کی ایک کرن دکھائی دیتی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے تیس سالہ بیٹے کو سفارتی رسائی دی جائے۔ حامد، جو اپنی محبت کو ہاٹ سے تعلق رکھنے والی ایک لڑکی کو اپنے ساتھ لانے کے لئے گھر سے نکلا تھا، اس کی تلاش کے لئے تین سال تک ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ دوڑ کرنے کے بعد اس کی ماں فوزیہ انصاری فائلوں کے انبار کو دیکھ کر مسکرانے کے سوا اور کچھ نہیں کرسکتی۔ یہ فائلیں اقوام متحدہ، ریڈ کراس، ہندوستان کے صدر، اور دونوں ممالک کے وزرائے اعظم کو لکھے گئے خطوط پر مشتمل ہیں۔ گیتا کے کیس کے بعد ان کی امیدیں اور بڑھ گئی ہیں جس نے 10 سال پہلے غلطی سے سرحد عبور کرلی تھی اور اب وہ ہندوستان لوٹ آئی تھی۔ ان کی امیدیں بڑھنے کی ایک اور وجہ امور خارجہ کی یونین کی وزیر سشما سوراج کے ساتھ ہونے والی مثبت ملاقات ہے۔ 55' سالہ فوزیہ انصاری جو' پاکستانی ہائی کمیشن، وزارت امور خارجہ کے دفتر اور وکلاء سے''معمول کی ملاقاتوں'' کے لئے اپنے خاوند کے ساتھ ممبئی سے دہلی آئی ہیں کا کہنا ہے: ''ہمیں ایک ماہ پہلے سرکاری طور پر اطلاع دی گئی کہ حامد زندہ ہے۔ میں نے پاکستانی ہائی کمیشن کو خط لکھ کر درخواست کی ہے کہ ہمیں سفارت خانے تک رسائی دی جائے اور ہمیں ویزا جاری کیا جائے تاکہ ہم اس سے مل سکیں۔ وزارت امور خارجہ نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ کیس اب ان کے پاس ہے اور اس کی کاروائی مکمل ہونے میں 90 دن لگ سکتے ہیں۔ لیکن ہم تین ماہ سے زیادہ انتظار نہیں کرسکتے''۔ جب حامد انصاری نومبر 2012ء میں کابل ایئرپورٹ پر ملازمت کے انٹرویو کا بہانہ کرکے گھر سے نکلا تب سے انصاری خاندان کی زندگی یکسر تبدیل ہوگئی ہے۔ دراصل کابل اس کے کوہاٹ کے طے شدہ سفر کا عارضی پڑاؤ تھا جہاں وہ ایک لڑکی سے ملنا چاہتا تھا۔ ایک ایسا انتظام جس کا مشورہ اس کے چند پاکستانی دوستوں نے دیا تھا۔ انہوں نے مبینہ طور پر حامد کو افغانستان کی سرحد سے پاکستان داخل ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ حامد کے والد نہال انصاری جو بینک آف انڈیا میں اسسٹنٹ مینیجر تھے کا کہنا ہے: ''ہم جسمانی، ذہنی اور معاشی طور پر ٹوٹ چکے ہیں۔ ممبئی کے علاقے ورسوا میں ہمارا اپنا گھر تھا لیکن اب ہم کرائے کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے ہیں۔ میری زندگی کا واحد مقصد اپنے بیٹے کو گھر واپس لانا ہے، چنانچہ میں نے مئی 2014ء میں رضا کارانہ طور پر ریٹائرمنٹ لے لی۔ یہ ایک بڑا فیصلہ تھا کیونکہ میری ملازمت کے ابھی بھی تین سال باقی تھے''۔ اسی سال محترمہ فوزیہ انصاری جو ممبئی میں ایک جونیئر کالج میں ہندی کی لیکچرار کے طور پر کام کرتی ہیں، دہلی میں سڑک پار کرتے ہوئے حادثے کا شکار ہوگئیں جس کی وجہ سے ان کے ٹخنے کی سرجری کرنا پڑی۔ مسٹر نہال نے شکایت کی کہ حامد کے بڑے بھائی خالد انصاری جو ایک ڈینٹسٹ ہیں وہ اب شادی کرنے پر رضا مند نہیں۔ انہوں نے کہا ''میرے چھوٹے بیٹے نے 12 یا 15 نومبر کو واپس آنا تھا اور خالد کی شادی دسمبر میں طے تھی جو بعد میں منسوخ کردی گئی۔ اس وقت سے وہ اس بات پر مصر ہے کہ وہ اسی وقت شادی کرے گا جب اس کا بھائی واپس آئے گا''۔ مسٹر نہال اور ان کی اہلیہ نے دوپہر کا کھانا شروع کرنے سے پہلے بتایا کہ وہ اتوار کا دوپہر کا کھانا اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ وہ انہیں بتایا کرتے تھے کہ ''کسی کی مدد کرنا صدقہ ہے، اس سے ثواب ملتا ہے''۔ مسٹر نہال نے مزید کہا ''میرا خیال ہے اس نے ایک انتہائی قدم اٹھایا۔ حامد کو سمجھانے والا کوئی نہیں تھا۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اب بھی تفتیش کے دوران لڑکی کی ساکھ کو بچانے کے لئے اصل حقائق کو چھپائے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ پھر سے مصیبت میں پھنس جائے گا''۔ اگرچہ انصاری خاندان اپنے بیٹے تک سفارتی رسائی کے حصول کے لئے پرامید ہے تاہم پاکستان ہائی کمیشن کے ذرائع کا کہنا ہے کہ چونکہ یہ مقدمہ فوجی عدالت میں زیر سماعت ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس پر عام قانون کا اطلاق نہ ہو، اور حامد پر لگائے گئے الزامات اگرچہ مخفی تاہم ''بہت سنگین'' ہیں۔

فوجی عدالت نے حامد انصاری کو تین سال قید کی سزا سنائی ہے (ڈان 16 فروری)۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ دی ہندو)

خودکش حملے میں دس شہری ہلاک

کوئٹہ پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں واقع ضلع کچہری کے قریب 6 فروری کو ہونے والے خودکش بم دھماکے کے نتیجے میں کم از کم دس افراد ہلاک اور 40 سے زائد زخمی ہوگئے ہیں۔ سرکاری حکام کے مطابق 'دھماکہ اس وقت ہوا جب ایف سی کی ایک گاڑی ضلع کچہری کے سامنے سے گزر رہی تھی۔' حکام کا کہنا ہے کہ حملے میں فورسز کی گاڑیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ دھماکے کے نتیجے میں تین ایف سی اہلکار ہلاک جبکہ 15 زخمی ہوئے۔ دھماکے کے نتیجے میں راہ گیر بھی ہلاک ہوئے جن میں ایک خاتون بھی شامل ہیں۔ ڈی آئی جی آپریشنز سید امتیاز شاہ نے میڈیا سے گفتگو میں بتایا کہ خودکش بم دھماکے میں 10 سے 15 کلو دھماکہ خیز مواد استعمال ہوا۔ ڈی آئی جی کے مطابق حملے کی ذمہ داری کالعدم تحریکِ طالبان خراسانی گروپ نے قبول کی ہے۔ زخمیوں کو سول ہسپتال کوئٹہ میں منتقل کیا گیا ہے جبکہ شدید زخمیوں کو سی ایم ایچ کوئٹہ میں طبی امداد دی جا رہی ہے۔ بلوچستان حکومت کے ترجمان انور کاکڑ کے مطابق حملہ خودکش تھا جس میں سکیورٹی فورسز اور فرنٹیئر کور کی گاڑیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ انھوں نے بتایا کہ 'خودکش حملہ آور سائیکل پر سوار تھا۔ خیال رہے کہ ضلع کچہری کے نواح میں کوئٹہ پریس کلب اور مختلف سرکاری دفاتر موجود ہیں۔ نامہ نگار کے مطابق 'دھماکے کے نتیجے میں اردگرد موجود دفاتر اور عمارتوں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے۔' اس سے قبل سریاب کے علاقے میں نامعلوم افراد نے پولیس کی وین پر حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں ایک پولیس اہلکار ہلاک اور تین زخمی ہوئے۔ ادھر پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف نے کوئٹہ میں دہشت گردی کی کارروائی کی مذمت کی ہے اور انتظامیہ سے کہا ہے کہ وہ زخمیوں کو بہترین طبی امداد فراہم کریں۔

(نامہ نگار)

تین تشدد زدہ لاشیں برآمد

آواران پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع آواران سے تین افراد کی تشدد زدہ لاشیں برآمد کی گئی ہیں۔ آواران میں انتظامیہ کے ذرائع نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ تینوں لاشیں ضلع کی تحصیل مشکے سے 24 فروری کو برآمد کی گئیں۔ ذرائع کے مطابق تینوں افراد کو گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ لاشوں کی تاحال شناخت نہیں ہوسکی ہے اور نہ ہی ان کو ہلاک کرنے کے محرکات تاحال معلوم ہوسکے ہیں۔ اس ضلع سے پہلے بھی تشدد زدہ لاشیں برآمد ہوتی رہی ہیں۔ بلوچستان سے 2008ء میں تشدد زدہ لاشوں کی برآمدگی کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ محکمہ داخلہ حکومت بلوچستان کے مطابق گزشتہ سال بلوچستان کے مختلف علاقوں سے 129 افراد کی لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ لاپتہ افراد کے رشتہ داروں کی تنظیم وائس فار مسنگ بلوچ پرسنز کا کہنا ہے کہ بلوچستان سے برآمد ہونے والی لاشوں کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے۔ (نامہ نگار)

میڈیکل کالج کی رجسٹریشن کا مطالبہ

ڈیرہ غازی خان غازی خان میڈیکل کالج کے طلباء وطالبات نے چھ سال گزرنے کے باوجود پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل کونسل (PMDC) سے رجسٹریشن نہ ملنے پر احتجاجی مظاہرہ کیا اور کالج کے سامنے احتجاجی کیمپ لگایا۔ پنجاب حکومت نے 2010ء میں صوبہ بھر میں 4 نئے میڈیکل کالج قائم کیے تھے جن میں سے گوجرنوالہ میڈیکل کالج، سیالکوٹ میڈیکل کالج اور ساہیوال میڈیکل کالج کو PMDC نے رجسٹرڈ کر دیا ہے لیکن غازی خان میڈیکل کالج کے طلباء ابھی تک PMDC سے رجسٹریشن نہ ہونے پر اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان ہیں اور 6 سو سے زائد طلباء و طالبات کا مستقبل خطرے میں ہے۔ ان طلباء وطالبات جن کا فائنل ایئر مکمل ہونے میں صرف 3 دن باقی رہ گئے ہیں وہ اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان ہیں اگر PMDC نے فی الفور رجسٹریشن نہ کی تو وہ ہاؤس جاب بھی نہیں کرسکیں گے۔ غازی میڈیکل کالج کے طلباء وطالبات نے اپنے مطالبات کے حق میں غازی میڈیکل کالج کے سامنے احتجاجی کیمپ لگایا، اور پنجاب حکومت کے خلاف نعرے بازی کی۔ مظاہرہ میں شریک طلباء سلیمان امیر، اعجاز الدین، ریاض منور، محمد علی، حسان طاہر، کلیم اللہ، راؤ نعمان، عدنان فیض، سبطین فریال، ربعیہ جلالی، محمد سمیع، صدام اشرف، نبیل اکمل، شہاب، سعد علی، آغا محمد شہزاد، عارف حسین، فیاض عالم، حسان طاہر، حسان انور، کلیم اللہ، حسیب ممتاز، ودیگر کا کہنا تھا کہ پنجاب حکومت فی الفور اس مسئلہ پر توجہ دے۔ اس موقع پر فائنل ایئر کے طالبعلم نے کہا کہ انہوں نے انٹری ٹیسٹ کے ذریعے 40 ہزار طلباء میں سے میرٹ پر داخلہ حاصل کیا اور پنجاب بھر کے میڈیکل کالجوں میں بہترین نتائج ہمارے کالج کے ہیں اور صوبہ میں 90 فیصد سے زائد رزلٹ آتا رہا ہے۔ مگر اس کی رجسٹریشن میں تاخیری حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ یہ کالج نہ صرف ڈیرہ ڈویژن بلکہ ملحقہ بلوچستان اور سکردو کے علاقے کے لوگوں کیلئے بھی طبی سہولتوں کی فراہمی کا واحد ذریعہ ہے۔ طلباء وطالبات نے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف، وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور گورنر پنجاب رفیق رجوانہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کا مسئلہ ترجیحی بنیادوں پر حل کرائیں۔ اس موقع پر کیمپ میں موجود طلباء نے ملی نغمے اور ترانے گا کر انوکھا احتجاج کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ غازی میڈیکل کالج میں تدریسی عملے کو مکمل کر کے اس کی فوری رجسٹریشن کرائی جائے۔ دریں اثناء ینگ ڈاکٹرا یسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر یاسر بھٹی، ڈاکٹر زوہیب بزدار اور دیگر نے طلباء سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے مظاہرہ میں شرکت کی اور کالج ہذا کی فی الفور رجسٹریشن کا مطالبہ کیا۔ (شیر افگن)

خاکروبوں کی ملازمتیں صرف مذہبی اقلیتوں کے لئے مخصوص کیوں ہیں

----- پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کی جانب سے یہ اشتہار دیا گیا تھا کہ صرف غیر مسلم خاکروب کی ملازمت کے لئے درخواست دینے کے اہل ہوں گے۔ اس اشتہار کو غیر مسلموں کی تذلیل سمجھا گیا؛ یہاں لفظ غیر مسلم عام طور پر مسیحیوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اشتہارات ملک بھر میں تقسیم کئے گئے اور پاکستان کی مسیحی برادری نے اس پر شدید غم وغصے کا اظہار کیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کم درجے کی ملازمتیں خاص طور پر مسیحیوں کے لئے مخصوص کی گئی ہیں۔ بی بی سی نے اس حوالے سے جب پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے میڈیکل سپریٹنڈنٹ سے رابطہ کیا تو انہوں نے ملازمت کے اشتہار میں استعمال کئے گئے شرمناک الفاظ کی وضاحت کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان اشتہارات کی تشہیر میں ان کا کوئی کردار نہیں تھا۔ انہوں نے بتایا کہ: ''یہ اشتہارات حکومت پنجاب کی جانب سے جاری کئے گئے تھے۔ آپ سیکریٹری ہیلتھ پنجاب سے کیوں نہیں پوچھتے؟'' تاہم جب سیکریٹری ہیلتھ پنجاب سے رابطہ کیا گیا اور ان سے اس متنازعہ اشتہار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ چونکہ قومی ادارہ برائے امن وانصاف (این سی جے پی) پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے لئے کام کرتا ہے، اس لئے اس نے اس اشتہار کی شدید مذمت کی ہے۔ این سی جے پی کے سیسل شین چودھری نے کہا ہے کہ یہ اشتہار حکومت پنجاب کے دہرے معیار اور امتیازی سلوک کو ظاہر کرتا ہے۔ سیسل چودھری کا کہنا تھا کہ: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسی ادنیٰ ملازمتیں صرف مسیحیوں کے لئے ہیں اور معاشرے کی نظر میں وہ صرف مخصوص قسم کے کام انجام دے سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ مسلمانوں کو بھی امتیاز کا نشانہ بنا رہے ہیں کیونکہ وہ ان اسامیوں کے لئے درخواست جمع نہیں کر سکتے''۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ قومی کمیشن برائے امن وانصاف)

قبائلی کشیدگی سے سکول بند

جھل مگسی ضلع جھل مگسی کے علاقے گاجان میں لاشاری قبیلہ کے دو گروپوں میں کشیدگی کی وجہ سے یونین کونسل ہنری کے درجنوں پرائمری سکول و مڈل سکول اور ایک ہائی سکول دو ماہ سے بند ہیں۔ کشیدگی بدستور جاری ہے۔ یونین کونسل ہنری کے تمام لوگ تجارتی شہر گنداوہ کو آنے والی سڑک استعمال نہیں کر رہے۔ اس کشیدگی میں دو افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ اور راستہ بند ہے۔ اس سلسلہ میں مقامی انتظامیہ کی جانب سے کوئی موثر اقدام نہیں کیا جا رہا۔ بچوں کی تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے۔ لوگ خوف وہراس میں مبتلا ہیں۔ اگر اس کشیدگی کو فوری حل نہیں کیا گیا تو یہ بڑی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ حالانکہ پولیس کے چند اہلکار وہاں موجود ہیں مگر وہ امن وامان بحال کرنے میں ناکام ہیں۔ اس پر انتظامیہ گنداوہ اور قبائلی عمائدین کو خصوصاً توجہ دینی چاہیے۔ تاکہ علاقہ میں سکون اور امن بحال ہو۔ گزشتہ سال بھی ایسے ہوا کہ دو ماہ سکول بند ہونے کی وجہ سے ہائی سکول گاجان کے اکثر طالب علم فیل ہوئے ہیں۔ اور اس سال بھی وہی حالت ہے۔ اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے بھی اپیل ہے کہ گاجان ہائی سکول کے بچوں کو متبادل امتحانی سنٹر دیا جائے تاکہ وہ محفوظ طریقے سے امتحان دے سکیں۔ نہم اور دہم کے بچے پریشان ہیں اگر یہی حالت رہی تو خدشہ ہے کہ طالب علم امتحانات سے محروم رہ جائیں گے۔ بلوچستان بورڈ آف ایجوکیشن، بلوچستان سے اس معاملے کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ ہے۔ (نامہ نگار)

غیرت کے تصور نے ایک اور جان لے لی

ڈیرہ غازی خان بستی سرتھوخ کا رہائشی مقتول محمد جلال اپنے ماموں کے گھر جا رہا تھا کہ ملزمان ساون خان قوم کھوسہ، ملزم محمد رمضان اور محمد عیسیٰ نے اسے فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ پولیس نے مقتول کی لاش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی۔ پولیس نے مقتول کے والد محمد حسن کی مدعیت میں ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ اس رپورٹ کے ارسال ہونے تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی تھی۔ ملزمان کے خلاف مقدمہ بارڈر ملٹری پولیس کے تھانہ لاکھا میں درج کیا گیا۔ ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر نے حقائق جاننے کی کوشش کی، جس پر معلوم ہوا کہ ملزموں کو شک تھا کہ مرکزی ملزم ساون خان کی بھابھی اللہ زوجہ اللہ بخش کے ساتھ کے تعلقات استوار ہیں جس کا ملزمان کو رنج تھا۔ مقتول جلال کو ایک روز بعد سعودیہ جانا تھا۔ ملزمان نے جلال کو دیکھ کر اس پر فائرنگ کر دی جس پر وہ موقع پر جاں بحق ہوگیا۔ یہ واقعہ 21 فروری کو پیش آیا۔ (شیر افگن)

سول سوسائٹی کو حکومت کو چیلنج کرنے کا حق حاصل ہے

اسلام آباد جب حکومات اوراس کے ادارے اپنی آئینی ذمہ داریوں سے منحرف ہو جائیں تو سول سوسائٹی کوان سے سوال کرنے اورانہیں چیلنج کرنے کا حق حاصل ہے۔ان خیالات کا اظہار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے سیکریٹری جنرل آئی اے رحمان نے ایک سیمینار سے خطاب کے دوران کیا جس کا عنوان تھا''پاکستان میں انسانی حقوق کا فروغ اور ترقی''۔

31 جنوری کو منعقد ہونے والے اس سیمینار میں پاکستان بھر کے سول سوسائٹی کی پچاس سے زائد تنظیموں اور سیاسی اور مزدور رہنماؤں نے شرکت کی۔اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جناب آئی اے رحمان نے کہا''پاکستان کی سول سوسائٹی حکومت کو کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دے گی کہ وہ خصوصی اختیارات عطا کرنے والے قوانین کو تحدیدی قوانین میں تبدیل کرے۔''

ایچ آر سی پی کے سیکریٹری جنرل جن قوانین کا حوالہ دے رہے تھے وہ اجلاس منعقد کرنے اور معلومات کے حصول کے حق سے متعلق تھے۔مسٹر آئی اے رحمان نے اس بات پر زور دیا کہ حکومتی ضوابط کے ذریعے ان قوانین کی روح تبدیل نہیں کی جانی چاہئے۔

سول سوسائٹی کے کئی کارکنان نے اپنی تنظیموں کی کردار کشی اور انہیں نشانہ بنائے جانے اور انتہا پسندوں اور حکومتی ایجنسیوں کی جانب سے انسانی حقوق کے محافظین کو دھمکائے جانے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔

انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ وہ سول سوسائٹی کے کردار کو تسلیم کرے اوراس کی حوصلہ افزائی کرے۔انہوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ انہیں ایک سازگار ماحول فراہم کیا جائے تاکہ وہ عوام کی فلاح کا کام جاری رکھ سکیں اوران کے حقوق کا تحفظ کر سکیں۔

اجلاس میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کی رجسٹریشن کے طریقہ کار اوران کی ہر سرگرمی کے لئے این او سی کے حصول کی شرط پر بھی تحفظات کا اظہار کیا گیا۔ان تنظیموں کے اراکین اس بات پر متفق تھے کہ یہ شرائط اجتماع اوراظہار رائے کی آزادی کے آئینی حق کی خلاف ورزی ہیں۔

شرکا کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان کی تنظیموں نے آئین اور بین الاقوامی معاہدوں کی مطابقت میں قوم کی تعمیر میں ایک مثبت کردار ادا کیا ہے لیکن اس کے باوجود انہیں ہراساں کیا جا رہا ہے۔

اجلاس میں اس بات سے بھی اتفاق کیا گیا کہ مختلف ایجنسیوں کے اہلکار سول سوسائٹی کی تنظیموں کے غیر ضروری اور بلا اجازت دورے کر کے انہیں ہراساں کر رہے ہیں۔اراکین کا کہنا تھا کہ اگرچہ ایسی تمام تنظیمیں اوران کی سرگرمیاں قانونی ہیں تاہم اس کے باوجود رجسٹریشن کے غیر مناسب طریقہ کار اوراین او سی کی غیر ضروری شرط اور حتیٰ کہ بینک اکاؤنٹ کھلوانے میں رکاوٹیں پیدا کر کے ان کے لئے مسائل پیدا کئے جا رہے ہیں۔

اجلاس میں پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے سینیٹر فرحت اللہ بابر نے پاکستان سول سوسائٹی فورم (پی سی ایس ایف) کے چارٹر کی حمایت کی اور مطالبہ کیا کہ مسٹر طارق فاطمی نے وزیر اعظم کو این جی اوز سے متعلق جو رپورٹ پیش کی تھی اسے منظر عام پر لایا جائے۔

انہوں نے کہا''پارلیمنٹ کے تحت قومی کمیشن برائے انسانی حقوق قائم تو کیا گیا ہے لیکن اسے مکمل طور پر فعال کرنے کے لئے ابھی تک فنڈز فراہم نہیں کئے گئے''۔

عوامی نیشنل پارٹی (اے این پی) کے سابق سینیٹر افراسیاب خٹک نے قومی ایکشن پلان (نیپ) پر عمل درآمد نہ ہونے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔

انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ''دہشت گردی کے خاتمے کے لئے پنجاب میں سنجیدگی سے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت کا انتہا پسند گروہوں پر کوئی کنٹرول نہیں ہے اور یہ موجودہ صورتحال سے نمٹنے پر آمادہ نہیں''۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق (این سی ایچ آر) کے چیئر پرسن (ریٹائرڈ) جسٹس علی نواز چوہان نے کہا کہ این ایچ سی آر پاکستان سول سوسائٹی فورم کی جانب سے اٹھائے گئے معاملات کو حل کر سکتا ہے لیکن ایسا اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسے فعال کیا جائے۔

انہوں نے مزید کہا''ہم قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریے سے انحراف کر رہے ہیں۔اگر ہم جناح کے نظریے پر عمل کریں تو ہم دہشت گردی سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔''

انہوں نے کہا کہ مذہبی اور سیاسی پسند کے خلاف نفرت انگیز بیانات کی روک تھام کی جانی چاہئے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

بنیادی حقوق سے محروم مزدور

حیدرآباد ہوم بیسڈ ورکرز کی فلاح و بہبود کے حوالے سے مرتب کردہ پالیسی کی سمری منظوری کے لیے گزشتہ دو سال سے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں موجود ہے جو تا حال منظور نہیں کی گئی جس کے باعث چوڑی کی صنعت سے وابستہ خواتین سمیت لاکھوں مزدور بنیادی حقوق سے محروم ہیں۔آل حیدرآباد چوڑی ویلڈنگ ورکرز یونین کے صدر ریحان یوسف زئی نے متنبہ کیا ہے کہ اگر حکومت سندھ نے ہوم بیسڈ ورکرز پالیسی فوری منظور نہ کی تو چوڑی ورکرز احتجاج کریں گے۔انہوں نے کہا کہ گھر مزدور پالیسی کی سمری 2014ء سے وزیر اعلیٰ کی میز پر رکھی ہے مگر نامعلوم وجوہ کی بنا پر پالیسی کی منظوری نہیں دی جا رہی۔انہوں نے کہا کہ یونین نے نئے سال کا کیلینڈر شائع کر کے حکومت کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ہے اور چوڑی ورکرز کے مسائل اجاگر کئے ہیں۔انہوں نے حکومت سندھ سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر مجوزہ پالیسی کو منظور کر کے خواتین چوڑی ورکرز سمیت لاکھوں مزدوروں کو تحفظ فراہم کرے جبکہ سیاسی،سماجی اور مزدور رہنما بھی چوڑی ورکرز کے مسائل کے حل میں اپنا کردار ادا کریں۔

(نامہ نگار)

مغوی کو گولی مار کر چھوڑ دیا

تمپ 22 جنوری کو تین موٹر سائیکلوں پر سوار چھ مسلح افراد نے تمپ کے علاقے آسیاں آباد نخلستان سے تاج محمد کو اسلحہ کے زور پر اغواء کر لیا اور کچھ دیر کے بعد قریبی ندی میں فائرنگ کر کے اسے زخمی حالت میں چھوڑ دیا۔گولی اس کے پاؤں میں لگی جسے مقامی بی ایچ یو میں طبی امداد کے بعد مزید علاج کے لیے کراچی لے جایا گیا۔

(غنی پرواز)

کمسن طالبہ کے ساتھ دست درازی

ایبٹ آباد 19 فروری کی دوپہر لوہارگلی میں چار نوجوانوں نے نویں جماعت کی طالبہ مہوش سے اس وقت دست درازی کی جب وہ ساڑھے 12 بجے سکول سے واپس گھر جارہی تھی۔ طالبہ کو اس کی دیگر ہم جماعت طالبات نے ملزمان سے نجات دلائی تاہم طالبہ کا بایاں بازو زخمی ہوگیا۔ طالبہ کے والد نے تھانہ بکوٹ جاکر ایف آئی آر درج کروائی جس پر پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ متاثرہ طالبہ نے طبی معائنہ بھی کروالیا ہے۔ جس کی رپورٹ اس اطلاع کے ارسال ہونے تک ابھی سامنے آنا باقی تھی۔ درج ایف آئی آر کے مطابق سکول سے چھٹی پر متاثرہ طالبہ دیگر طالبات کے ہمراہ گھر جارہی تھی کہ ملزمان نے اس کا راستہ روکا اور اس کے موبائیل نمبر کا تقاضا کیا جس سے انکار پر انہوں نے اسے لاتشدد کا نشانہ بنایا اور اس کا بازو مروڑا جس سے اسے شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ متاثرہ طالبہ کی چیخ وپکار اور دیگر طالبات کی مداخلت پر ملزمان اسے چھوڑ کر فرار ہوگئے۔ پولیس نے ایک ملزم آفاق ولد خواص کو گرفتار کرکے مانسہرہ جیل منتقل کردیا ہے جبکہ دیگر تین ملزمان عاطف ولد طفیل، مجسم ولد حیات اور قادر ولد عنائت الرحمٰن کی گرفتاری تاحال عمل میں نہیں آسکی۔ ادھر بااثر ملزمان متاثرہ خاندان پر مقدمہ واپس لینے اور راضی نامہ کے لیے دباؤ ڈال رہے ہیں جبکہ مقدمہ میں مدعی فریق کی پیروی کرنے والے قانون دان سردار حسیب عباسی ایڈووکیٹ نے پولیس کی جانب سے درج دفعات پر اپنے شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے اور عدالت سے استدعا کی ہے کہ میڈیکل رپورٹ سامنے آنے کے بعد درج دفعات کی درستگی کرکے دیگر ملزمان کی گرفتاری بھی جلد از جلد ممکن بنائی جائے۔ کوارڈینیٹر ایچ آر سی پی کے ساتھ ایک ملاقات میں انہوں نے بتایا کہ بکوٹ ایک پرامن علاقہ ہے جہاں اس طرح کے واقعات کا کوئی وجود نہیں تھا مگر بعض قانون شکن اور بااثر افراد کے بگڑے ہوئے نونہال اس طرح کی مذموم حرکات سے علاقہ کی پرامن فضا کو خراب کررہے ہیں جنہیں کنٹرول کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے پولیس کی طرف سے نرم دفعات کے اندراج کو بھی مشکوک قرار دیتے ہوئے جانبداری اور ملزمان کی طرف جھکاؤ کا خدشہ ظاہر کیا۔

(نامہ نگار)

وکلاء کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ

ٹانک 9 فروری 2016 کو ٹانک بار کونسل کے وکلاء کا سینئر وکلاء کے قاتلوں کی گرفتاری کے لیے احتجاجی مظاہرہ۔ وکلاء نے عدالتوں کا بائیکاٹ کیا، بازوں پر سیاہ پٹیاں باندھے اور ضلعی انتظامیہ اور صوبائی حکومت کے خلاف نعروں پر مشتمل پلے کارڈ اور بینرز اٹھائے اور ٹانک کچہری سے پریس کلب تک ریلی نکالی۔ وکلاء کا کہنا تھا کہ گذشتہ سال 9 فروری 2015 کو ٹانک میں نامعلوم افراد نے مرکزی بازار میں ٹانک بار کونسل کے دو سینئر وکلاء یوسف برکی ایڈوکیٹ اور عبدالرحمان ایڈوکیٹ کو فائرنگ کرکے قتل کردیا تھا، مگر ایک سال گزرنے کے باوجود صوبائی حکومت اور ضلعی انتظامیہ وکلاء کے قاتلوں کی گرفتاری میں مکمل طور پر ناکام ہیں وکلاء نے احتجاجی مظاہرہ کیا احتجاجی مظاہرہ میں بار کونسل کے وکلاء، سول سوسائٹی اور عمائدین علاقہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مظاہرین سے خطاب کے دوران بار کونسل کے صدر پیر عبدالغفار شاہ نے کہا کہ ٹانک میں دو سینئر وکلاء کو دن دیہاڑے بھرے بازار میں بے دردی سے قتل کیا گیا تھا لیکن ایک سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود وکلاء کے قاتلوں کو تاحال گرفتار نہیں کیا گیا اور نہ وکلاء کے ورثاء کو کوئی امدادی پیکج دیا گیا انھوں نے کہا کہ عوام کی جان ومال اور عزت کا تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن دن دیہاڑے وکلاء کا بازار میں قتل ضلعی انتظامیہ اور صوبائی حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہے۔ انھوں نے کہا کہ وکلاء کے قاتلوں کو گرفتار نہ کیا گیا اور انکے ورثاء کو مالی امداد فراہم نہ کی گئی تو بار کونسل اور وکلاء عدالتوں کے بائیکاٹ سمیت مستقبل کے لائحہ عمل طے کرکے ملوث افراد کے گرفتاری تک احتجاجی

خواتین کے حقوق کے تحفظ پر زور

پاکپتن 12 فروری 2016ء کو ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ پاکپتن کے دفتر میں کور گروپ کا ماہانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز کرتے ہوئے غلام نبی ڈھڈی نے کہا کہ 1982ء میں آج کے دن ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دور میں خواتین کے خلاف بنائے گئے سیاہ قوانین کے خلاف پاکستان کی نڈر خواتین نے آواز اٹھائی تو ان پر لاٹھی چارج کیا گیا۔ ان کی لگاتار انتھک کوششوں سے خواتین کو کچھ حقوق ملے ہیں۔ ان کی اس جدوجہد کو سلام پیش کرنے کے لیے آج ہم لوگ اکٹھے ہوئے ہیں۔ ہم سب کو مل کر خواتین کی ترقی، بہتری اور خواتین پر ہونے والے تشدد کے خاتمے کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ کشور حسین نے کہا کہ ہم ان خواتین کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے خواتین کے حقوق کے لیے کوشش کی۔ ان خواتین نے مارشل لاء کے اس کٹھن دور میں خواتین کے حقوق کے لیے کام کیا تو ہم اب خواتین کے حقوق کے لیے کام کیوں نہیں کرسکتیں؟ جمیلہ اقبال نے کہا کہ آج کے اس دور میں بھی خواتین کو بے شمار مسائل درپیش ہیں۔ کہیں خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کردیا جاتا ہے اور مزدور خواتین کو نہ تو مزدوری پوری ملتی ہے اور نہ ہی ان کو تعلیم اور صحت کی سہولتیں میسر ہیں۔ کہیں خواتین فرسودہ روایات کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ شمائلہ کنول نے کہا کہ وہ خواتین ساڑھیوں اور شرٹس پر کڑھائی کا کام کرتی ہیں مگر انہیں اس کا پورا معاوضہ نہیں ملتا۔ امانت بی بی بھٹہ مزدور نے کہا کہ انہیں مزدوری نہیں ملتی۔ گورنمنٹ کا مقرر کردہ ریٹ فی ہزار اینٹ 970 روپے ہے مگر انہیں 600 روپے فی ہزار اینٹ کی مزدوری ملتی ہے۔ سوشل سکیورٹی کارڈز نہ ہونے کی وجہ سے وہ صحت کی سہولیات سے محروم ہیں۔ رابعہ طالب نے کہا کہ کھیت مزدور خواتین سارا دن کھیتوں میں کام کرتی ہیں مگر انہیں اس کی اجرت بہت کم ملتی ہے۔ گورنمنٹ کا مقرر کردہ ریٹ تیرہ ہزار روپے ماہانہ ہے مگر انہیں دوسو روپے یومیہ ملتے ہیں جو کہ چھ ہزار روپے ماہانہ بنتے ہیں۔ محترمہ یاسمین نے کہا کہ آپ سب لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہمیں ہمارے حقوق مل سکتے ہیں مگر اس کے لیے ہمیں سب کو مل کر کوشش کرنی ہوگی۔ جب عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی جیسی خواتین مارشل لاء کے دور میں خواتین کے لیے کام کرسکتی ہیں تو ہم موجودہ صورتحال میں کیوں نہیں کرسکتیں؟ اس اجلاس میں کور گروپ کے ممبران وکلاء، صحافی اور سماجی کارکنان نے شرکت کی۔

(غلام نبی)

منتخب بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات منتقل کئے جائیں

بنوں اختیارات کی منتقلی کے بارے میں سپریم کورٹ کے مشاہدات بلدیاتی نمائندوں کے امنگوں کے مطابق ہے، بلدیاتی انتخابات کا ایک سال مکمل ہونے کو ہے لیکن تاحال اختیارات، فنڈز اور مراعات فراہم نہیں کئے گئے ہیں ترقیاتی کاموں میں تاخیر پر بلدیاتی نمائندے اور عوام مایوسی کا شکار ہوگئے ہیں۔ حکومت کی غفلت کی وجہ سے 9 ماہ گزرنے کے باوجود منتخب بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات، ترقیاتی فنڈز اور مراعات منتقل نہیں کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے منتخب نمائندگان اور عوام مایوس ہوگئے ہیں کیونکہ سالوں سے درپیش مسائل و مشکلات جوں کے توں چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب سپریم کورٹ نے ایک بار پھر صوبے کو اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی کے بارے میں ریمارکس دیئے ہیں جس کا وہ خیر مقدم کرتے ہیں۔ لہذا خیبر پختونخوا حکومت سپریم کورٹ کے حکم پر عمل درآمد کرتے ہوئے بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات دیں تاکہ عوام کو درپیش مسائل و مشکلات فوری طور پر حل کئے جاسکیں۔ انہوں سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا کہ وہ بلدیاتی نمائندوں کو ان کے حقوق دلانے کیلئے مزید اقدامات اُٹھائیں اور بلدیاتی نمائندوں میں پائی جانے والی مایوسی کا خاتمہ کریں۔

(نامہ نگار)

انتخابات کو جمہوری بنائیں

آئی۔اے۔رحمٰن

جمہوری سوچ رکھنے والے تمام شہری اس خبر کا خیر مقدم کریں گے کہ پارلیمنٹ کی ذیلی کمیٹی نے انتخابی اصلاحات سے متعلق اپنی سفارشات کو حتمی شکل دے دی ہے۔ انتخابی نظام میں اصلاحات کو زیادہ سے زیادہ جامع بنانے کے لئے جو کوششیں کی گئی ہیں ان کا بھی خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔ آئین میں کچھ تبدیلیوں سے متعلق اس نوعیت کی کوئی کوشش شاید ایک طویل عرصے تک ممکن نہ ہو۔ اس لئے اس سے پہلے کہ اصلاحات سے متعلق سفارشات قانون سازی کے لئے پارلیمنٹ میں بھیجی جائیں، اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ موجودہ نظام کے تمام نقاد ترمیم شدہ انتخابی فریم ورک سے متفق ہوں۔

پارلیمانی کمیٹی اپنے کام کے بارے میں رسمی اور غیر رسمی طور پر جو معلومات جاری کر رہی ہے وہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس نے تفویض کردہ کام کو بخوبی انجام دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی کی تنظیموں اور باشعور شہریوں کی جانب سے اٹھائے گئے زیادہ تر معاملات کا جائزہ لیا ہے۔

ان معاملات میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کے اراکین کی اہلیت کا معیار، قائم مقام الیکشن کمشنر کے انتخاب کا طریقہ کار، ریٹرننگ افسر سے لے کر اسسٹنٹ پریزائڈنگ افسر تک پولنگ کے عملے کا انتخاب، حلقہ بندیاں اور انتخابی فہرستوں میں تبدیلی، خواتین کے ووٹ دینے کے حق کا تحفظ، اور نتائج کے اعلان کا طریقہ کار شامل ہیں۔ اطلاعات کے مطابق اس بات کو یقینی بنانے کی خاص طور پر کوشش کی گئی ہے کہ الیکشن ٹریبونل انتخابات سے پہلے کی پٹیشنوں کی سماعت مختصر مدت میں مکمل کریں۔

ذیلی کمیٹی نے صرف ایسی سفارشات پیش کرنے کا اصول اپنایا جن پر اس کے اراکین میں اتفاق رائے پایا جاتا تھا۔ اس نے وہ تمام سفارشات جن پر اس کے اراکین میں اختلاف پایا جاتا تھا وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں قائم پارلیمنٹ کی مرکزی کمیٹی کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ مرکزی کمیٹی کے سپرد کئے گئے کام کو جلد از جلد مکمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر اس کام میں تاخیر کی گئی تو آئین اور متعلقہ قوانین اور طریق ہائے کار میں ترامیم کو حتمی شکل نہیں دی جا سکے گی۔ سینیٹر اسحاق ڈار کو اپنے اس بیان پر نظر ثانی کرنی چاہیئے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ چونکہ عام انتخابات میں ابھی اڑھائی سال کا عرصہ باقی ہے اس لئے جلدی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ تاخیر سے گریز کرنا ہی دانشمندی ہے کیونکہ آخری وقت میں کئے گئے فیصلے اکثر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پاتے۔ اس کے علاوہ عوام کو پارلیمانی کمیٹی اور اس کی ذیلی کمیٹی کی جانب سے تیار کی جانے والی سفارشات پر بحث کے لئے مناسب وقت دیا جانا چاہیئے، باوجود اس کے کہ انہوں نے مستقل مزاجی سے اور وسیع النظری سے کام کیا ہو۔

انتخابی اصلاحات سے متعلق بحث کئی دہائیوں سے جاری ہے اور اس حوالے سے جس بات کی سب سے زیادہ شکایت کی جاتی رہی ہے وہ انتخابات کے دوران دھاندلی اور دیگر بے ضابطگیاں ہیں۔ اس لئے اس بات پر توجہ دینا ضروری ہے کہ انتخابات نہ صرف آزادانہ ہوں -- اس لحاظ سے کہ ہر ووٹر کو بغیر کسی دباؤ یا دھمکی یا غیر قانونی ترغیب کے اپنے ووٹ کا حق استعمال کرنے کی آزادی ہو -- بلکہ وہ شفاف بھی ہوں -- اس لحاظ سے کہ نتائج مقررہ طریقہ کار کے تحت ڈالے گئے ووٹوں کی اصل گنتی کی عکاسی کرتے ہوں -- اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ جمہوری ہونے چاہئیں۔

ذیلی کمیٹی نے صرف ایسی سفارشات پیش کرنے کا اصول اپنایا جن پر اس کے اراکین میں اتفاق رائے پایا جاتا تھا۔ اس نے وہ تمام سفارشات جن پر اس کے اراکین میں اختلاف پایا جاتا تھا وزیر خزانہ اسحاق ڈار کی سربراہی میں قائم پارلیمنٹ کی مرکزی کمیٹی کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ مرکزی کمیٹی کے سپرد کئے گئے کام کو جلد از جلد مکمل کرنے کی ضرورت ہے۔

انتخابات کی شفافیت کو یقینی بنانا نسبتاً آسان ہے لیکن آزادانہ انتخاب کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ایک طویل عرصے تک مل جل کر جدوجہد کرنا ہوگی کیونکہ ان رکاوٹیں ہمارے سماجی نظام میں پیوست ہو چکی ہیں۔ دیہی علاقوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد ان جاگیرداروں کا حکم مانتی ہے جو اکثر خود امیدوار ہوتے ہیں۔ اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والے کسان اور کھیت مزدور تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کسی کا انتخاب کرنیکی آزادی کا مطلب کیا ہے۔ خواتین ووٹروں کی ایک بڑی تعداد کو ووٹ ڈالنے سے روکا جاتا ہے اور جنہیں ووٹ ڈالنے کی اجازت دی جاتی ہے وہ خاندان کے بڑوں کے حکم کی نافرمانی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتیں۔

اس کے علاوہ لسانی یا برادری کے رشتے ابھی اتنے کمزور نہیں ہوئے کہ عام لوگ اپنی پسند کے امیدواروں کے انتخاب کے وقت برادری کے دباؤ کی مزاحمت کر سکیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کو کسی کے لئے یا کسی کے خلاف ووٹ دینے پر مجبور کرنے کے لئے مذہب کے استعمال میں اضافہ ہوا ہے حالانکہ ایسی سرگرمیوں کو کافی عرصہ پہلے ضابطہ تعزیرات میں جرم قرار دیا جا چکا ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ جب تک جاگیردارانہ نظام کی تمام باقیات کا خاتمہ نہیں کیا جاتا اور جب تک سیاسی مقاصد کے لئے مذہب کے استعمال کو روکا نہیں جاتا، ملک کے تمام حصوں میں آزادانہ انتخابات ممکن نہیں۔ ان مثالی تصورات کے حقیقت میں بدلنے کا انتظار کرنے کی بجائے مجرموں کے نشاندہی کر کے اور انہیں سخت سزا دیتے ہوئے قلیل المدتی تبدیلی کے لئے اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

تاہم، جب تک منتخب عہدوں پر سے امراء کی اجارہ داری کا خاتمہ نہیں کیا جاتا اور جب تک ان عہدوں کی خواہش رکھنے والوں کو مساوی مواقع فراہم نہیں کئے جاتے اس وقت تک مناسب طور پر آزادانہ اور شفاف انتخابات بھی حقیقی نمائندوں کے انتخاب کو یقینی نہیں بنا سکتے۔ یہ خاص طور پر پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات کی آزمائش کا وقت ہوگا۔

جب سے برصغیر میں انتخابات کا نظام متعارف کرایا گیا ہے قانون کی جانب سے مقرر کردہ حد سے زائد رقم کا استعمال ہدف تنقید بنا رہا ہے۔ ماضی میں یہ منتخب قانون سازوں کو نااہل قرار دیے جانے کی سب سے بڑی وجہ رہی ہے جبکہ بعد ازاں تعلیمی اسناد یا اثاثوں کے اظہار سے متعلق دھوکہ دہی کو بھی انتخابی بے ضابطگیوں میں شامل کر لیا گیا۔

گزشتہ عام انتخابات سے پہلے سپریم کورٹ نے انتخابی اخراجات کو باضابطہ بنانے کی کوشش تو کی لیکن ہماری قوانین اور ضوابط کو جھانسہ دینے کی مہارت نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اب بس یہی امید کی جا سکتی ہے کہ پارلیمانی کمیٹی انتخابی اخراجات کی توثیق کے لئے ایک واضح اور قابل عمل نظام مقرر کرے گی، چاہے یہ اخراجات امیدواروں کی جانب سے کئے جائیں یا پھر ان کے حامیوں اور سیاسی سرپرستوں کی جانب سے۔

قلیل ذرائع رکھنے والے لوگوں کے لئے انتخابات میں حصہ لینا اسی صورت میں ممکن ہوگا جب انتخابی اخراجات کو معقول حد تک کم کیا جائے گا۔ جب تک ایسا نہیں ہو جاتا، وفاقی اور صوبائی مجالس قانون ساز میں غریب لوگوں اور خاص طور پر کسانوں اور مزدوروں کے لئے نشستیں مختص کی جانی چاہئیں۔ وہ ان نشستوں کے ان علماء اور پیشہ ور افراد سے زیادہ حق دار ہیں جنہیں اب مرکزی سیاسی جماعتوں میں نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

انتخابات اس وقت تک بھی جمہوری تصور نہیں کئے جائیں گے جب تک تمام ووٹروں کو ایک ہی انتخابی فہرست میں شامل نہیں کیا جاتا۔ 2002ء میں مخلوط انتخابات کی بحالی کے بعد احمدیوں کا نام علیحدہ فہرست میں درج کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ مشترکہ فہرست میں ان کی شمولیت کا ان کی مذہبی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اگر وہ مشترکہ انتخابی فہرست میں شامل کئے جانے کے بعد بھی انتخابات کا بائیکاٹ کرتے ہیں تو پھر انتخابات کو تسلیم نہ کرنے کی ذمہ داری ان پر عائد ہوگی جبکہ اس وقت ایک کھلم کھلا خلاف جمہوریت امتیازی سلوک کی ذمہ داری واضح طور پر ریاست پر عائد ہوتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

خواجہ سراؤں کی جبری بے دخلی

مینگورہ پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کے ضلع سوات کے شہر مینگورہ میں مقیم خواجہ سراؤں کو ان کے گھروں سے جبری طور پر نکالنے پر خواجہ سرا سراپا احتجاج ہیں۔ نکالے جانے والے ان خواجہ سراؤں کی تعداد 15 ہے جن پر غیر اخلاقی حرکات اور فحاشی پھیلانے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ مینگورہ شہر کے وسط میں قائم کرائے کی عمارت میں رہائش پذیر ان خواجہ سراؤں کا کہنا ہے کہ ان پر بے بنیاد الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ان الزمات کی بنیاد پر ان کی جبری بیدخلی کے بعد اب ان کے پاس رہنے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ خواجہ سراؤں کے گرو نے بتایا کہ سوات میں خواجہ سراؤں کی تعداد 150 کے لگ بھگ ہے جو ٹولیوں کی شکل میں شہر کے مختلف علاقوں میں مقیم ہیں۔ بیدخل کیے جانے والے ایک خواجہ سرا میکسی نے بتایا کہ ایک طرف خاندان والے ہمیں قبول نہیں کر رہے تو دوسری جانب معاشرہ ہمیں رہنے نہیں دے رہا تو ہم جائیں تو کہاں جائیں؟ انھوں نے بتایا کہ اگر میں خواجہ سرا ہوں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں، مجھ سے خاندانی شناخت چھیننے اور ناچنے پر مجبور کرنے کا ذمہ دار معاشرہ ہے۔ سوات میں خواتین جرگے کی سربراہ مس تبسم عدنان نے بی بی سی کو بتایا کہ خواتین جرگہ زبردستی نکالے جانے والے خواجہ سراؤں کے ساتھ ہے اور وہ انتظامیہ اور علاقے کے منتخب ممبر صوبائی اسمبلی سے اس حوالے سے بات کریں گے۔ خیال رہے کہ سوات میں طالبان کی عملداری کے دوران سوات سے خواجہ سرا محفوظ علاقوں میں چلے گئے تھے تاہم امن کی بحالی کے بعد واپس سوات آ گئے ہیں۔ (نامہ نگار)

تحفظِ خواتین قانون کے تحت پہلا مقدمہ

لاہور پنجاب اسمبلی میں تحفظ خواتین بل منظور ہونے کے بعد گورنر کے دستخط سے قانون بنتے ہی لاہور میں پہلا مقدمہ درج کر لیا گیا۔ لاہور کے تھانہ گرین ٹاؤن میں پولیس نے بسرا بی بی نامی خاتون کی شکایت پر مقدمہ درج کیا، جس میں دھمکیاں دینے اور تشدد سمیت دیگر دفعات شامل کی گئی ہیں۔ تھانے پہنچنے والی بسرا بی بی کا کہنا تھا کہ وہ ایک سال سے تھانے کے چکر لگا رہی ہیں، لیکن انھیں انصاف نہیں ملا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ قانون پاس ہونے کے بعد اس کے شوہر کو مبینہ مظالم پر گرفتار کر لیا جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

خیبر پختونخوا میں پولیو کے مزید 2 کیسز

پشاور خیبر پختونخوا میں پولیو کے مزید دو کیسز سامنے آ گئے جن کے بعد ملک بھر میں رواں سال ان کیسز کی تعداد پانچ ہو گئی۔ ڈان نیوز کی رپورٹ کے مطابق خیبر پختونخوا میں رپورٹ ہونے والے دو نئے کیسز میں سات ماہ کی نورین بی بی کا تعلق ہنگو جبکہ 21 ماہ کے جریر کا تعلق پشاور کے نواحی علاقے سے ہے۔ محکمہ صحت ذرائع کے مطابق دونوں بچوں میں پولیو وائرس کی تصدیق ہوگئی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ 21 ماہ کے جریر کے والدین نے اسے پولیو کے قطرے پلانے سے انکار کیا تھا۔ سال 2016 میں خیبر پختونخوا میں پولیو سے متاثرہ کیس کی تعداد 3 جبکہ ملک میں 5 ہو گئی ہے۔ پولیو زندگی بھر مفلوج کر دینے والی ایک لاعلاج بیماری ہے تاہم ایک سادہ ویکسین کے ذریعے اس سے بچا جا سکتا ہے۔ 2011 تک پولیو صرف ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور نائجیریا میں رہ گیا تھا جبکہ ہندوستان کو 2011 میں پولیو فری ملک قرار دیے جانے کے بعد 2014 میں نائجیریا میں بھی پولیو ختم ہو چکا ہے۔ دنیا بھر میں پاکستان اور افغانستان ہی واحد وہ دو ممالک ہیں جہاں یہ بیماری ابھی بھی پائی جاتی ہے۔

(نامہ نگار)

سہولیات کے بغیر سکول

جھنگ جھنگ سرگودھا روڈ پر واقع رسول پورہ یونین کونسل نمبر 74 میں 23 ستمبر 2004ء کو گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس سکول کے لیے حکومت نے ایک کینال چار مرلہ زمین الاٹ کی لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ بارہ برس گزرنے کے بعد آج بھی سکول نہ صرف چار دیواری اور بیت الخلاء کی سہولت سے محروم ہے بلکہ سکول میں کلاس اول سے لے کر کلاس پنجم تک پانچ کلاوں کے بچوں کی تعداد سو ہے جنہیں پڑھانے کے لیے 3 اساتذہ ہیں جبکہ سوکل میں صرف ایک جماعت ہے۔ گزشتہ مہینوں میں پڑنے والی سخت سردی میں یہاں تعلیم کو جاری رکھنا ممکن نہیں رہا۔ دوسری جانب طالبعلموں کی سیکیورٹی کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔

(قمر زیدی)

دو بہنیں غیرت کے نام پر قتل

ساہیوال پنجاب پولیس کو ضلع ساہیوال کے گاؤں نور شاہ میں بظاہر غیرت کے نام پر اپنی دو بہنوں کو قتل کرنے والے شخص کی تلاش ہے۔ محمد آصف نے 4، 5 سال قبل اپنی والدہ کو بھی قتل کیا تھا، تاہم بعد ازاں خاندان والوں کی جانب سے معاف کیے جانے پر اسے رہا کر دیا گیا تھا۔ ایک مقامی پولیس افسر اللہ دتہ بھٹی نے بتایا، 'محمد آصف نے گذشتہ رات اپنی دو بہنوں کو اس وجہ سے قتل کر دیا کیونکہ اسے ان کے کردار پر شبہ اور ان کے طرز زندگی سے اختلاف تھا۔' مذکورہ افسر کے مطابق ملزم کی بہنیں موقع پر ہی ہلاک ہو گئیں جبکہ آصف فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اللہ دتہ بھٹی کے مطابق آصف نے 4، 5 سال قبل اپنی والدہ کو بھی قتل کیا تھا لیکن اس کے خاندان والوں نے اسے معاف کر دیا تھا۔ اس واقعے کی تصدیق مقامی پولیس اسٹیشن کے دیگر افسران کی جانب سے بھی کی گئی۔ اس سے قبل 29 فروری کو لاہور میں ایک شخص نے اپنی 18 سالہ بیٹی کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا تھا، کیونکہ وہ یہ بتانے سے قاصر رہی تھی کہ وہ 5 گھنٹوں سے کہاں تھی۔ یہ واقعہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا ہے جب رواں ہفتے 29 فروری کو پاکستانی فلمساز شرمین عبید چنائے کو غیرت کے نام پر قتل کے حوالے سے تیار کردہ ڈاکیومینٹری 'اے گرل ان دی ریور: دی پرائس آف فورگیونس' پر آسکر ایوارڈ سے نوازا گیا۔ 'اے گرل ان دی ریور' شرمین عبید چنائے فلمز اور ہوم باکس آفس (ایچ بی او) کی مشترکہ پروڈکشن تھی جس میں ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کی زندگی کا احوال بیان کیا گیا تھا جو غیرت کے نام پر قتل کی کوشش میں بچ جاتی ہے۔ ضابطہ فوجداری پاکستان میں 2005 میں کی گئی ترمیم کے مطابق اپنے خاندان کی خواتین کو قتل کرنے والے مردوں کو ان کے 'وارث' کی حیثیت سے خود کو معاف کرنے پر پابندی لگا دی گئی تھی۔ تاہم یہ جج کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ رشتے داروں کی جانب سے معافی کے باوجود کسی ملزم کو قید کی سزا دے یا نہ دے، جسے ناقدین کی جانب سے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ وزیراعظم نواز شریف نے بھی گزشتہ ہفتے پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل جیسی 'برائی' کے خاتمے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اسلام میں غیرت کے نام پر قتل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور حکومت ایسے ظالمانہ اقدام کو روکنے کے لئے قانون سازی کر رہی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے بعض مقامات پر انتہا پسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے کے لئے دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا۔ ورکشاپس میں تربیت کاروں نے، انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری روّیوں کے فروغ کیلئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، انتہا پسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل جیسے موضوعات پر لیکچر دیئے۔ شرکاء کو دستاویزی فلمیں جن میں لوٹ جاتی ہے ادھر کو بھی نظر، ہم انسان، ضمیر کی عینک، جمہوریت زندہ باد، اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے قیام پر مشتمل دستاویزی فلمیں دکھائی گئیں جنھیں شرکاء نے بے حد پسند کیا۔ تربیتی ورکشاپس کے دوران گروپ ورک کے ذریعے ضلع و تحصیل کی سطح پر انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ بھی لیا گیا جس میں شرکاء نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ورکشاپس کی روداد ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

جیوانی ضلع گوادر 19-20 دسمبر 2015ء

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

ابوبکر یونس

اس ورکشاپ کا بنیادی مقصد ملک کو درپیش انتہاء پسندی کی صورتحال کا جائزہ لینا ہے تا کہ اس اہم بنیادی مسئلے کا ممکنہ حل تلاش کیا جاسکے۔ پاکستان میں انتہاء پسندی کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا ہے جو ملک کی بنیادوں کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر رہی ہے۔ ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں تو عدم رواداری اور عدم برداشت جیسے روّیوں کا ہر انسان سامنا کر رہا ہے۔ انتہاء پسند اپنا نظریہ ،اپنی سوچ اور اپنی مرضی کو عوام پر زبردستی تھوپنے کے لئے روزانہ کوئی نہ کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔ انتہاء پسندی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ کوئی اس کے نتائج سے محفوظ نہیں۔ دوسری جانب انتہاء پسندی کی روک تھام اور اس کے اثرات سے عوام کو آگاہ رکھنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا جا رہا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ملک کے تمام اضلاع و تحصیلوں میں اس حوالے سے ورکشاپوں کا انعقاد کر رہا ہے۔ یہ ورکشاپ بھی اسی سلسلے کا تسلسل ہے۔ انتہاء پسندی کو ہم مذہب کے دائرے میں نہیں دیکھتے بلکہ اس کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے۔ اس وقت ملک میں انتہاء پسندی کے بڑی تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے انسانی حقوق کی پامالی میں بے حد اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسی صورتحال میں ہمیں رواداری اور برداشت جیسے تصورات کو فروغ دینا ہوگا اور اس عمل کو سرانجام دینے کے لئے ہم آپ سب کو سننے اور اپنی معلومات آپ تک منتقل کرنے یہاں آئے ہیں اور آپ سب سے ہماری توقع ہے کہ آپ اور ہم سب ملکر اس

> انتہاء پسندی کو ہم مذہب کے دائرے میں نہیں دیکھتے بلکہ اس کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے۔ اس وقت ملک میں انتہاء پسندی کے بڑی تیزی سے پھیلنے کی وجہ سے انسانی حقوق کی پامالی میں بے حد اضافہ ہو رہا ہے۔

کام کو آگے لے جائیں گے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے ہم آپ سب سے یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ تربیتی ورکشاپ کے دوران بحث ومباحثہ میں بھرپور حصہ لیں گے اور اس دوروزہ ورکشاپ میں آپ جو سیکھیں گے اسے اپنے گلی محلوں بلکہ ہر گھر میں پہنچانے کی کوشش کریں گے اور اس حوالے سے اپنے اپنے علاقوں میں کمیونٹی میٹنگوں کا انعقاد کر کے لوگوں کو انتہاء پسندی، ہمارے معاشرے پر اس کے اثرات اور اس کے روک تھام کے لئے کمیونٹی کے کردار کے بارے میں آگاہ کریں گے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

دنیا کے 190 کے قریب ممالک نے انسانی حقوق کی عالمی منشور پر دستخط کر رکھے ہیں اور یہ تمام ممالک اس عالمی منشور پر عملدرآمد کے پابند ہیں۔ پاکستان کے آئین میں بھی انسانی حقوق کی ضمانت فراہم کی گئی ہے جس میں مردوں، عورتوں، بچوں، چھوٹی اقوام سمیت تمام انسانوں کے حقوق کی فراہمی شامل ہے۔ موجودہ انسانی حقوق کے چارٹر میں معاشی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی حقوق شامل ہیں۔ انسانی حقوق کی تحریک کا اگر ہم باریک بینی سے مشاہدہ کریں تو اس تحریک کے باقاعدہ آغاز کے شواہد یونان اور روم سے ملتے ہیں۔ وہاں سے جنم لینے والی یہ تحریک مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی ایک عالمی منشور کی شکل میں آ کر رکی جس نے اس تحریک کو باقاعدہ شکل دی۔ دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے۔ اس کے بعد دنیا بھر کی اقوام نے اکٹھے ہو کر انسانی حقوق کے متعلق ایک منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔ جمہوری روّیوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں، محلوں اور معاشرے میں جمہوریت ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت خود بخود ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے کام کریں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں شعور کو اجاگر کر سکتے ہیں۔ ہماری سوچ کی بنیاد ہمارے خاندان سے شروع ہوتی ہے۔ ہم جس گھر میں پیدا ہوتے ہیں گھر اور گردونواح کے ماحول سے اثر لیتے ہیں۔ سول سوسائٹی کو اس اہم نقطے پر اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ وکلاء، صحافی، ڈاکٹرز، این جی اوز سے تعلق رکھنے والے افراد کو انسانی حقوق کی تحریک کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ اسی طرح انتہاء پسندانہ رویوں اور انتہاء پسندوں کے خلاف لوگوں میں شعور اجاگر کرنے کے لئے سول سوسائٹی کا اہم کردار ہے سول سوسائٹی کا کردار کسی بھی معاشرے میں انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جس کے بغیر انسانی حقوق کا فروغ اور عوام تک رسائی ممکن نہیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

محمد یونس

جس موضوع پر مجھے بات کرنی ہے اس کو ہم تین حصوں

میں تقسیم کرتے ہیں: طرز فکر میں مثبت تبدیلی، جمہوری رویوں کے فروغ اور تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی اہمیت۔ جب ہم طرز فکر کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ طرز فکر کیا ہے؟ اس میں مثبت تبدیلی کی کیا اہمیت ہے؟ سوچ حالات وواقعات سے جنم لیتی ہے۔ انسان جو کچھ اپنے آس پاس دیکھتا ہے اس سے انسان کے اندر سوچنے کی صلاحیت جنم لیتی ہے۔ انسان نے پہلی دفعہ پیالے کی تخلیق کی تو اس کے ذہن میں یہ خیال اس کے ہاتھ سے پانی پینے سے آیا۔ انسان کی سوچ کی بنیاد خاندان سے ہی شروع ہوتی ہے۔ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اپنے آس پاس کے عوامل کو آہستہ آہستہ اپنا لیتا ہے۔ انسان بنیادی طور پر سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے اور سیکھنے کا یہ عمل آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ سیکھنے کا عمل ماں کی گود سے شروع ہو کر سکول، کالج، یونیورسٹی سے ہوتا ہوا عام معاشرتی زندگی تک جاتا ہے۔ انسان کی درسگاہ ماں کی گود سے جب سکول کی جانب منتقل ہو جاتی ہے تو تعلیمی ادارے میں بچے کو جو بنیادی حقوق کے متعلق سکھانا چاہئے پاکستان میں وہ تعلیم انہیں نہیں دی جاتی۔ ملک میں تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین شامل کریں تا کہ ہمارے بچوں کو یہ علم حاصل ہو کہ جس طرح ہمارے حقوق دوسروں پر ہیں اسی طرح دوسروں کے حقوق بھی ہم پر واجب الادا ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے حقوق خیال رکھتے ہوئے معاشرے میں ایک بہتر فرد کی حیثیت سے جی سکتے ہیں اور اسی طرح معاشرے سے انتہاء پسندی کے تدارک کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی آگاہی شامل نہیں کی گئی۔ ہمارے بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق تعلیم نہیں دی جاتی۔ انسانی حقوق کے متعلق لاعلمی بھی انتہاء پسندی کے فروغ میں ایک کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب کی تشکیل کرنے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیں تا کہ کل یہ بچے جب معاشرے میں اپنی زندگی کا عملی آغاز کریں تو وہ معاشرے میں اپنا ایک بہتر کردار ادا کر سکیں۔ اگر ابتداء ہی سے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت ہوتی، بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق پڑھایا جاتا تو آج پاکستان جس انتہاء پسندی کا شکار ہے یقینی طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ حکومت اور تعلیمی نصاب تشکیل دینے والے اداروں کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو لازمی جز کے طور پر شامل کریں تا کہ پرائمری سطح سے بچوں کو اپنے اور دوسروں کے حقوق کے متعلق جانکاری حاصل ہو اور یوں وہ معاشرے کے ذمہ دار افراد بن جائیں۔

انتہا پسندی کے انسداد / فروغ میں میڈیا کا کردار

امیر جان جمالدینی

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ کا نام ہے جو آہستہ آہستہ انسان کے اندر سرایت کرتی ہے۔ جب انسان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ میں اپنے نظریہ اور اپنی سوچ کو کسی طرح دوسروں پر

> ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی بڑا کردار ہے۔ سوشل میڈیا انتہاء پسندوں کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ روزانہ ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے۔

مسلط کروں تو اسی سوچ اور نظریہ کو لیکر وہ انتہا تک جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں میڈیا کے متعلق جاننا ہوگا کہ میڈیا ہے کیا؟ ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک منتقل ہو جائے وہ میڈیا کہلاتا ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں میڈیا کا بنیادی کردار ہے۔ آج میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔ دنیا کے ایک کنارے میں پیش آنے والے واقعہ کی خبر سیکنڈوں میں آخری کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔ میڈیا کی دو قسمیں ہیں ایک الیکٹرانک اور دوسرا پرنٹ میڈیا۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو، فلم اور سوشل میڈیا وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارے میڈیا پر جہادی نظریات کی ترویج ہو رہی ہے اور لوگوں کے نظریات کا رخ انتہاء پسندی کی جانب کیا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش میں عجیب وغریب پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ جب انتہاء پسندوں نے مساجد، سکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کیا تو جیسے ہی کوئی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا دوسری جانب ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے جس کے ملکی و بین الاقوامی سطح پر منفی اثرات پیدا ہوئے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا شدت پسندی کو فروغ دیکر عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔ پرائیوٹ میڈیا کے غلبے نے جہاں معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کئے وہیں مالکان کے کاروباری مفادات، ریٹنگ کی جنگ، اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے عمل نے معاشرے پر انتہائی برے اثرات مرتب کئے۔ اس کے علاوہ جہاں شدت پسند کوئی کاروائی کرتے ہیں تو ہمارا میڈیا اسے براہ راست نشر کرتا ہے۔ جائے وقوع کی لائیو کوریج کی جاتی ہے جس سے انتہاء پسندوں کا پیغام پوری دنیا میں جارہا ہوتا ہے اور خوف کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹی وی اینکرز اپنے پروگراموں میں ایسے علماء، سیاست دانوں اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو مدعو کریں جو مثبت سوچ رکھتے ہوں۔ ہمارے ملک میں پیمرا جس کا بنیادی کردار گیٹ کیپر کا ہے اس کے حکام اپنا کردار ادا نہیں کر رہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

عبدالواحد شاہوانی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا شکریہ کہ انہوں نے ہم سب کو اکٹھا کیا اور ایک دوسرے سے سیکھنے کا موقع فراہم کیا۔ آج اگر ہم اپنے ملک کا ایک تقابلی جائزہ لیں تو گلی گلی ہمیں انتہاء پسندی کے مناظر نظر آئیں گے جن میں سے کچھ کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں جن میں، سیاسی انتہاء پسندی، مذہبی انتہاء پسندی، ذاتی انتہاء پسندی، خاندانی انتہاء پسندی، گروہی انتہاء پسندی، سماجی انتہاء پسندی، قومی انتہاء پسندی اور بین الاقوامی انتہاء پسندی۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں یہاں لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے اور اگر ہم میڈیا کے کردار کا اس حوالے سے جائزہ لیں تو ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے میڈیا کا سہارا لیتی ہیں۔ ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی بڑا کردار ہے۔ سوشل میڈیا انتہاء پسندوں کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ روزانہ ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے انتہاء پسند اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انتہاء پسندی کے برے اثرات فوراً معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی

ہے۔ برداشت کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ جب کسی بھی معاشرے میں برداشت ورواداری ختم ہو جاتی ہے۔تو وہاں امن کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب معاشرے میں امن کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہےتو وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردعمل میں انسانی حقوق بالخصوص خواتین کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔انتہاء پسندوں کے سامنے انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ انسانی حقوق کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کا ہدف ہمیشہ انسانی حقوق ہوتے ہیں۔

اورماڑہ ضلع گوادر 17-18 دسمبر 2015ء

انسانی حقوق کا فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

ہمارا موضوع بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم ہے۔ انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل ،اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار۔ اگر ہم اپنے حقوق کے متعلق خود نہیں سوچیں گے تو یقیناً حکومت یا کوئی اور ادارہ ہماری طرف توجہ نہیں دے گا۔ انسانی حقوق میں انسانی بقا کا حق ،زندگی کا حق ، مذہبی آزادی ،اور سیاسی آزادی سمیت دیگر حقوق شامل ہیں ۔دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے ۔ اس کے بعد دنیا بھر کی اقوام نے اکٹھے ہو کر انسانی حقوق کے متعلق ایک منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے اس عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔محصولات اور ٹیکسوں کی وصولی کے لئے خودکار نظام کی طرح انسانی حقوق کا نظام بھی خودکار ہونا چاہیے یعنی لگاتار اور مسلسل چلنے والا نظام جس میں تمام لوگوں کو یکساں اور ہر قسم کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ جمہوری روّیوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں ،محلوں اور سوسائٹی میں جمہوریت ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت خود بخود ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری روّیوں کے فروغ کے لئے کام کرتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے دنیا گلوبل ویلیج بن چکی ہے ۔سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں شعور اجاگر کر سکتے ہیں۔

انتہاپسندی کیا ہے ،اس کی مختلف اقسام ، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

عبدالواحد شاہوانی

انتہاء پسندی کا لفظی معنی کسی نقطے ، مسئلے ، خیال یا کسی سوچ کو آخری حد تک پسند کرنا اور اپنی مرضی کے نتائج حاصل کرنے کے لئے تمام حدود کو پار کرنا ہے چاہے اس کے حصول کے لئے طاقت کا استعمال ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اپنی خواہش اور اپنی رائے کو زبردستی دوسرے لوگوں پر مسلط کرنا۔ یہ تمام تعریفیں انتہاء پسندی کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں انتہاء پسندی کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں جن میں سے کچھ کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں جن میں سیاسی انتہاء پسندی ، مذہبی انتہاء پسندی ، ذاتی انتہاء پسندی ، خاندانی انتہاء پسندی ، گروہی انتہاء پسندی ، سماجی انتہاء پسندی ،قومی انتہاء پسندی اور بین الاقوامی انتہاء پسندی شامل ہیں۔ ہم جس سماج میں رہتے ہے یہاں لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے اور اگر ہم میڈیا کے کردار کا اس حوالے سے جائزہ لیں تو ہمیں یہ محسوس ہو گا کہ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے میڈیا کا سہارا لیتی ہیں ۔ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہاپسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی ایک بڑا کردار ہے۔سوشل میڈیا انتہاء پسندی کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔روزانہ کی بنیاد پر ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے انتہاء پسند اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں ۔انتہاء پسندی ایک ایسا عمل ہے جس کے برے اثرات معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی ہے اور برداشت کا مادہ کمزور ہو جاتا ہے۔ جب کسی بھی معاشرے میں برداشت ورواداری ختم ہو جاتی ہے تو وہاں امن کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس معاشرے میں امن کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے تو وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردعمل میں انسانی حقوق بالخصوص خواتین کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔ انتہاء پسندوں کے سامنے انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ انسانی حقوق کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں۔ان کا ہدف ہمیشہ انسانی حقوق ہوتے ہیں۔

انتہاپسندی کے انسداد/فروغ میں میڈیا کا کردار

امیر جان جمالدینی

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ کا نام ہے جو آہستہ آہستہ انسان کے اندر سرایت کرتی ہے۔ انتہا پسند انسان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نظریہ، اپنی سوچ کو کسی طرح دوسروں پر مسلط کرے۔ اسی طرح ہمیں میڈیا کے متعلق جاننا ہو گا کہ میڈیا ہے کیا؟ ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک منتقل ہو جائے وہ میڈیا کہلاتا ہے۔جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں میڈیا کا بنیادی کردار ہے۔آج میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلیج میں تبدیل کر دیا ہے۔دنیا کے ایک کنارے میں پیش آنے والے واقعہ کی خبر سیکنڈوں میں آخری کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔میڈیا کی دو قسمیں ہیں: ایک الیکٹرانک اور دوسرا پرنٹ میڈیا ۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات ،رسائل ،کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی ،ریڈیو ،فلم اور سوشل میڈیا وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارے میڈیا پر جہادی نظریات کی ترویج ہو رہی ہے اور لوگوں کے نظریات کا رخ انتہاء پسندی کی جانب کیا جا رہا ہے۔ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں عجیب وغریب پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ جب انتہاء پسندوں نے مساجد، اسکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کیا تو جیسے ہی کوئی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا تو ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے جس کے ملکی و بین الاقوامی سطح پر منفی اثرات پیدا ہوئے۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا شدت پسندی کو فروغ دے کر عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔ پرائیوٹ میڈیا کے غلبے نے جہاں معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کئے وہیں مالکان کے کاروباری مفادات ،ریٹنگ کی جنگ ،اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے عمل نے معاشرے پر انتہائی برے اثرات مرتب کئے۔ اس کے علاوہ جہاں شدت پسند کوئی کاروائی کرتے ہیں تو ہمارا میڈیا اسے براہ راست نشر کرتا ہے۔جائے وقوعہ کی لائیو کوریج کی جاتی ہے جس سے انتہاء پسندوں کا پیغام پوری دنیا میں جا رہا ہوتا ہے اور خوف کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹی وی اینکرز اپنے پروگراموں میں ایسے علماء ،سیاست دانوں اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو مدعو کریں جو مثبت

سوچ رکھتے ہوں۔ ہمارے ملک میں پیمرا کا بنیادی کردار گیٹ کیپر کا ہے مگر وہ اپنا کردار ادا نہیں کر رہا۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی اہمیت

محمد یونس

انسان بنیادی طور پر سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے اور سیکھنے کا یہ عمل آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ سیکھنے کا عمل ماں کی گود سے شروع ہو کر سکول، کالج، یونیورسٹی سے ہوتا ہوا عام معاشرتی زندگی تک جاتا ہے۔ انسان کی درسگاہ ماں کی گود سے جب سکول کی جانب منتقل ہو جاتی ہے تو تعلیمی ادارے میں بچے کو جو بنیادی حقوق کے متعلق سکھانا چاہئے ہمارے ملک میں وہ تعلیم انہیں نہیں دی جاتی۔ ملک میں تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین شامل کریں تاکہ ہمارے بچوں کو یہ علم حاصل ہو کہ جس طرح ان کے حقوق دوسروں پر ہیں اسی طرح دوسروں کے حقوق بھی ان پر واجب الادا ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے حقوق خیال رکھتے ہوئے معاشرے میں ایک بہتر فرد کی حیثیت سے جی سکتے ہیں اور اسی طرح معاشرے سے انتہاء پسندی کے تدارک کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کرسکیں گے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی آگاہی شامل نہیں کی گئی۔ اچھنبے کی بات ہے کہ ہمارے بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق تعلیم نہیں دی جاتی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب تشکیل دینے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب کو ترتیب دیں تاکہ کل یہ بچے جب معاشرے میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کریں تو وہ معاشرے میں بہتر کردار ادا کرسکیں۔

نگر پارکر 09-08 دسمبر 2015

جمہوریت اور انسانی حقوق ،انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

حفیظ بزدار

جمہوریت کا لفظ یونانی زبان سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "عوام کی حکومت"۔ جمہوریت ایک ایسے نظام حکومت کو کہتے ہیں جس میں عام آدمی یا عوام ریاست کے لیے جمہوری عمل کے ذریعے نمائندے منتخب کرتے ہیں۔ ابراہم لنکن نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی: عوام کی حکومت، عوام کے لیے حکومت اور عوام سے منتخب کردہ حکومت۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمہوری حکومت میں سیاست دان اور افسر شاہی عوام کی خواہشات کے مطابق نظام حکومت چلاتے ہیں۔ ایسی حکومت کا بنیادی مقصد عوام کی فلاح و بہبود اور انہیں تمام تر بنیادی سہولیات کی فراہمی ہوتا ہے۔ ایسے نظام حکومت میں عوام الناس کی رائے ہی کو اوّلیت دی جاتی ہے۔ جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں مذہبی، اقتصادی اور سیاسی آزادی کی ضمانت دی جاتی ہے اور ہر انسان کے تمام تر بنیادی حقوق کا احترام کیا جاتا ہے۔ اسی لیے تو جمہوریت اور انسانی حقوق لازم و ملزوم ہیں۔ اگر کسی ریاست میں مکمل طور پر جمہوریت کا فروغ ہو تو وہاں آباد تمام انسانوں کو ان کے

انسان بنیادی طور پر سیکھنے کے عمل سے گزرتا ہے اور سیکھنے کا یہ عمل آخری سانس تک جاری رہتا ہے ۔ سیکھنے کا عمل ماں کی گود سے شروع ہو کر سکول، کالج ، یونیورسٹی سے ہوتا ہوا عام معاشرتی زندگی تک جاتا ہے۔ انسان کی درسگاہ ماں کی گود سے جب سکول کی جانب منتقل ہو جاتی ہے تو تعلیمی ادارے میں بچے کو جو بنیادی حقوق کے متعلق سکھانا چاہئے ہمارے ملک میں وہ تعلیم انہیں نہیں دی جاتی۔

حقوق میسر ہوں گے۔ جب کسی معاشرے میں انسانی حقوق کا فروغ ہو گا تو وہاں معاشی انقلاب برپا ہو گا اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو گی۔ ہر انسان کو اپنا حق ملے تو معاشرہ پر امن رہے گا۔ عالمی برادری اور سرمایہ کار جمہوری ملک میں سرمایہ کاری کریں گے تو ملک میں خوشحالی آئے گی۔ جمہوری ممالک میں جہاں انسانی حقوق کے نکات پر کاربند رہا جاتا ہے وہاں معاشی ترقی کا نیا باب کھل جاتا ہے۔

حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

تیرت

حق ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو پورا کرنے کی ذمہ داری دوسروں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کو پورا کریں اور احترام بھی کریں۔ حقوق کا احترام، تحفظ اور انہیں پورا کرنے کی ذمہ داری ریاست کے ساتھ ساتھ معاشرے پر بھی عائد ہے۔ مثلاً اخلاقی حق عام طور پر معاشرے کی قدروں پر قائم ہوتا ہے۔ ان حقوق کی حفاظت کے لیے کوئی بھی قوت موجود نہیں ہوتی بلکہ ان کے تحفظ کی ذمہ داری معاشرے کے تمام انسانوں پر ہوتی ہے۔ قانونی حق وہ ہے جو ریاست اپنے شہریوں کو دے۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ عام شہری قانونی حقوق کی فراہمی کے سلسلے میں کسی کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔ قانونی حقوق میں جینے کا حق، شخصی تحفظ کا حق، مذہبی آزادی کا حق، تعلیم کا حق، خانگی زندگی کا حق، اظہار رائے کی آزادی کا حق، تنظیم سازی کا حق، شہری سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا حق، ملکیت رکھنے کا حق، روزگار کا حق، ووٹ دینے کا حق، سیاست میں حصہ لینے کا حق، سرکاری ملازمت کا حق، تنقید کا حق اور سیاسی جماعت بنانے کا حق شامل ہیں۔

جاگیردارانہ نظام کے خاتمے کے بعد انسان کی معاشی اور سماجی آزادی کا عمل آہستہ آہستہ متعارف ہوا۔ روشن خیال انسان کو انفرادی حقوق کے ادراک نے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا جس کے بعد لوگوں نے اپنی بھلائی اور خودمختاری حاصل کی۔ 1215ء میں عالمی منشور کے بعد انسانی حقوق کی تحریک مستحکم ہوئی۔ دنیا میں روشن خیالی کی تحریک پیدا ہوئی جس کا اصل مقصد انسان کی آزادی، انسان کو روایتی عقیدوں، جبر، تشدد سے آزادی دلانا تھی۔ پہلی جنگ کی تباہی کے بعد 1919ء میں دنیا کے سب ملکوں نے ایک ادارہ قائم کیا جو بعد میں اقوام متحدہ کے نام سے منظور ہوا جس کی وجہ سے دنیا کی عالمی تنظیمیں وجود میں آئیں۔ 1948ء میں انسانی حقوق کا عالمی منشور کا اجرا ہوا جس پر بہت سے ممالک نے اتفاق کیا۔ یہ دنیا کا پہلا منشور تھا جس میں ریاستی طاقت کو محدود رکھنے اور شہریوں کو تحفظ دینے پر زور دیا گیا تھا۔ ریاست کو پابند کیا گیا کہ وہ اپنے شہریوں کو معاشی، انسانی اور شہری حقوق دے اور ان کے بنیادی اور فطری حقوق تسلیم کرے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام اور ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کے لئے لائحہ عمل

قاضی خضر

انتہا پسندی کا لفظی معنی ہے حد سے گزر جانا۔ انتہا پسندی کئی شکلوں میں پائی جاتی ہے۔ ہمیں تھوڑا پیچھے دیکھنا ہو گا کہ یہ انتہا پسندی آئی کیسے اور ہماری زندگیوں پر اس کے اثرات کیسے پڑے ہیں۔ پاکستان میں اسٹیبلشمنٹ کی بالادستی کا آغاز جنرل ایوب خان کے وزیر دفاع بننے سے ہوتا ہے۔ پھر اس بالادستی نے ایسی شکل اختیار کی جس کا نتیجہ 1958ء کے مارشل لاء کی صورت میں نکلا۔ یہ پاکستان پر مسلط ہونے والی تاریک رات کی ابتدا تھی۔ پھر پے در پے مارشل لاء کے نتیجے میں پاکستان پر انتہا پسندوں کا غلبہ ہو گیا۔ وہ رجعت پسند جنہوں نے پاکستان اور قائداعظم محمد علی جناح کی مخالفت کی اور پاکستان کا قیام روکنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اب ان رجعت پسندوں کا میڈیا سمیت پاکستان کے تمام اہم اداروں پر غلبہ ہے۔ اس طبقے کی

جمہوریت سے نفرت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ۔ان کا کہنا ہے کہ یہ جمہوریت ہی ہے جو گدھے گھوڑے کو ایک ہی قطار میں کھڑا کر دیتی ہے۔ان پڑھ اور پڑھے لکھے میں کوئی فرق نہیں کرتی ۔دونوں کے ووٹ کی طاقت ایک جیسی ہوتی ہے۔ پاکستان کے حکمران طبقے انتہا پسندوں کی مدد سے عوام کو حق حکمرانی دینے سے انکار کرتے رہے ہیں۔پاکستان کے حکمران طبقوں نے اپنی بقاء کو یقینی بنانے کے لیے انتہا پسند قوتوں کو جنم دیا اور پھر ان کی پرورش کی ۔یہ بالا دست طبقوں کی ایک ایسی عیارانہ چال ہے جس کو پاکستانی عوام بھی پوری طرح سمجھ نہیں سکے۔ان قوتوں نے فرقہ واریت کے نام پر لوگوں کو تقسیم کرکے پاکستانی عوام کی طاقت کو تقسیم کر دیا۔اب ہر فرقہ ایک دوسرے کا دشمن بن گیا ہے۔حکمران طبقوں کی اس وقت سب سے بڑی مددگار مذہبی انتہا پسند قوتیں ہیں۔ ان انتہا پسندی قوتوں نے آج پاکستانی عوام کو یرغمال بنایا ہوا ہے جو اس سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا ۔ہمیں اس انتہا پسندی سے بچنے کے لئے لائحہ عمل سوچنا ہوگا۔ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہوگا،تعلیم عام کرنی ہوگی اور ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کرنا ہوگا۔

میڈیا کیا ہے ، اس کی اقسام ،بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

حفیظ بزدار

میڈیا لفظ میڈیم سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے راستہ۔ میڈیا کے آغاز میں شیر شاہ سوری کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔اس نے تیز ترین ڈاک کا نظام متعارف کروایا جس میں ایک گھوڑ سوار کچھ سفر طے کر کے دوسرے گھوڑے سوار کو معلومات دے کر آگے بھیجتا تھا۔شیر شاہ سوری بادشاہ بننے سے پہلے سپاہی تھا اور وہ جانتا تھا کہ خبر کو جلد از جلد پہنچانا ایک بادشاہ کی طاقت ہوتی ہے۔آج کا میڈیا نجی کاروبار بن چکا ہے۔ میڈیا کے ڈھانچے میں خبر اور رپورٹنگ بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔انتہا پسندی کے فروغ میں میڈیا کا کردار اہم ہے۔ میڈیا ایک ریاست کی طرح کام کر رہا ہے ۔جب چاہے کسی کی سزا اور جزا کا فیصلہ سناتا ہے جس سے ملک کے حالات پر بڑا برا اثر پڑ رہا ہے۔ ٹیلی ویژن چینلز تربیت کی کمی کی وجہ سے گیٹ کیپر کے فرائض سے ناواقف ہیں۔ گیٹ کیپر کا فرض ایسی تمام اطلاعات کو روک لینا ہے جس سے معاشرے میں بدامنی پھیلے۔ ایک اچھے رپورٹر کیلئے ضروری ہے کہ وہ پیشہ ور صحافی ہو،صحافت کے اصولوں سے واقف ہو اور رپورٹنگ تحقیق کی بنیاد پر کرے۔

بیسویں صدی میں کئی گروہ اور تحریکیں انسانی حقوق کے نام پر معاشرتی تبدیلیاں لانے میں کامیاب ہوئیں۔ یورپ کے کچھ مما لک میں مزدور یونین کے کارکنوں کو ہڑتال کرنے کا حق حاصل ہوا،اوقات کار میں کمی کرانے میں کامیابی حاصل ہوئی اور بچوں سے محنت ومشقت کروانے پر قابو پایا گیا۔عورتوں کے حقوق کی تحریک کئی ملکوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دلانے میں کامیاب ہوئی۔انسانی حقوق کے حصول کی تحریک بہت قدیم ہے۔اس مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی طرف سے UDHR کی قرارداد منظوری ہوئی جس کو انسانی حقوق کا عالمی منشور کہتے ہیں جو 10 دسمبر 1948ء کو منظور ہوا۔

میرپور خاص 26,25 نومبر 2015

حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

عظیم رونجھاں

بیسویں صدی میں کئی گروہ اور تحریکیں انسانی حقوق کے نام پر معاشرتی تبدیلیاں لانے میں کامیاب ہوئیں۔ یورپ کے کچھ مما لک میں مزدور یونین کے کارکنوں کو ہڑتال کرنے کا حق حاصل ہوا،اوقات کار میں کمی کرانے میں کامیابی حاصل ہوئی اور بچوں سے محنت ومشقت کروانے پر قابو پایا گیا۔عورتوں کے حقوق کی تحریک کئی ملکوں میں عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا حق دلانے میں کامیاب ہوئی۔انسانی حقوق کے حصول کی تحریک بہت قدیم ہے۔ اس مسلسل جدو جہد کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی طرف سے UDHR کی قرارداد منظوری ہوئی جس کو انسانی حقوق کا عالمی منشور کہتے ہیں جو 10 دسمبر 1948ء کو منظور ہوا۔اس عالمی منشور میں برابری کا حق ،آزادی کا حق ،تشدد اور غیر انسانی سلوک سے بچاؤ کا حق ،زندگی کا حق اور آزادی رائے کا حق شامل ہیں۔وہ غیر سرکاری ادارے جو عوام کے مفاد اور عام شہریوں کے حقوق کے لئے کام کریں سول سوسائٹی کہلاتے ہیں۔سول سوسائٹی کے فرائض میں لوگوں میں شعور پیدا کرنا، آگاہی ومعلومات دینا،لوگوں کو منظّم کرنا،ضروری تربیت فراہم کرنا،لوگوں کے مسائل کے حل کے لیے ان کی مدد کرنا،نقصان دہ پالیسیوں اور قانون کی نشاندہی کرنا اور متعلقہ اداروں کی معاونت کرنا شامل ہے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق ،انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

شہزادہ ملک

جمہوریت اس نظام کو کہتے ہیں جس میں کسی ریاست کے عوام کی رائے سے حکومتیں بنتی ہیں اور دیگر ریاستی، سیاسی،معاشی اور معاشرتی اصول ترتیب دیئے جاتے ہیں اور عوام الناس کی رائے ہی کو اوّلیت دی جاتی ہے۔نظام حکومت کے طور پر جمہوریت کا ارتقاء ایک لمبے عرصے پر محیط ہے۔جمہوریت کا نہایت خفیف تصور آزاد، منصفانہ اور کھلے عام انتخابات پر مشتمل انتخابی جمہوریت پر زور دیتا ہے۔جمہوریت میں تمام ادارے اپنے مرتب شدہ دائرے میں کام کر کے ایک دوسرے کے کام میں مداخلت نہیں کرتے اور انصاف کے تقاضوں کو معاشرے میں پورا کر کے جمہوریت و انصاف کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔لیکن اگر سماجی،معاشی پسماندگی اور محرومیاں جڑ پکڑیں تو جمہوریت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔اگر کسی ریاست میں مکمل طور پر جمہوریت کا فروغ ہو تو وہاں معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوگی۔ ہر انسان کو اپنا حق ملے تو معاشرہ پر امن رہے گا۔ عالمی برادری اور سرمایہ کار جمہوری مما لک میں سرمایہ کاری کرینگے اور ملک میں خوش حالی آئیگی۔جمہوری مما لک میں جہاں انسانی حقوق کے نکات پر پابند رہا جاتا ہے وہاں معاشی ترقی کا نیا باب کھل جاتا ہے۔الغرض کہ جس ریاست یا معاشرے میں جمہوریت کا فروغ ہوگا وہاں آباد انسانوں کو ان کے حقوق میسر ہوں گے اور جب کسی معاشرے میں انسانی حقوق کا فروغ ہوگا تو وہاں معاشی انقلاب برپا ہوگا۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر انسانوں کے آپس کے تعلقات اور باہمی سلوک کا ایک بہتر نظام نافذ ہو تو تمام مسائل پر قابو پانا ممکن ہوجائے گا۔انسانی معاشرے کے ارتقاء پر اگر نظر دوڑائی جائے تو انسانی معاشروں میں مختلف اوقات میں مختلف قسم کے نظام وقوانین کا نفاذ رہا ہے۔اور موجودہ دور جسے ہم ترقی یافتہ دور کہہ سکتے ہیں اس سے کچھ عرصہ قبل قبائلی نظام رائج تھا۔دنیا کی اقوام اس بات پر متفق نظر آتی ہیں کہ جمہوریت ہی ایک ایسا نظام ہے جس میں منصفانہ اقتصادی و سیاسی آزادی کی ضمانت دی جاسکتی ہے ۔یہ نظام انسانی مساوات پر صرف قانون کی حد تک نہیں بلکہ سیاسی عقائد کی تمام سطحوں پر اور عمل کی حد تک مبنی ہے جس میں ہر انسان کے بنیادی حقوق کے

احترام کی ضمانت دی جا سکتی ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام اور ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کے خاتمہ کے لئے لائحہ عمل

جمیلہ منگی

انتہا پسندی کے کئی اقسام ہیں جن میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، سماجی انتہا پسندی اور ثقافتی انتہا پسندی شامل ہیں۔ انتہا پسندی کے ضمن میں دھماکے قتل و غارت اور ٹارگٹ کلنگ کی خبریں ہر روز اخبارات اور نیوز چینلز کی زینت بنتی ہیں۔ کوئی ایسا دن نہیں گزرتا جس روز ہمارے ملک میں بم دھماکہ ٹارگٹ کلنگ، ڈکیتی یا قتل و غارت کا کوئی نہ کوئی واقعہ رونما نہ ہو۔ ہر روز درجنوں بے گناہ لوگ ان واقعات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ان چند سالوں میں ملک کو کیا ہو گیا ہے؟ آج سے آٹھ دس سال پہلے تو حالات اس قدر نازک اور سنگین نہیں تھے کہ لوگوں کا اپنے گھروں اور مذہبی مقامات پر جانا بھی مشکل ہو جائے۔ کوئی بھی شخص چاہے وہ ایک ڈاکٹر ہو، انجینئر ہو، پروفیسر ہو، سرکاری ملازم ہو، ٹیچر ہو یا ایک غریب رکشا چلانے والا عام آدمی آج اس ملک میں انتہا پسندی سے محفوظ نہیں ہے۔ کیا آج تک کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ یہ انتہا پسند کون ہیں؟ انہوں ظلم اور بربادی کا بازار گرم کیا ہوا ہے؟ ہمیں یہ پتہ ہونا چاہئے کہ انتہا پسندی کیا ہے اس کے پیچھے محرکات کیا ہیں؟ انتہا پسند تنظیمیں اتنی مضبوط ہو گئی ہیں کہ ایک ایٹمی ملک کی حکومت ان کے سامنے بے بس نظر آ رہی ہے۔ سوات، وزیرستان اور باجوڑ کے بے گھر ہونے والے افراد کی دادرسی نہیں کی جا رہی۔ ان کے سروں سے چھت، بدن سے کپڑے اور منہ سے نوالہ بھی چھینا گیا ہے۔ اس کے باوجود انتہا پسندوں نے اپنی کاروائیاں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ اگر ہمیں انتہا پسندی سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے تو ہمیں ان کے عوامل کو ختم کرنا ہوگا جن کی بدولت ایک عام آدمی باغی ہو کر دہشتگرد بن جاتا ہے۔

ہمیں اپنے رہنماؤں سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر ملک کی ابتر حالت پر مل بیٹھ کر سنجیدگی سے غور کریں۔ ایسی پالیسیاں اپنائیں کہ کوئی بھی شخص غربت کی حد سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور نہ ہو۔ اگر ہمارے لوگوں کے پاس کھانے کے لئے روٹی، پہننے کے لئے کپڑے اور رہنے کے لئے چھت ہوگی تو انتہا پسندی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا ملک اس وقت تک امن کا گہوارا نہیں بن سکتا جب تک ان عوامل کا خاتمہ نہ کیا جائے جن سے انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہو۔ جب تک یہ عوامل ختم نہیں کئے جائیں گے تب تک ملک میں امن وامان نہیں آئے گا۔

ٹانک 07-08 نومبر 2015

ضلع کی سطح پر مسائل کا جائزہ:

نصرت اللہ داوڑ

فوجی آپریشن کے بعد یہاں کافی مسائل نے جنم لیا ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ تعلیمی اداروں کا ہے جو کہ مسمار کئے گئے ہیں۔ ان کی دوبارہ تعمیر سے ہی یہاں کے بچے پھر پڑھنے لکھنے کے قابل ہونگے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ یہ علاقہ بہت سی بنیادی ضروریات سے محروم ہے جن میں صحت پہلے نمبر پر ہے۔ بچیوں کی تعلیم پر بھی توجہ نہیں دی جاتی۔ عورتوں کو عموماً گھر میں رکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے اور ان کے حقوق پامال ہوتے ہیں۔ سڑکوں کا حال بھی کافی خراب ہے۔ سڑکوں کی مرمت پر توجہ نہیں دی جاتی۔ کوئی ایسا مرکز قائم نہیں ہوا جہاں پر بچوں کی دیکھ بھال ہو یا جو لوگ دہشت گردی یا انتہا پسندی سے متاثر ہوئے ہیں ان کی رہنمائی کی جائے۔

> کیا آج تک کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ یہ انتہا پسند کون ہیں؟ انہوں ظلم اور بربادی کا بازار گرم کیا ہوا ہے؟ ہمیں یہ پتہ ہونا چاہئے کہ انتہا پسندی کیا ہے اس کے پیچھے محرکات کیا ہیں؟

انتہا پسندی و تعصب کے خاتمہ کے لیے سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار

ندیم عباس

پاکستان اس وقت دہشتگردی اور انتہا پسندی کا شکار ہے۔ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ یہ بیرونی سازش ہے لیکن کیا کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ ہمارے ملک کی جو اندرونی حالت ہے اس کا کیا ہوگا یا اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ہمارے معاشرے میں رہنے والوں کا جو روّیہ ہے اسے کیا کہا جا سکتا ہے؟ ہم سب میں جو عدم برداشت ہے اور تعصّبانہ رویہ ہے اس کو کیسے ختم جائے گا؟ یہ چند سوال ہیں جن کا جواب خود ہمارے پاس ہے لیکن ضرورت عزم و حوصلے کی ہے۔ اس سوچ کو بدلنا انتہائی مشکل کام ہے لیکن صحیح لائحہ عمل سے ان روّیوں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں سول سوسائٹی کے کردار کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سول سوسائٹی کے ادارے اگر فعال ہوں تو یہ کسی بھی معاشرے میں مثبت تبدیلی لا سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے انتہا پسندی کافی حد تک ہمارے اداروں میں بھی پائی جاتی ہے یہاں تک کہ بعض اداروں میں یہ انتہا پسند کسی نہ کسی طرح سرائیت کر گئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے انہی اداروں کا استعمال کرتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو جو ہماری نوجوان نسل ہے وہ انتہائی حد تک انتہا پسندی کا شکار ہے۔ اس کے پیچھے کئی وجوہات ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان وجوہات کو معلوم کر کے ان کا تدارک کیا جائے۔ اس کے علاوہ انسانی حقوق کے کارکن جہاں بھی ہیں ان کو بہتر طریقے سے لوگوں کی اصلاح کرنی چاہیے اور ان کے حقوق کے حوالے سے ان کو آگاہی دینی چاہیے۔ اگر ہم دیکھیں تو ہر انسان انسانی حقوق کا کارکن اور محافظ ہے۔ چونکہ ہم سب کے حقوق بھی یکساں ہوتے ہیں اور فرائض بھی اس لیے کسی اور کے حق کی جنگ لڑنا ایسا ہے جیسا کہ اپنے حق کی جنگ لڑنا۔ اگر انتہا پسندی کو روکنا ہے تو ایک ساتھ مثبت سوچ سے حالات کا مقابلہ کرنا ہے اور فرائض ٹھیک طریقے سے انجام دینے ہیں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے، تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر اخلاق احمد

طرز فکر سوچنے کے ایک انداز کو کہتے ہیں۔ اب سوچ مثبت بھی ہو سکتی ہے اور منفی بھی۔ مثبت سوچ مثبت چیزوں کو جبکہ منفی سوچ منفی چیزوں کو جنم دیتی ہے۔ انسان جب انفرادی طور پر سوچتا ہے تو وہ صرف اپنی ذات تک سوچتا ہے لیکن جب اسکی سوچ کا دھارا سب کی طرف ہو تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اجتماعی اور معاشرے کی فلاح کی سوچ رکھتا ہے۔ اسی سوچ کا اثر ہوتا ہے کہ اس انسان میں جمہوری روّیہ پروان چڑھتا ہے اور وہ ایک مثبت سوچ لیکر آگے بڑھتا ہے۔ جمہوری روّیے تب ہی پروان چڑھتے ہیں جب کسی بھی معاشرے میں رہنے والے لوگوں کی سوچ معاشرے کی فلاح و بہبود کی طرف ہو۔ اگر کوئی ملک جمہوری نظام کا حامل ہے تو وہاں کے باشندے بھی جمہوری سوچ کے حامل ہونگے ورنہ وہاں کا نظام درہم برہم ہوگا۔ جہاں تک بات تعلیمی اداروں یا نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی ہے تو بدقسمتی سے ہمارا تعلیمی نظام اس قدر پرانا ہے کہ جدت بمشکل آ سکتی ہے۔ شروع سے ایک ہی نظام ہے اور جب بھی تبدیل کرنے کا سوچا گیا سو مسئلے پیدا ہوئے۔ چلو پورا نظام نہیں بدل سکتے تو پرانے والے میں ہی کچھ تبدیلی کرو اور جو انسانی حقوق کی تعلیم ہے اس کا کوئی باب ہی نصاب میں شامل کر دو اس سے کچھ تو بہتری آئے گی۔ جب تک کسی معاشرے کے لوگوں کو ان کے حقوق کے متعلق آگاہی نہیں ہوگی وہ کسمپرسی اور انتشار کا شکار ہونگے۔ ہمارے معاشرے میں کتنا انتشار ہے لوگ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتے اپنے فرائض سے منہ پھیرتے

ہیں اور حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔ یہ ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ اس معاملے میں سنجیدگی سے کام لے اور نصابی کتب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو شامل کرے۔

انتہا پسندی کے انسداد فروغ میں میڈیا کا کردار

محمد اسلم

انتہا پسندی ایک ایسے روّیے کا نام ہے جو کہ بعض دفعہ انفرادی اور بعض دفعہ اجتماعی طور پر کسی فرد یا گروہ کی شکل میں ابھرتی ہے اور اس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں اور انتہا پسند اس انتہا پسندی کے فروغ اور اپنے فوائد یا عزائم حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حد تک جاتے ہیں۔ بعض چینل انتہا پسند گروہوں کے پروپیگنڈے کو فروغ دے رہے ہیں۔ آج کل میڈیا پر پرُتشدد مناظر کھلم کھلا دکھائے جاتے ہیں جن سے لوگوں میں خوف و ہراس اور تذبذب پیدا ہوتا ہے۔ انہیں سمجھ نہیں آتی وہ کس کا یقین کریں اور کس کا نہیں۔ میڈیا چینلز کے قواعد وضوابط ہوتے ہوئے بھی وہ ان پر عمل درآمد نہیں کرتے اور جو جی میں آتا ہے دکھاتے اور کہتے ہیں۔ ریاست بھی اس معاملے میں کچھ کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ میڈیا اگر مثبت روّیہ اختیار کرے تو انتہا پسندی کو جڑ سے ختم کیا جاسکتا ہے، ایسی چیزیں دکھائی جانی چاہئیں جن سے لوگوں کا روّیہ تبدیل ہو اور ملک کو انتہا پسندانہ سوچ سے نجات مل سکے۔

انتہا پسندی کیا ہے؟ اسکی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

ڈاکٹر عظمت

کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایسا ذریعہ اپنانا جو کہ جذباتیت اور انتہا پر مبنی ہو اور اس سے عام لوگوں کو یا کسی ایک فرد کو نقصان پہنچے تو وہ روّیہ انتہا پسندی کے زُمرے میں آتا ہے۔ انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں اور کچھ براہ راست ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ بڑی اقسام جن میں آج کل پہلے نمبر پر مذہبی انتہا پسندی ہے اس کے علاوہ سیاسی اور معاشرتی انتہا پسندی ہے۔ یہ ایسی اقسام ہیں جو کہ براہ راست معاشرے کے لوگوں پر اثر کرتی ہیں۔ آج کل ایسے مذہبی گروہ ہیں جو کہ اپنے نظریات کو ترویج دینے میں لگے ہوئے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ یہ گروہ دوسرے لوگوں کے عقائد ونظریات کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہی انتہا پسندی آگے جا کر دہشت گردی کا سبب بنتی ہے اور لوگ ایک دوسرے کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو سیاسی لحاظ سے بھی ہمارا ملک انتہائی پسماندہ ہے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد غیر سیاسی ہے اور ان میں سیاسی شعور کی کمی ہے۔ سیاسی پارٹیاں ہیں اسی چیز کا فائدہ اٹھا کر اپنے عزائم حاصل کرتی ہیں۔ ایک پارٹی دوسری پارٹی کے اوپر الزامات لگاتی ہے، لعن طعن کرتی ہے اور خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ پھر معاشرتی انتہا پسندی ہے جو کہ بہت عام ہے اور ہمارے روّیوں سے جھلکتی ہے۔ معاشرتی ناانصافی ہوتی ہے جسکی بنیاد پر بہت سے لوگوں کا رجحان انتہا پسندی کی طرف بڑھ جاتا ہے اور معاشرہ انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسکی بنیادی وجہ حقوق کا نہ ملنا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے حقوق پامال کرتے ہیں اور اپنی بات منوانے کے لئے انتہائی حد تک جاتے ہیں۔ اس میں اب عملی ذمہ داری ریاست کی

کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایسا ذریعہ اپنانا جو کہ جذباتیت اور انتہا پر مبنی ہو اور اس سے عام لوگوں کو یا کسی ایک فرد کو نقصان پہنچے تو وہ روّیہ انتہا پسندی کے زُمرے میں آتا ہے۔ انتہا پسندی کی بہت سی اقسام ہیں اور کچھ براہ راست ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔

ہے کہ وہ لوگوں کو ان کا جائز حق دے اور ایسی اصلاحات کرے کہ عوام ایک پرامن معاشرے کو فروغ دیں۔ سب کو برابر کے حقوق اور انصاف ملے گا تو ایسی صورتحال پیدا نہیں ہوگی جو کہ انتہا پسندی کو جنم دے۔

لہڑی 7-6 نومبر 2015ء

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

ہمارا موضوع بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم ہے۔ انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل، اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار۔ اگر ہم اپنے حقوق کے متعلق خود نہیں سوچیں گے تو یقیناً حکومت یا کوئی اور ادارہ اس جانب توجہ نہیں دے گا۔ انسانی حقوق میں انسانی بقا کا حق، زندگی کا حق، مذہبی آزادی اور سیاسی آزادی سمیت دیگر حقوق شامل ہیں۔ انسان پیدائش سے لیکر موت تک سیکھنے کے مختلف مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ پوری زندگی سیکھنے کا عمل ہے۔ اگر کوئی ادھیڑ عمر کا شخص یہ کہتا ہے کہ انہوں نے سب کچھ سیکھ لیا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہوگی۔ ہم اپنے معاشرے سے سیکھتے ہیں، سماج سے سیکھتے ہیں اور روزمرہ کی زندگی سے سیکھتے ہیں۔ اگر سیکھنے کے عمل کا ہم بغور جائزہ لیں تو خیال کا ایک نقشہ ہمارے سامنے آئے گا۔ خیال بنیادی طور پر عمل کا ایک حصہ ہے۔ پہلے خیال بنتا ہے اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے اس کے بعد بین الاقوامی طاقتوں نے اکٹھے ہوکر انسانی حقوق کے متعلق ایک منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔ انسانی حقوق کا نظام خودکار ہونا چاہیے یعنی لگاتار اور مسلسل چلنے والا نظام جس میں تمام لوگوں کو یکساں ہر قسم کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ جمہوری رویوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں، محلوں اور سوسائٹی میں جمہوریت ہے؟ اگر خود کے کردار کو پرکھا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہماری سوسائٹی میں جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے کام کرتے ہیں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کرکے ان میں شعور کو اجاگر کرسکتے ہیں۔ ہمیں اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کا علم بھی ہونا چاہئے اور ان کے حقوق کا احترام بھی کرنا چاہئے۔

انتہاء پسندی کی انسداد اور فروغ میں میڈیا کا کردار

امیر جان جمالدینی

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ کا نام ہے جو آہستہ آہستہ انسان کے اندر سرایت کرتی ہے۔ انتہا پسند انسان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نظریہ، اپنی سوچ کو کسی طرح دوسروں پر مسلط کرے۔ اسی طرح ہمیں میڈیا کے متعلق جاننا ہوگا کہ میڈیا ہے کیا؟ ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک منتقل ہو جائے وہ میڈیا کہلاتا ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں میڈیا کا بنیادی کردار ہے۔ آج میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔ دنیا کے ایک کنارے میں پیش آنے والے واقعہ کی خبر سیکنڈوں میں آخری کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔ میڈیا کی دو قسمیں ہیں: ایک الیکٹرانک اور دوسرا پرنٹ میڈیا۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو فلم اور سوشل میڈیا وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارے میڈیا پر جہادی

نظریات کی ترویج ہو رہی ہے اور لوگوں کے نظریات کا رخ انتہاء پسندی کی جانب کیا جارہا ہے۔ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش میں عجیب وغریب پروگرام نشر کئے جاتے ہیں ۔ جب انتہاء پسندوں نے مساجد،اسکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کونشانہ بنانا شروع کیا تو جیسے ہی کوئی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا تو ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے جس کے ملکی و بین الاقوامی سطح پر منفی اثرات پیدا ہوئے۔اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا شدت پسندی کو فروغ دیکر عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔ پرائیوٹ میڈیا کے غلبے نے جہاں معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کئے وہیں مالکان کے کاروباری مفادات ،ریٹنگ کی جنگ ،اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے عمل نے معاشرے پر انتہائی برے اثرات مرتب کئے۔ اس کے علاوہ جہاں شدت پسند کوئی کاروائی کرتے ہیں تو ہمارا میڈیا اسے براہ راست نشر کرتا ہے۔جائے وقوعہ کی لائیو کوریج کی جاتی ہے جس سے انتہاء پسندوں کا پیغام پوری دنیا میں جارہا ہوتا ہے اور خوف کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹی وی اینکرز اپنے پروگراموں میں ایسے علماء ،سیاست دانوں اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو مدعو کریں جو مثبت سوچ رکھتے ہوں۔ ہمارے ملک میں پیمرا کا بنیادی کردار گیٹ کیپر کا ہے مگر وہ اپنا کردار ادا نہیں کر رہا۔

انتہاپسندی کیا ہے ،اس کی مختلف اقسام ، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

محمد رفیق کھوسہ

آج اگر ہم اپنے ملک کا ایک تقابلی جائزہ لیں تو گلی گلی ہمیں انتہاء پسندی کے مناظر نظر آئیں گے جن میں سے کچھ کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں جن میں ،سیاسی انتہاء پسندی ،مذہبی انتہاء پسندی، ذاتی انتہاء پسندی، خاندانی انتہاء پسندی، گروہی انتہاء پسندی ، سماجی انتہاء پسندی ،قومی انتہاء پسندی اور بین الاقوامی انتہاء پسندی۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں یہاں لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے ۔میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے اور اگر ہم میڈیا کے کردار کا اس حوالے سے جائزہ لیں تو ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے میڈیا کا سہارا لیتی ہیں ۔ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ۔اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی بڑا کردار ہے۔سوشل میڈیا انتہاء پسندوں کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ روزانہ ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے۔اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے انتہاء پسند اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں ۔انتہاء پسندی کے برے اثرات فوراً معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں ۔لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی ہے۔ برداشت کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ جب کسی بھی معاشرے میں برداشت ورواداری ختم ہو جاتی ہے۔تو وہاں امن کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب معاشرے میں امن کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے تو وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردعمل میں انسانی حقوق بالخصوص خواتین کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔انتہاء پسندوں کے سامنے انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ انسانی حقوق کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کا ہدف ہمیشہ انسانی حقوق ہوتے ہیں۔

جب زندگی اور مذہب کے درمیان رشتہ کٹ جاتا ہے تو زندگی کسی نہ کسی سمت میں جاری رہتی ہے لیکن مذہب ایسی بے جان شے بن جاتا ہے جسمیں نہ لچک اور نہ ترقی کی صلاحیت باقی رہتی ہے اور یہ مسجدوں اور خانقاہوں کی حدود میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔اسلام کیساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے جبکہ انسانیت نے سائنس اور فلسفے میں زبردست ترقی کر لی ہے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

فرید احمد شاہوانی

انسان کی ابتدائی تربیت اس کی ماں سے ہوتی ہے اور دوسری تربیت اس کے اپنے گھر کے ماحول سے اور پھر جا کر وہ معاشرے سے کچھ سیکھتا ہے۔ یوں چلتے چلتے اسکول، کالج اور یونیورسٹی تک انسان جو سیکھتا ہے ان تمام کا اثر اس کے روّیہ اور کردار میں نظر آتا ہے۔ باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو انسان میں موجود مثبت سوچ کو نصاب ابھار کر سامنے لاتا ہے۔مگر ہمارے نصاب میں وہ بنیادی خصوصیات نظر نہیں آتیں جو کسی بھی فرد کو باکردار شہری اور اچھا انسان بنانے کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ اس وقت ہم مجموعی طور پر ایک ایسے معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں انتہا پسندی واضح نظر آتی ہے۔اگر ہم تعلیمی نصاب کا جائزہ لیں تو بدقسمتی سے ہمارے نصاب مکمل طور پر قصے کہانیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ انسانی حقوق کی تعلیم کو اگر نصاب کا حصہ بنایا جائے تو ہر انسان کو بچپن ہی سے اپنے اور دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کے متعلق نہ صرف آگاہی حاصل ہوگی بلکہ انہیں انسانی حقوق کا خیال رکھنے میں بھی مدد ملے گی۔ تعلیمی ادارں خصوصاً پرائمری اور مڈل کے تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کی شمولیت کو اوّلیت دیں جس سے بچے بچپن ہی سے انسانی حقوق اور اپنے فرائض کے متعلق آگاہ ہونگے اور بعد ازاں وہ معاشرے سے انتہاء پسندی کے تدارک کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی آگاہی شامل نہیں کی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے بچوں کو انسانی حقوق کے متعلق تعلیم نہیں دی جاتی۔ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے ادارے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق آگاہی کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب کی ترتیب بنائیں تاکہ ہمارے بچوں کو بچپن میں ہی ان کے حقوق اور ایک دوسرے کے احترام کی ترغیب حاصل ہو تاکہ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان بننے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کا خیال رکھنے والے انسان بھی بن جائیں۔

سرگودھا 04-05 نومبر 2015ء

تعارف شرکاء، رجسٹریشن، قبل از ورکشاپ شرکاء کا استعدی جائزہ

عون محمد

جب زندگی اور مذہب کے درمیان رشتہ کٹ جاتا ہے تو زندگی کسی نہ کسی سمت میں جاری رہتی ہے لیکن مذہب ایسی بے جان شے بن جاتا ہے جسمیں نہ لچک اور نہ ترقی کی صلاحیت باقی رہتی ہے اور یہ مسجدوں اور خانقاہوں کی حدود میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔اسلام کیساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے جبکہ انسانیت نے سائنس اور فلسفے میں زبردست ترقی کر لی ہے۔ مذہب صدیوں سے جامد رہا ہے۔اسلام کا معجزہ یہ تھا کہ اس نے بت پرستی کا خاتمہ کر دیا اور مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ انہوں نے مذہب کو ایک بت کی شکل دے دی ہے۔ اسلام کے بارے میں اس جدید سوچ سے مذہبی انتہا پسندی کی مخالفت جھلکتی ہے لیکن ریاست اپنی پالیسی کے اعلانات کے باوجود اسلامی اصطلاحات استعمال کرتی رہی ۔ پاکستان میں انتہا پسندی کے موضوع پر اگر چہ بہت زیادہ توجہ دی جا

رہی ہے مگر اسکے باوجود اسکو سمجھنے اور اسکی وجوہات کی نشاندہی کرنے میں بے شمار شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق انتہا پسندی ایک ایسا طرزعمل ہے جو معاشرتی بے سکونی کا باعث بنتا ہے۔ ایچ آر سی پی کی جانب سے انسانی حقوق کی تعلیم کے فروغ، انتہا پسندی سے آگاہی اور اس کی روک تھام کے لیے پورے ملک میں کوششیں جاری ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کاوش آج کی ورکشاپ ہے۔ ہمیں مل کر سوچنا ہے کہ انتہا پسندی جیسے سرطان کو روکنے کے لیے کن تدابیر کی ضرورت ہے ورنہ ہمارا معاشرہ بہت تیزی سے زوال کا شکار ہوگا۔ آپ سب سے درخواست ہے کہ ہماری ورکشاپ کے مقصد کو اچھی طرح سمجھیں اور اس کے فروغ میں اپنا کردار ادا کریں۔

طرزِفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ذکی نقوی

حقیقی جمہوریت حاصل کرنے کے لئے ایک ایسی ثقافت کا فروغ ضروری ہے جسمیں مذہبی، شخصی اور صحافتی آزادیوں کا خیال رکھا جائے۔ لیکن پاکستان میں پریس دیگر ترقی یافتہ جمہوری ممالک کی طرح مکمل آزادی سے ہنوز خاصا دور ہے۔ شاید اس اس وجہ سے بھی معاشرہ گھٹن کا شکار ہورہا ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم بھی وہ کردار ادا کرنے میں ناکام رہا ہے جس سے عوام میں سماجی اور ثقافتی روّیے فروغ پا سکتے۔ اس ضمن میں ترقی پسند موضوعات کا نصاب بالکل ہی خاموش ہے۔ ہماری روایتی ثقافت اور تاریخ، سماجی اقدار، روّیے اور عادات ماضی کے دھندلکوں میں گم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری لوک ثقافت کو ہی لے لیجیے، عوام الناس اس کے متعلق نہایت قلیل علم رکھتے ہیں بلکہ کئی اکیڈمیاں تو ان کے وجود سے ہی بے بہرہ ہیں۔ پاکستانی لوک ثقافت کو انتہا پسندی کا متضاد کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں شدت پسندی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ لوک ورثے کو تعلیمی اداروں میں بطور اختیاری مضمون بھی پڑھایا جانا چاہیئے کیونکہ یہ نسلوں کے درمیان فاصلے کم کرتا ہے۔ لوک ورثے کی تعلیم بوڑھوں اور نوجوانوں کے مابین موئثر رابطے کا باعث بن سکتی ہے۔ بزرگ لوک کہانیوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور وہ کہاوتوں، پہیلیوں، جادوئی کہانیوں، قصوں، مافوق الفطرت واقعات اور اس طرح کی دوسری ثقافتی اقدار سے عوام کو روشناس کراتے ہیں۔ جن لوگوں کے سماجی بندھن کمزور ہوتے ہیں وہ جلد ہی انتہا پسندوں کے جھانسے میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ انتہا پسند خود بھی قطعی طور پر تنہائی پسند نہیں ہوتے بلکہ انکے محدود سماجی تعلقات ہوتے ہیں اور وہ نئے بھرتی ہونے والے ریکروٹس کو بھی ان راستوں پر ہی گامزن کر دیتے ہیں۔ مزید براں نئے جوان بھرتی ہوکر دیگر ہم خیال نوجوانوں کے ساتھ اپنے سماجی تعلقات مظبوط کر لیتے ہیں۔ سماجی عدم تحفظ کی وجہ سے بھی نوجوانوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے جس سے وہ آسانی کے ساتھ شدت پسندوں کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ ناانصافی بھی انتہا پسندی کی ایک اہم وجہ ہوتی ہے۔ ہماری سماجی اقدار کے مختلف درجے ہیں جو کہ متوازن معاشرے کے ڈھانچے سے مناسبت نہیں رکھتے مثلاً یہاں تعلیم کی غیر منصفانہ تقسیم۔

حقیقی جمہوریت حاصل کرنے کے لئے ایک ایسی ثقافت کا فروغ ضروری ہے جسمیں مذہبی، شخصی اور صحافتی آزادیوں کا خیال رکھا جائے۔ لیکن پاکستان میں پریس دیگر ترقی یافتہ جمہوری ممالک کی طرح مکمل آزادی سے ہنوز خاصا دور ہے۔ شاید اس اس وجہ سے بھی معاشرہ گھٹن کا شکار ہورہا ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم بھی وہ کردار ادا کرنے میں ناکام رہا ہے جس سے عوام میں سماجی اور ثقافتی روّیے فروغ پا سکتے۔

یہاں بنیادی طور پر تین نظام تعلیم رائج ہیں، یعنی نجی انگریزی میڈیم ادارے، پبلک ادارے، اور مدرسے۔ ویسے تو ایک ریسرچ کے مطابق یہاں چار قسم کے سکول پائے جاتے ہیں جو مدرسوں، اردو میڈیم، ایلیٹ انگلش میڈیم اور کیڈٹ کالجز پر مشتمل ہے۔ نظام تعلیم میں یہ تفاوت ہی دراصل ان سماجی اور اقتصادی طبقات کی موجودگی کا مظہر ہیں۔ حقیقت میں یہ ایک ایسی دنیا کا ذکر ہے جہاں مختلف مضامین، طبقات، ڈھانچے، فیسیں اور تنخواہیں رائج ہیں۔ اسی طرح اساتذہ اور سٹاف کی جانب سے بھی طلباء کے ساتھ روّیہ درست نہیں ہے۔ سرکاری سکولوں اور مدرسوں میں بچوں کو سزا دینے کا تصور موجود ہے۔ اسٹاف کے ارکان بھی چھوٹی باتوں پر طلباء کی بے عزتی کر ڈالتے ہیں نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں کے بچے زیادہ محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان مدرسوں اور سکولوں میں ابھی تک پرانا تعلیمی نظام رائج ہے۔ انسانی حقوق کی ابھی تک کسی بھی سرکاری اسکول یا مدرسے میں تعلیم نہیں دی جاتی۔ سماج میں سائنسی قدروں کا فروغ، انسانی روّیوں، اور عادات کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن پاکستان میں انسانی حقوق کی تعلیم پر زور نہیں دیا گیا یا پھر اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھایا گیا اور نہ ہی حکومت اور معاشرے نے اس جانب کوئی توجہ دی۔

ہمارے ہاں زیادہ تر بچے سکول نہیں جاتے اور جو سکول جاتے ہیں وہ ایسا کچھ بھی نہیں سیکھتے جسکی بناء پر وہ بہتر شہری بن سکیں۔ سکولوں کو بذات خود مسئلہ بننے کی بجائے مسئلے کے حل کا ذریعہ ہونا چاہیئے۔ سکول مناسب طور پر تعلیم فراہم نہیں کر رہے اور نہ ہی طالبعلموں کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معیاری تعلیم کا مطلب تو یہ ہے کہ طالبعلم جمہوری اور اخلاقی اقدار کی جانب راغب ہوں، انہیں بنیادی انسانی حقوق سے آگاہی حاصل ہو اور انکے ذہنی افق پر نئے خیالات پیدا ہوں۔ تعلیم پچھلی حکومتوں کی ترجیح تو کبھی نہیں رہی اور اب بھی تعلیم کے لیے وقف کردہ بجٹ تین فیصد سے بھی کم ہے۔

دستاویزی فلم: کھانے کے وقفے کے بعد شرکا کو دستاویزی فلم ضمیر کی عینک دکھائی گئی، جسکا مقصد پاکستانی معاشرے میں دوہرے معیار کی تصویر کشی تھی۔ اسمیں یہ دکھایا گیا کہ ہم پاکستانی عوام بہت آسانی کے ساتھ اپنے کیے کا جرم غیر ملکی لوگوں یا غیر ملکی ایجنڈوں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ ایچ آر سی پی کی اس کاوش کو شرکا نے خوب سراہا۔

مذہبی ہم آہنگی اور رواداری وقت کی اہم ضرورت ہے

محمد ابوبکر

تمام مذاہب کی منزل حق کی تلاش ہے۔ من مانی تشریح کا مطلب ہے وضع کرنا یا اپنی طرف سے بنانا۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب جب متعارف ہوتا ہے تو وہ ایک خاص وقت تک تکمیل کے مرحلے میں رہتا ہے اور آخر چند قواعد، رسومات، عقائد کو اپنا حصہ بنا کر مکمل ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دُنیا مذہب کے مکمل ہونے پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آگے بڑھتی رہتی ہے۔ آگے بڑھتے ہوئے زمانے کی بدلتی ہوئی ضرورتیں جب ماضی کے کسی دور میں مکمل ہو چکے مذہب سے کوئی مدد نہیں لے پاتیں تو پھر یا تو وہ دنیا اور دین کو الگ الگ کر کے زمانے کے ہم قدم ہونے کی کوشش کرتی ہیں یا جدید علوم کی روشنی میں تاویل کا سہارا لے کر اپنا راستہ ہموار کرتی ہیں۔ یہ تاویل ہمیشہ جذبات، تعصّبات اور مفادات کے تابع ہوتی ہے۔ یہ مفادات انفرادی بھی ہو سکتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں ہے کہ " زمین اللہ کی ہے "۔ خطہ عرب میں اس وقت تو ایسا طبقہ موجود نہیں تھا جسے جاگیردار کہتے اس لیے اللہ کی زمین ہونے کو لوگوں نے تسلیم کیا اس کے لئے کسی تاویل کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ لیکن ہندوستان میں جہاں 18 57ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز سامراج نے زمین اپنے وفاداروں میں تقسیم کر کے زمین کی ملکیت کا حق دار ٹھہرایا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ جب تحریک پاکستان کے نتیجہ میں اسلامی مملکت قائم ہو گی تو ریاست اس معاملہ کو کیسے نمٹائے گی۔ علامہ اقبال نے ایک

نظم لکھی اس کا نام "الارض للہ" جس میں انہوں نے ذاتی ملکیت کی نفی کی ہے۔لیکن مسلم لیگ میں ایک بڑی اکثریت میں جاگیردار شامل ہوگئے۔پھر جنرل ایوب خاں نے انہیں دوبارہ متعارف کروایا تاکہ وہ علامہ اقبال کو دو قومی نظریئے کا خالق بتا کر اور قائداعظم کو اُن کا ایک پیروکار ثابت کر کے فاطمہ جناح کی الیکشن مہم پر اثر انداز ہوں۔

قیام پاکستان کے بعد یہ مسئلہ درپیش تھا کہ نئی اسلامی فلاحی مملکت میں جاگیرداروں کا کیا کیا جائے تو جہاں مذہبی پیشوا میدان میں آئے تو وہاں سیاستدان بھی۔نوابزادہ نصراللہ نے "انجمن تحفظ زمینداراں فی احکام شریعہ" بنائی تو ان کے بیانیہ کو مولانا مودودی کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" سے بہت سہارا ملا۔جبکہ علامہ اقبال کے پیروکار علامہ غلام احمد پرویز نے قرآن کریم سے زمین کی ملکیت کی نفی کی۔اس لیے اُن کے خیالات کو کبھی سرکاری سر پرستی حاصل نہیں کر پائے۔سرکاری سرپرستی قرآن کریم کی اسی تشریح کو حاصل رہی جو ریاست پر قابض حکمران طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی تھی۔مختلف طبقے اپنے مفادات کی جنگ کو مذہب میں داخل کر لیتے ہیں اسطرح جہاد کی بات ہے جہاں مسلمان طاقت میں تھے وہاں جہاد بالسعیت کو ترجیح دیتے لیکن پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جہاد بالنفس کو ترجیح دی گئی۔

مذہب کا مخالف ہمیشہ کافر کہلاتا ہے۔اس کے برعکس سیاست ہمیشہ اختلاف رائے اور تنقید سے پروان چڑھتی ہے اس تضاد کا اثر یہ ہوا کہ سیاست میں عدم برداشت کا رّویہ داخل ہوگیا۔سیاسی اختلاف رائے کو تقویت دینے کے لیے مذہب کا سہارا لیا گیا جس سے مذہب میں فرقے اور عدم برداشت پیدا ہوئی۔ضیاء الحق کے دور میں جب افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوئیں تو امریکہ روس کو شکست دینے کے لیے پاکستانی فوج اور طالبان کو استعمال کر رہا تھا۔اس عمل کو جائز کرنے کیلئے جہاد کے فلسفے کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔حقیقت میں مذہبی اختلاف رائے یا مذہب کی من مانی تشریح کر لینا کوئی خطرہ کا باعث نہیں۔معاشرے میں یہ من مانی تشریح اس وقت خطرے کا باعث بنتی ہے جب ایک چھوٹا گروپ بزورِ شمشیر دوسروں کو اپنا ہمنوا بنانے کے کوشش کرتا ہے۔یہ رّویہ تب تک جاری رہے گا جب تک ہم اپنا نصاب تعلیم میں بچوں کو یہ نہیں پڑھاتے کہ ہر انسان بنیادی طور پر برابر کے حق رکھتا ہے اس میں اس کا اپنا عقیدہ، سیاسی خیال اور رائے رکھنے کا حق بھی شامل ہے۔آپ یہ رویہ پیدا کریں کہ آپ لوگوں کے عقیدہ رکھنے کے حق کو تسلیم کریں اور بدلے میں وہ آپ کے عقیدہ رکھنے کے حق کو تسلیم کرے۔

قیام پاکستان کے بعد یہ مسئلہ درپیش تھا کہ نئی اسلامی فلاحی مملکت میں جاگیرداروں کا کیا کیا جائے تو جہاں مذہبی پیشوامیدان میں آئے تو وہاں سیاستدان بھی۔نوابزادہ نصراللہ نے "انجمن تحفظ زمینداراں فی احکام شریعہ" بنائی تو ان کے بیانیہ کومولانا مودودی کی کتاب "مسئلہ ملکیت زمین" سے بہت سہارا ملا۔جبکہ علامہ اقبال کے پیروکار علامہ غلام احمد پرویز نے قرآن کریم سے زمین کی ملکیت کی نفی کی۔اس لیے اُن کے خیالات کو کبھی سرکاری سر پرستی حاصل نہیں کر پائے۔سرکاری سرپرستی قرآن کریم کی اسی تشریح کو حاصل رہی جو ریاست پر قابض حکمران طبقے کے مفادات کا تحفظ کرتی تھی۔مختلف طبقے اپنے مفادات کی جنگ کو مذہب میں داخل کر لیتے ہیں اسطرح جہاد کی بات ہے جہاں مسلمان طاقت میں تھے وہاں جہاد بالسعیت کو ترجیح دیتے لیکن پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ جہاد بالنفس کو ترجیح دی گئی۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل

محمد رضوان

پاکستان کی تاریخ سیاسی افراتفری، سیاسی و معاشی بدنظمی اور مذہبی دباؤ سے بھری پڑی ہے جس نے عوام کو انتہائی مایوس کن صورتحال سے دوچار کردیا ہے۔ایک مظبوط سیاسی پلیٹ فارم کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہمارے نوجوانون میں بہت منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔انتہا پسند تنظیمیں ایسے نوجوانوں کو ایسا پلیٹ فارم دستیاب کر دیتی ہیں جس سے یہ نوجوان بلاسوچے سمجھے انکی ہدایت پر اپنی زندگی گذارنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔فاٹا اور خیبر پختونخواہ کے علاقوں میں زیادہ انتہا پسندی دیکھنے میں آئی ہے۔کچھ دیگر عناصر جیسے کہ ترقی و تعمیر کی کمی، وسیع پیمانے پر غربت، کثرت بے روزگاری، افراط زر، سیلاب، عدم تحفظ، عام انصاف کیعدم فراہمی بھی انتہا پسندی کے اسباب میں شامل ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی کا سادہ سا مفہوم ہے کہ عقیدے کی بنیاد پر انسانوں کی برتری اور کمتری کا تعین کرنا اور اسی عقیدے کی رو سے ان سے سلوک کرنا۔یہ ایک طرح سے انتہا پسندی کی سب سے خطرناک قسم ہے کیونکہ انسانی تاریخ میں لوگ سب سے زیادہ اسی وجہ سے غیر انسانی سلوک کا نشانہ بنے ہیں۔یہ تمام انسانوں کا بنیادی حق ہے کہ اپنے عقیدے کو برحق سمجھیں لیکن کسی کے عقیدے کو بزور طاقت تبدیل کرنا غلط ہے۔عقیدے کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق کرنا اور اپنے عقائد کو بزور طاقت دوسروں پر مسلط کرنا مذہبی انتہا پسندی ہے۔اسی طرح کوئی بھی غیر ملکی ادارہ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری کرنا چاہے تو بعض مذہبی شخصیات فتوے دینا شروع کر دیتے ہیں۔پھر کچھ دنوں کے وقفے کے بعد کسی مذہبی مدرسے کے حمایتی بیانات کے ہمراہ ایسے اداروں کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں۔

سماجی رویوں اور ضابطوں میں کسی بھی صورت انتہا پر چلے جانا سماجی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔مثال کے طور پر ہمارے سماج میں بچیوں کی شادیاں طے کرتے وقت ان کی مرضی کو شامل نہیں کیا جاتا یہ سماجی انتہا پسندی ہے جس کا عموماً یہ جواز پیش کیا جاتا ہے کہ والدین اپنے بچوں کا بُرا تھوڑی چاہیں گے۔مگر یہ کہاں لکھا ہے کہ والدین جو بھی کہیں گے وہ ٹھیک ہے۔اسی طرح آپ اپنی بچی کا ایک قانونی، آئینی، اور مذہبی حق چھین رہے ہیں صرف اور صرف مذہب کے نام پر۔یہ ایک سماجی انتہا پسندانہ فیصلہ ہے۔اسی طرح غیرت کے نام پر قتل بھی سماج کا انتہا پسندانہ فیصلہ ہے۔غیرت اور تقدس انہی دو لفظوں کے گرد ہم صدیوں سے گھوم رہے ہیں۔گھریلو خواتین کی تمام عمر باپ، چچا، بھائی، بھتیجا کی مرضی سے یا پھر سسرال شوہر یا بیٹے کے گھر میں گزر جاتی ہے۔وہ بے چاری اس قید و بند میں اف کئے بنا عمر کی پونجی لٹا دیتی ہے۔یہ ہمارے سماج کا عورت کے خلاف کتنا غلط اور انتہا پسندانہ رویہ ہے۔طاقت کے دم پر کسی کے ووٹ کا حق چھین لینا کسی کے سیاسی نظریات پر قبضہ کرنا سیاسی انتہا پسندی ہے۔ووٹ معاشرے کے ہر فرد کا حق ہے لیکن جب کوئی ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر اس حق کو پامال کرتا ہے تو وہ سیاسی انتہا پسندی کا مرتکب ہوتا ہے۔اور اسی طرح حکومت اور ریاست کے سربراہان کا بھی پورا پورا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کی تمام بنیادی سہولتوں اور ضرورتوں کو پورا کریں۔اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو وہ بھی سیاسی انتہا پسندی کہلائے گی۔یہ حقیقت ہے کہ انسانی تاریخ کا سب سے چرب زبان آدمی بھی کسی بھوکے کو قائل نہیں کرسکتا کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔

انتہا پسندی خواہ کسی شکل میں ہو تو وہ تباہی کا موجب بنے گی۔ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تحفظ پاکستان ایکٹ اور سزائے موت کے نفاذ سے انتہا پسندی کو ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔کیا کبھی ایک بیماری کا علاج دوسری بڑی بیماری سے ہوا ہے؟ ایک جہالت کا مقابلہ دوسری بڑی جہالت سے، ایک پاگل پن کا خاتمہ دوسرے بڑے پاگل پن سے، ایک دہشت کا خاتمہ دوسری بڑی دہشت سے، ایک جنون کا مقابلہ دوسرے بڑے جنون سے اور ایک شدت

پسندی کو دوسری بڑی شدت پسندی سے ختم کرنا اور سراسر حماقت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟ اور اسی حماقت کا انجام ہم پاکستان کی عوام بھگت رہے ہیں۔

انتہا پسندی کے فروغ میں میڈیا کا کردار اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی تربیت کی اہمیت

عون محمد

انتہا پسندی ان بنیادی مسائل میں سے ایک ہے جو پاکستانی ریاست اور معاشرے کو درپیش ہیں۔ اسکی جڑیں شاید پاکستان کے قیام سے بھی پہلے جا نکلتی ہیں۔ پاکستان کی پوری تاریخ میں یہ مسئلہ افقی اور عمودی دونوں اطراف میں پھیلتا رہا ہے۔ ایک طرف بہت سے عوامل اور کردار اسمیں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں تو دوسری طرف بہت سے بے گناہ افراد اور گروہ بھی اس کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ پاکستانی میڈیا جس نے ایک نئی طاقت اور اہمیت حاصل کی ہے وہ بھی ابتدائی ایام سے لے کر آج تک اس سارے عمل میں ایک عامل کے طور پر موجود رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شدت پسند گروہوں کا نشانہ بھی بنتا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ شروع سے ہی شدت پسندی کے مظہر کو بڑھاوا دینے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہے۔ 1950ء میں حکومت پنجاب نے شدت پسندانہ خیالات کی اشاعت اور فروغ کے لئے ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا۔ اس وقت کی حکومت کے ڈائریکٹوریٹ آف انفارمیشن نے ان اخبارات کو رقوم ادا کیں جو احمدیوں کے خلاف شدت پسندانہ خیالات کی تشہیر کرتے تھے۔ یہ معاملہ ایک انکوائری کمیٹی کے روبرو پیش ہوا اور ایک بڑے موقر اردو اخبار کے ایڈیٹر نے اسکی توثیق کی۔ ہر اخبار کی اپنی ایک پالیسی ہوتی ہے مثلاً بعض انگریزی اخبارات کی پالیسی شدت پسندی کے خلاف ہے جبکہ بعض اخبارات کی پالیسی شدت پسندی کے حق میں ہے۔ ایک اردو اخبار کا ایک پورا صفحہ طالبان کے لیے وقف ہے اور یہ طالبان اور دہشتگردوں کو عسکریت پسند کہتا ہے۔

ضیاء الحق کے دور حکومت میں ذرائع ابلاغ پر اثر انداز ہونے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی۔ ایک مذہبی سیاسی جماعت چونکہ جنرل ضیاء الحق کے بہت قریب تھی اور ضیاء نے اسے افغان جنگ میں بھی استعمال کیا تھا، اس جماعت کے بہت سے لوگ ذرائع ابلاغ میں شامل ہو گئے جنھوں نے پنجاب یونین آف جرنلسٹس کی بنیاد رکھی۔ ان میں سے بہت سے لوگ عسکریت پسند تھے اور اپنے اپنے نظریات کی بنیاد پر لوگوں کی جانیں لے رہے تھے۔ اس گروپ نے بہت سے ذرائع ابلاغ کے لوگوں کو خریدا اور اپنے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا۔ اس قسم کے لوگ اگرچہ اخبارات کی پالیسی کو براہ راست متاثر نہیں کرتے تاہم اگر ایک شخص نیوز روم میں یا رپورٹنگ میں ایک خاص سوچ لیکر بیٹھا ہوا ہے تو اسکے پاس موقع ہوتا ہے وہ کسی بھی خبر کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے یا کوئی خبر اس طرح دے کہ اسکی اہمیت کم ہو جائے۔

پاکستانی ذرائع ابلاغ بالواسطہ طور پر اور دبے لفظوں میں شدت پسندوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر لال مسجد کے معاملے پر میڈیا نے یکطرفہ کردار ادا کیا۔ اسی طرح جن تنظیموں پر پابندی ہے انکی خبریں بھی مسلسل چھپ رہی ہیں صرف انکے نام کے ساتھ سابقہ کا لفظ لگ جاتا ہے۔ شدت پسندی سے جڑے ہوئے واقعات کو جس قدر تشہیر ملنی چاہیے ہمارا میڈیا بریکنگ نیوز کے چکر میں ان واقعات کو زیادہ تشہیر دے جاتا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شدت پسندوں کے حوصلے بلند ہو جاتے ہیں۔ طالبان کے ترجمان کو بہت زیادہ کوریج ملتی ہے۔ بعض گروہ ایسے بھی ہیں جو اس قسم کی کاروائیوں میں ملوث نہیں ہیں لیکن وہ باجود یا کسی ایسی جگہ بیٹھ کر ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں ذرائع ابلاغ میں گیٹ کیپنگ کی روایت معدوم ہے جو شخص میڈیا سے منسلک ہے اسے ایک گیٹ کیپر کے طور پر کام کرنا چاہیے۔ نیوز رپورٹر یا ایڈیٹر کو خبر کی اشاعت کے حوالے سے فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ اسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اگر کوئی خبر فائدے کی نسبت زیادہ نقصان کرے گی تو وہ اسے روک لے۔ ہمارا الیکٹرانک میڈیا حال ہی میں سامنے آیا ہے اور لوگ اسکے لئے مناسب طور پر تربیت یافتہ نہیں ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں جب کوئی چیز تحریر ہوتی ہے تو تحریر کرنے والے کے پاس کچھ وقت ہوتا ہے کہ وہ اسکو دوبارہ دیکھ سکے اور پھر وہ تحریر مدیر کی نظر سے بھی گزرتی ہے۔ لیکن الیکٹرانک میڈیا میں ایسا نہیں ہوتا۔ الیکٹرانک میڈیا کے رپورٹروں کے پاس ضرورت سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ یہ ان عوامل میں سے ایک ہے جنکی وجہ سے ہمارے ٹی وی چینل شدت پسندی سے متعلق واقعات کو اکثر غیر موزوں طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ مزید براں پاکستان میں پرنٹ میڈیا کے پاس کوئی ڈیڑھ سو سال کا تجربہ ہے جبکہ الیکٹرانک میڈیا مقابلتاً نوخیز ہے۔

ام احسان، جو لال مسجد کے خطیب عبدالعزیز کی اہلیہ ہیں، کا ایک کارٹون ایک اخبار میں چھپا تو اس اخبار کو کھلے عام دھمکی دی گئی کہ وہ اسکے نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہے۔ نماز جمعہ کے بعد لال مسجد میں اس اخبار کے خلاف نعرے لگائے گئے۔ انہوں نے اخبار کے خلاف الزام عائد کیا کہ اسکی پالیسی جہاد کے خلاف ہے اور اسے سبق سکھایا جائے۔ اگر شدت پسندوں کے خلاف کوئی خبر شائع ہوتی ہے تو ذرائع ابلاغ پر الزام عائد کیا جاتا ہے وہ خلاف اسلام باتیں چھاپ رہا ہے۔ اسی طرح 1981 میں اردو کے ایک بڑے اخبار نے اسلامی جمعیت طلبہ کے خلاف ایک خبر چھاپی۔ طلبہ دو بسوں میں سوار ہو کر آئے اور جنگ اخبار کے دفتر کو آگ لگا دی۔

میڈیا دراصل آج کل مارکیٹ فورسز کے تحت چل رہا ہے۔ پہلے جب میڈیا حکومت کی تحویل میں تھا تو اسکے اثر سے آزاد تھا۔ اب مارکیٹ کیا چاہتی ہے وہ معاشرے کا عمومی طرز عمل ہے میڈیا بھی اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ اگر معاشرہ انتہا پسند نظریات سے لیس ہے، یعنی اگر ریاست کی عملداری کم ہو چکی ہے اور انتہا پسند حلقوں کا رسوخ معاشرے پر زیادہ ہے تو میڈیا میں بھی وہی چیز آپکو نظر آئے گی۔ میڈیا عدم استحکام میں اضافے کا باعث بن رہا ہے، شائد اسلئے کہ اسے جو آزادی ملی ہے وہ ابھی نئی نئی ہے۔ خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا کے حوالے سے تو یہی لگتا ہے اسے تجربہ نہیں ہے، رہنمائی بھی نہیں ہے اور جو ہے وہ بڑی سطحی قسم کی ہے کہ چینل بڑا مقبول ہو جائے گا۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ میڈیا اس امر کو مسلسل نظر انداز کر رہا ہے کہ ایسا کرنے سے مستقبل میں اظہار رائے کی آزادی برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

صحبت پور 4-5 نومبر 2015ء

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

ہمارا موضوع بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم ہے۔ انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے حکمت عملی کی تشکیل، اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار۔ اگر ہم اپنے حقوق کے متعلق خود نہیں سوچیں گے تو یقیناً حکومت یا کوئی اور ادارہ اس جانب توجہ نہیں دے گا۔ انسانی حقوق میں انسانی بقا کا حق، زندگی کا حق، مذہبی آزادی اور سیاسی آزادی سمیت دیگر حقوق شامل ہیں۔ انسان پیدائش سے لیکر موت تک سیکھنے کے مختلف مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ اگر یوں کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ پوری زندگی سیکھنے کا عمل ہے۔ اگر کوئی ادھیڑ عمر کا شخص یہ کہتا ہے کہ انہوں نے سب کچھ سیکھ لیا ہے تو یہ اس کی غلط فہمی ہوگی۔ ہم اپنے معاشرے سے سیکھتے ہیں ،سماج سے سیکھتے ہیں اور روزمرہ کی زندگی سے سیکھتے ہیں۔ اگر سیکھنے کے عمل کا ہم بغور جائزہ لیں تو خیال کا ایک نقشہ ہمارے سامنے آئے گا۔ خیال بنیادی طور پر عمل کا ایک حصہ ہے۔ پہلے خیال بنتا ہے اس کے بعد اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں تقریباً چھ کروڑ انسان مارے گئے اس کے بعد اقوام

عالم نے اکٹھے ہو کر انسانی حقوق کے متعلق ایک منشور تیار کیا۔ انسانی حقوق کے عالمی منشور میں زندہ رہنے کے حق کو ہر انسان کا بنیادی حق مانا گیا۔ انسانی حقوق کا نظام خود کار ہونا چاہیئے یعنی لگاتار اور مسلسل چلنے والا نظام جس میں تمام لوگوں کو یکساں اور ہر قسم کے حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ جمہوری رویوں کا انسانی حقوق کے فروغ میں اہم کردار ہوتا ہے۔ جمہوری روّیے ہم سے تقاضا کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کریں۔ جب ہم جمہوریت کی آواز بلند کرتے ہیں تو سب سے پہلے خود کا جائزہ لیتے ہیں کہ کیا ہمارے گھروں، محلوں اور سوسائٹی میں جمہوریت ہے؟ اگر خود کے کردار کو پرکھا جائے تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آئے گی کہ ہمارے اپنے اندر جمہوری روّیے نہیں ہیں اور ان اداروں کی بھی کمی ہے جو ہمارے معاشرے میں جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے کام کریں۔ آج سوشل میڈیا کا دور ہے اور دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے ہم مجموعی طور پر عوام بالخصوص نوجوانوں تک رسائی حاصل کر کے ان میں شعور اجاگر کر سکتے ہیں۔ ہمیں اپنے حقوق کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق کا علم بھی ہونا چاہیئے اور ان کے حقوق کا احترام بھی کرنا چاہیئے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

فرید احمد شاہوانی

ترقی یافتہ اقوام انسانی حقوق کے متعلق جدید نصاب کو اپناتے ہوئے بہتر علم حاصل کر کے اقتصادی اور معاشی طور پر مستحکم ہوگئیں۔ تعلیمی ادارں خصوصاً پرائمری اور مڈل کے تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کی شمولیت کو اوّلیت دیں جس سے بچے بچپن ہی سے انسانی حقوق اور اپنے فرائض کے متعلق آگاہ ہونگے اور جو عملی زندگی میں انتہاء پسندی کے تدارک کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ ہمارے معاشرے میں یہ ایک المیہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی آگاہی شامل نہیں۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کے لیے لائحہ عمل

محمد رفیق کھوسہ

آج اگر ہم اپنے ملک کا ایک تقابلی جائزہ لیں تو گلی گلی ہمیں انتہاء پسندی کے مناظر نظر آئیں گے جن میں سے کچھ کا ہم یہاں تذکرہ کرتے ہیں جن میں، سیاسی انتہاء پسندی، مذہبی انتہاء پسندی، ذاتی انتہاء پسندی، خاندانی انتہاء پسندی، گروہی انتہاء پسندی، سماجی انتہاء پسندی، قومی انتہاء پسندی اور بین الاقوامی انتہاء پسندی۔ ہم جس سماج میں رہتے ہیں یہاں لوگوں میں عدم رواداری کو فروغ دینے میں میڈیا بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ میڈیا رائے عامہ پر فوری اثر انداز ہوتا ہے اور اگر ہم میڈیا کے کردار کا اس حوالے سے جائزہ لیں تو ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ انتہاء پسند تنظیمیں اپنی رائے کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے

ترقی یافتہ اقوام انسانی حقوق کے متعلق جدید نصاب کو اپناتے ہوئے بہتر علم حاصل کر کے اقتصادی اور معاشی طور پر مستحکم ہوگئیں۔ تعلیمی ادار ں خصوصاً پرائمری اور مڈل کے تعلیمی نصاب کو ترتیب دینے والے اداروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق مضامین کی شمولیت کو اوّلیت دیں جس سے بچے بچپن ہی سے انسانی حقوق اور اپنے فرائض کے متعلق آگاہ ہونگے اور جو عملی زندگی میں انتہاء پسندی کے تدارک کے لئے اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں گے۔ ہمارے معاشرے میں یہ ایک المیہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کے متعلق کسی قسم کی آگاہی شامل نہیں۔

میڈیا کا سہارا لیتی ہیں۔ ریاست نوجوانوں کو روزگار دینے میں ناکام ہوگئی ہے۔ ملک میں بے روزگاروں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے اور وہ بے روزگاری کی وجہ سے انتہا پسندوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ انتہاء پسندی کے فروغ میں سوشل میڈیا کا بھی بڑا کردار ہے۔ سوشل میڈیا انتہاء پسندوں کے لئے گیٹ وے بن گیا ہے۔ روزانہ ہزاروں پیغامات کی نشر و ترسیل سوشل میڈیا کے ذریعے کی جاتی ہے۔ اس پر ریاست کی طرف سے کوئی پابندی نہیں جس کی وجہ سے انتہاء پسند اس کا بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انتہاء پسندی کے برے اثرات فوراً معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ لوگوں میں رواداری ختم ہو جاتی ہے۔ برداشت کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔ جب کسی بھی معاشرے میں برداشت و رواداری ختم ہو جاتی ہے۔ تو وہاں امن کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب معاشرے میں امن کا مسئلہ سنگین ہو جاتا ہے تو وہاں معاشی مسئلہ بھی سر اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ غربت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ردِعمل میں انسانی حقوق بالخصوص خواتین کے حقوق کی پامالی شروع ہو جاتی ہے۔ انتہاء پسندوں کے سامنے انسانی حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی وہ انسانی حقوق کے فلسفے پر یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کا ہدف ہمیشہ انسانی حقوق ہوتے ہیں۔

انتہاء پسندی کی انسداد اور فروغ میں میڈیا کا کردار

امیر جان جمالدینی

سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی کیا ہے؟ انتہاء پسندی بنیادی طور پر ایک سوچ کا نام ہے جو آہستہ آہستہ انسان کے اندر سرایت کرتی ہے۔ انتہا پسند انسان کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نظریہ، اپنی سوچ کو کسی طرح دوسروں پر مسلط کرے۔ اسی طرح ہمیں میڈیا کے متعلق جاننا ہوگا کہ میڈیا ہے کیا؟ ہر وہ ذریعہ جس سے خبر دوسروں تک منتقل ہو جائے وہ میڈیا کہلاتا ہے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس دور میں میڈیا کا بنیادی کردار ہے۔ آج میڈیا نے دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔ دنیا کے ایک کنارے میں پیش آنے والے واقعہ کی خبر سیکنڈوں میں آخری کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔ میڈیا کی دو قسمیں ہیں: ایک الیکٹرانک اور دوسرا پرنٹ میڈیا۔ پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل، کتابیں وغیرہ آتی ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹی وی، ریڈیو فلم اور سوشل میڈیا وغیرہ شامل ہیں۔ ہمارے میڈیا پر جہادی نظریات کی ترویج ہو رہی ہے اور لوگوں کے نظریات کا رخ انتہاء پسندی کی جانب کیا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش میں عجیب و غریب پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ جب انتہاء پسندوں نے مساجد، اسکولوں، بازاروں اور عام لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کیا تو جیسے ہی کوئی دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوتا تو ٹی وی چینل دہشت گردی کا شکار ہونے والے لوگوں کی لاشیں براہ راست دکھانا شروع کر دیتے جس کے ملکی و بین الاقوامی سطح پر منفی اثرات پیدا ہوئے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ میڈیا شدت پسندی کو فروغ دیکر عوام کو خوفزدہ اور بے حوصلہ کر رہا ہے۔ پرائیوٹ میڈیا کے غلبے نے جہاں معاشرے پر بہتر اثرات مرتب کئے وہیں مالکان کے کاروباری مفادات، ریٹنگ کی جنگ، اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے عمل نے معاشرے پر انتہائی برے اثرات مرتب کئے۔ اس کے علاوہ جہاں شدت پسند کوئی کاروائی کرتے ہیں تو ہمارا میڈیا اسے براہ راست نشر کرتا ہے۔ جائے وقوعہ کی لائیو کوریج کی جاتی ہے جس سے انتہاء پسندوں کا پیغام پوری دنیا میں جا رہا ہوتا ہے اور خوف کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ٹی وی اینکرز اپنے پروگراموں میں ایسے علماء، سیاست دانوں اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو مدعو کریں جو مثبت سوچ رکھتے ہوں۔ ہمارے ملک میں پیمرا کا بنیادی کردار گیٹ کیپر کا ہے مگر وہ اپنا کردار ادا نہیں کر رہا۔

▼▼▼▼

تضحیک مذہب قوانین

پیٹر جیکب

اسلامی نظریاتی کونسل (سی آئی آئی) کے سربراہ، مولانا محمد خان شیرانی نے حکومت کے ایماء پر تضحیک مذہب قوانین میں موجود بعض تضادات کا جائزہ لینے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔

مولانا کی پیشکش جسٹس آصف سعید کھوسہ کے نومبر 2015ء میں لیے گئے فیصلے کی توثیق کرتی ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ تضحیک مذہب قوانین پر بحث تضحیک مذہب کے زمرے میں نہیں آتی۔ جسٹس کھوسہ نے ممتاز قادری والے مقدمے کی سماعت کے دوران اس حقیقت کی بھی نشاندہی کی تھی کہ یہ قانون انسان کا بنایا ہوا ہے۔

مولانا شیرانی کے بیان سے ایک دن قبل، لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس عبادالرحمان نے گزشتہ چار برسوں سے تضحیک مذہب کے مقدمے میں زیرحراست غلام علی اصغر کی رہائی کے احکامات صادر کیئے۔ اپنے فیصلے میں فاضل جسٹس نے دو سابقہ عدالتی فیصلوں کا حوالہ بھی دیا جن میں انتظامیہ کو بے بنیاد الزامات پر تضحیک مذہب کے مقدمات کا اندراج کرنے اور غیر شفاف ٹرائل کرنے سے خبردار کیا گیا تھا۔ جن عدالتی فیصلوں کا حوالہ دیا گیا ان میں جسٹس علی نواز چوہان کا فیصلہ بھی شامل ہے، جو اب نیشنل کمیشن برائے انسانی حقوق کے سربراہ ہیں، انہوں نے تضحیک مذہب سے نبٹنے کے لیے پولیس کو ہدایات بھی جاری کی تھیں۔ مذکور عدالتی فیصلہ 2002ء میں کیا گیا تھا جس پر تاحال عملدرآمد نہیں کیا گیا۔

مزید برآں، 1997ء میں شانتی نگر اور 2009ء میں گوجرہ میں پرتشدد واقعات کے بعد بالترتیب جسٹس تنویر احمد خان اور جسٹس اقبال حمیدالدین کی سربراہی میں قائم دو عدالتی کمیشنوں نے بھی نہایت قابل عمل سفارشات پیش کی تھیں۔ ان تحقیقاتی رپورٹوں میں تضحیک مذہب قوانین کے ناجائز استعمال سے نبٹنے کے لیے قوانین پر نظرثانی اور ترامیم کرنے، تعلیمی سرگرمیوں اور اداروں میں اصلاحات کرنے کی سفارش کی گئی تھی۔

ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ، خود پر عائد حدود و قیود کے باوجود، ان ناانصافیوں کا بدستور ازالہ کر رہی ہیں جو مذہب کے الزامات پر متعصب قانونی چارہ جوئی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔ رمشا مسیح، شمع و شہزاد اور ڈاکٹر یونس شیخ چند ایک مثالیں ہیں۔ اگر انتظامیہ اور مقنّنہ قانون اور مذہب کے ناجائز استعمال کے معاملے سے نبٹنے کے لیے آمادہ ہوں تو اعلیٰ عدلیہ کے وہ فیصلے ٹھوس بنیاد فراہم کرتے ہیں جو عدلیہ نے انفرادی و اجتماعی ذمہ داری کے مقدمات میں سنائے تھے۔

حال ہی میں لیگل ایڈ سوسائٹی کراچی کے ایک تحقیقی جائزے میں بتایا گیا کہ: ''تضحیک مذہب کے زیادہ تر مقدمات کی بنیاد من گھڑت الزامات تھے جو جائیداد کے جھگڑوں یا دیگر ذاتی یا خاندانی دشمنی کے باعث عائد کئے گئے جن کا نتیجہ ملزم کی پوری کمیونٹی پر ہجوم کے تشدد کی صورت میں نکلتا ہے''۔

مولانا شیرانی کے بیان سے ایک دن قبل، لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس عبادالرحمان نے گزشتہ چار برسوں سے تضحیک مذہب کے مقدمے میں زیرحراست غلام علی اصغر کی رہائی کے احکامات صادر کیئے۔ اپنے فیصلے میں فاضل جسٹس نے دو سابقہ عدالتی فیصلوں کا حوالہ بھی دیا جن میں انتظامیہ کو بے بنیاد الزامات پر تضحیک مذہب کے مقدمات کا اندراج کرنے اور غیر شفاف ٹرائل کرنے سے خبردار کیا گیا تھا۔

نومبر 2015ء میں بین الاقوامی کمیشن برائے ماہرین قانون کے ایک تحقیقی جائزے میں بھی بتایا گیا کہ ہائی کورٹ نے دفعہ 295-C کے تحت جن 25 مقدمات میں ملزمان کو رہائی دی ان میں سے 15 میں عدالت کا کہنا تھا کہ: ''شکایات من گھڑت، کینہ پرور یا ذاتی دشمنی پر مبنی تھیں نو مقدمات میں ملزموں کو مقدمہ سازی کے دوران قواعد وضوابط اور تفتیش میں پائے جانے والے نقائص جبکہ دو مقدمات میں ملزمان کو ذہنی معذوری کی بنیاد پر رہائی ملی۔

بدقسمتی سے یہ فیصلے محمد انور کا ہاتھ کٹنے سے یا سلمان تاثیر کو قتل ہونے سے نہ بچاسکے۔ ہزاروں شہریوں کی زندگی اور آزادی تباہ اور اربوں مالیت کی املاک جلائی جاچکی ہیں۔ محض الزامات ہجوم کے تشدد کا سبب بن سکتے ہیں۔

نظم ونسق میں پائے جانے والے اس انتشار کا بنیادی سبب تضحیک مذہب قوانین کی موجودگی اور ان کا استعمال ہے۔ کوئی بھی ماہر قانون بتا سکتا ہے کہ ان قوانین کے نفاذ کے نتائج اگر پہلے سے بنائے منصوبہ کی بنیاد پر نہیں تھے تو پہلے سے معلوم ضرور تھے۔

1980ء سے 1986ء کے دوران، ضابطہ فوجداری پاکستان میں دفعہ 298-B اور C اور 298-A کے نفاذ سے یہ فرض کرلیا گیا کہ تضحیک مذہب کی پہلے سے ہی وضاحت کردی گئی ہے۔ چنانچہ تضحیک مذہب کی حدود کی وضاحت کیے بغیر بعض اقدامات کو جرم قرار دینے سے جرم کا مفروضہ جنم لیتا ہے۔ اور اس کے استعمال سے انصاف کا خون ہورہا ہے کیونکہ مذکورہ قوانین صرف تضحیک کے ذرائع اور اقسام کی بات کرتے ہیں مگر حدود متعین نہیں کرتے۔

مزید برآں، مجرمانہ ذمہ داری عائد کرنے کے حوالے سے معقولیت، فعل کے نتائج کے ادراک کی صلاحیت، ذہنی حالات، اشتعال کی موجودگی اور مختلف عقیدہ رکھنے کی بنیاد پر جن عالمی مستثنیات کو مدنظر رکھا جانا چاہیئے، قانون انہیں بھی نظرانداز کررہا ہے اور بے قصور لوگوں کو وسیع پیمانے پر نشانہ بنانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔

اگرنچہ مولانا شیرانی اپنی اچھی پیشکش کی بدولت شکریہ کے مستحق ہیں۔ تاہم، تضحیک مذہب کا مسئلہ مذہبی معاملے کی بجائے قانونی معاملے کی حیثیت اختیار کرچکا ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ مذہبی دلائل عوام کے علم میں اضافے کے لیے مفید ہوسکتے ہیں اور جاوید غامدی، ڈاکٹر خالد ظہیر اور ڈاکٹر خالد مسعود نے اس حوالے سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ عرفات مظہر کی عالمانہ تحقیق میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ تضحیک مذہب کے تصور کو کس طرح ذاتی مفادات کے لیے استعمال کیا گیا جس کا خمیازہ مسلمان معاشروں کو بھگتنا پڑا۔

پارلیمان کو چاہیئے کہ وہ اس معاملے کو سنجیدگی سے لے۔ تضحیک مذہب کے ناقص قوانین کی موجودگی میں نفرت انگیز تقریر کے خلاف جنگ نہیں جیتی جاسکتی۔

اس مسئلے کا آسان حل یہ ہے کہ تمام متعلقہ فریقین پر مشتمل کمیٹی کے ذریعے گوجرہ جوڈیشل کمیشن کی سفارشات پر عملدرآمد کروایا جائے۔ ان سفارشات پر بلاتاخیر عملدرآمد حکومت کی قانونی ذمہ داری ہے۔

اگر حکومت تضحیک مذہب قوانین کے ناجائز استعمال کا حقائق پر مبنی جائزہ لے اور اسے جلد از جلد شائع کردے تو یہ اس کا ملک پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ دی نیوز)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

دھماکے سے 3افراد ہلاک،3اہلکار زخمی

قلات پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے ضلع قلات میں 4 فروری کو ہونے والے بم دھماکے میں تین افراد ہلاک جبکہ فرنٹیئر کور کے تین اہلکار زخمی ہوگئے ہیں۔حکام کا دعویٰ ہے کہ تینوں افراد ایک خودکش دھماکے میں ہلاک ہوئے۔کوئٹہ میں فرنٹیئر کور بلوچستان کی جانب سے جاری کیے جانے والے ایک بیان کے مطابق بارود سے بھری ایک گاڑی کے بارے میں خفیہ اطلاع پر ایف سی نے علاقے میں موثر ناکہ بندی کی تھی۔بیان میں کہا گیا ہے کہ ناکے پر نہ رکنے کے باعث ایک گاڑی کا تعاقب کیا گیا۔محاصرے میں لینے پر گاڑی میں موجود ایک خودکش حملہ آور نے خود کو دھماکے سے اُڑا لیا۔دھماکے کے نتیجے میں گاڑی میں موجود تینوں افراد ہلاک ہوگئے جبکہ تین ایف سی اہلکار زخمی ہوئے۔بیان میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ ہلاک ہونے والے تینوں افراد دہشت گرد تھے۔گدر کے علاقے میں بدامنی کے واقعات میں پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں لیکن اس علاقے میں رونما ہونے والا یہ دھماکہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔دوسری جانب سبی کے علاقے میں بجلی کے چار ٹاوروں کو دھماکہ خیز مواد سے نقصان پہنچانے کی ذمہ داری کالعدم یونائیٹڈ بلوچ آرمی نے قبول کی ہے۔

(نامہ نگار)

ہندو لڑکی کی بازیابی کا مطالبہ

سنگھڑ ضلع سانگھڑ کے تعلقہ کھپرو کے نزدیکی گاؤں حاجی قادر بخش شر کی 16 سالہ ہندو لڑکی ونی بنت سانگ کوہلی 18 فروری کو لاپتہ ہوگئی۔لڑکی کے والد سانگ کوہلی نے کھپرو تھانے درخواست جمع کرائی کہ اس کی بیٹی کو اسلحہ کے زور پر اغواء کیا گیا ہے جس میں ایک خاتون سمیت بوزدار برادری کے منور، علی، احسان اور واصل شامل ہیں جبکہ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ لڑکی اپنی پسند کی شادی کے لیے گھر سے نکل گئی ہے۔دوسرے روز لڑکی کے عزیزوں کی جانب سے کھپرو شہر میں دھرنا دے کر اہم راستوں پر ٹائروں کو آگ لگا کر راستوں کو بند کر کے نعرے لگائے گئے اور لڑکی کی بازیابی کا مطالبہ کیا گیا۔تقریباً دو گھنٹے بعد ڈی ایس پی کھپرو اور ایس ایچ او کھپرو موقع پر آئے اور دھرنے میں شامل افراد کو یقین دہانی کرائی کہ لڑکی کو جلد از جلد بازیاب کرایا جائے۔یقین دہانی کے بعد مظاہرین نے دھرنا ختم کر دیا۔

(ابراہم خلجی)

پاکستان کا پھانسیاں دینے والے ممالک میں تیسرا نمبر

اسلام آباد بین الاقوامی انسانی حقوق کے اداروں کی ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ برس پاکستان میں 324افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا جن میں زیادہ تر ایسے مجرم شامل تھے جن کا دہشتگردی سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔اتنی بڑی تعداد میں پھانسیوں کی وجہ سے پاکستان سے سب سے زیادہ پھانسیاں دینے والے ملکوں کی فہرست میں تیسرے نمبر پر آ گیا ہے۔برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز نے کہا ہے کہ بین الاقوامی انسانی حقوق کے اداروں کی اس رپورٹ کے مطابق پشاور کے آرمی پبلک سکول پر حملے کے بعد سے 351افراد کو پھانسی پر لٹکایا گیا اوران میں صرف 39افراد ایسے تھے جو دہشت گردی میں ملوث تھے یا ان کا دہشتگرد گروہوں سے تعلق تھا۔پاکستان میں سنہ 2014 میں پشاور کے آرمی پبلک سکول پر حملے کے بعد پھانسیوں پر عائد غیر اعلانیہ پابندی ہٹالی گئی تھی۔اس حملے میں 134 سکول کے بچوں سمیت 153افراد ہلاک ہوگئے تھے۔عالمی تنظیم 'ریپریو' اور جسٹس پراجیکٹ پاکستان کی رپورٹ میں کہا گیا کہ چین اور ایران کے بعد پاکستان ایک سال میں 324افراد کو پھانسیاں دے کر تیسرے نمبر پر آ گیا ہے۔اس رپورٹ میں کہا گیا کہ ذہنی مریض، کم عمر مجرم اور ایسے قیدی جن پر تشدد کیا گیا یا انھیں مکمل طور پر انصاف فراہم نہیں کیا گیا پھانسی پانے والوں میں شامل تھے۔عالمی تنظیم ریپریو کی ڈائریکٹر مایا فوا نے کہا کہ ان اعداد وشمار سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستانی حکومت کے دعوے حقائق پر مبنی نہیں ہیں۔روئٹرز کے مطابق پاکستان کی وزارتِ داخلہ کے ترجمان نے اس بارے میں کوئی تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔حکومت نے ابتدا میں کہا تھا کہ پھانسیوں پر غیر اعلانیہ پابندی صرف دہشت گردی کے جرائم میں ملوث افراد کے لیے اٹھائی جا رہی ہے لیکن بعد میں دوسرے جرائم کے مرتکب افراد کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔بڑی تعداد میں لوگوں کو پھانسیاں دینے پر عالمی سطح پر پاکستان کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا لیکن پاکستان کے اندر بڑی حد تک اس کی پذیرائی ہوئی ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ،بشکریہ ڈان)

پولیس تشدد کے خلاف احتجاج

عمرکوٹ 20 جنوری کو عمر کوٹ شہر میں سندھ تپیدار ایسوسی ایشن (رستاSTA) کی طرف سے صوبائی صدر سید قطب علی، سردار سنگھ سوڈھو، غلام مرتضیٰ، الیاس سمیجو سمیت دیگر تپیداروں نے 'قلم چھوڑ' ہڑتال کر کے پریس کلب عمرکوٹ کے آگے مظاہرہ کیا اور دھرنا دے کر روڈ بلاک کر دی۔اس موقع پر متاثرین نے کہا کہ عمرکوٹ تھانے کے ایس ایچ او خیر محمد نوہڑی نے دیگر پولیس اہلکاروں کے ہمراہ تپیدار حبیب اللہ آریسر اور اس کے ڈرائیور سومار بھیل کو بلاوجہ گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔اب جب تک ذمہ دار ایس ایچ او اور اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج کر کے سزا نہیں دی جائے گی تب تک ان کی طرف سے قلم چھوڑ ہڑتال جاری رہے گی۔ایس ایس پی عمرکوٹ نے معاملے کا نوٹس لیتے ہوئے دو پولیس اہلکاروں غلام حسین لوند اور علمی راجڑ کو معطل کر دیا ہے۔تپیداروں کا احتجاج دوسرے دن بھی جاری رہا۔ہڑتال کی وجہ سے ضلع کی کنری، سامارو، پنہور و اور عمرکوٹ کے ریونیو دفاتر میں کام معطل رہا۔ڈی آئی جی میرپور خاص نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے ڈی ایس پی عمرکوٹ کو تحقیقاتی افسر مقرر کیا۔تپیداروں کی طرف سے ہڑتال کا سلسلہ ایک ہفتے تک جاری رہا۔آخر کار 26 جنوری کو ڈپٹی کمشنر عمرکوٹ کی مداخلت پر فیصلہ کیا گیا۔معززین کی موجودگی میں تپیداروں اور ذمہ دار پولیس اہلکاروں کے مابین صلح کروائی گئی۔ (نامہ نگار)

قبرستان کی اراضی پر قبضہ

عمرکوٹ تحصیل وضلع عمرکوٹ کی یونین کونسل کھیجراڑی کے گوٹھ سبڑی بڈھو بھیل کے رہائشیوں نے ایچ آر سی پی کے ضلعی کور گروپ کو بتایا کہ ان کے گوٹھ کے قریب ڈیاتبادڑ وقبرستان، کے نام سے ایک صدی سے بھی قدیم بھیل برادری کا قبرستان ہے۔جس میں ان کے پیارے دفن ہیں۔اس قبرستان کی اراضی چار ایکڑ ہے۔جس میں تقریباً پانچ سو سے سات سو قبریں ہیں۔اس قبرستان کی مٹی بہت قیمتی ہے۔جسے مقامی زبان میں 'راؤ' کہا جاتا ہے جو کہ گھروں کی تعمیر اور دیگر تعمیرات میں بجری اور ریت کی جگہ استعمال کی جاتی ہے۔وہاں کی مٹی قیمتی ہونے کے باعث قبرستان کے قریبی گوٹھ الھورایو مہر کے رہائشی بااثر افراد اور مہر برادری سے تعلق رکھنے والوں نے قبرستان پر قبضہ کر کے قبرستان کی قیمتی مٹی کو فروخت کر رہے ہیں۔انصاف کے حصول کے لیے ڈپٹی کمشنر آفس عمرکوٹ میں تحریری درخواست بھی دی گئی ہے۔جس پر اے ڈی سی سبھاش چندر نے پٹواری کو زمین کا جائزہ لینے کے بعد رپورٹ دینے کی ہدایت کی۔ایس ایس پی عمرکوٹ کو بھی 9 جنوری کو درخواست جمع کروائی گئی۔ایس ایس پی عمرکوٹ نے تعلقہ تھانہ عمرکوٹ کے ایس ایچ او کو قانون کے مطابق کارروائی کرنے کی ہدایت کی۔متاثرین کا کہنا تھا کہ ضلع کے اعلیٰ افسران اس حوالے سے جلد قانونی کارروائی کریں۔

(اوکھو منروپ)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 16 جنوری سے 24 فروری کے دوران ملک بھر میں 181 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 60 خواتین شامل تھیں۔ 25 دسمبر سے 24 فروری کے دوران 86 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنہیں بروقت طبی امداد کے ذریعے بچالیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 42 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 96 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کراور 20 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہوکر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 50 نے زہر کھا/ پی کر، 37 نے خودکو گولی مارکراور 76 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 267 واقعات میں سے صرف 20 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16جنوری	حب علی بالادی	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	گوٹھ محمد شاہ بالادی، فیض گنج، خیرپورمیرس	ـ	روزنامہ کاوش
16جنوری	ماریہ	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بادامی باغ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
16جنوری	جمیل احمد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	محلّہ کوٹ یعقوب، مریدکے	ـ	روزنامہ جنگ
16جنوری	عمران	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	محلّہ جنڈیالہ روڈ، شیخوپورہ	ـ	روزنامہ جنگ
16جنوری	ریاض	مرد	ـ	47برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ فتح پور، کمالیہ	ـ	روزنامہ جنگ
16جنوری	صباحت بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	گئوشالا، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
17جنوری	زاہد	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پیرجوگوٹھ، خیرپور	ـ	عبدالمنیم ابڑو
17جنوری	مظہر	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	محبت میں ناکامی	خودکوگولی مارکر	شیراکوٹ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
17جنوری	غزالہ	خاتون	ـ	40برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ساروکی، گجرات	ـ	روزنامہ جنگ
18جنوری	ریحانہ کھہڑو	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نزدجادوواہن، گمبٹ، خیرپورمیرس	ـ	روزنامہ کاوش
18جنوری	عدنان مسیح	مرد	ـ	22برس	غیرشادی شدہ	بیماری سے تنگ آکر	خودکوگولی مارکر	حاجی گگن، قصور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
18جنوری	عمران	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	ساہیوال	ـ	پاکستان ٹائمز
18جنوری	طیبہ	خاتون	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	موضع امریک پورہ، سمبڑیال	ـ	روزنامہ نوائے وقت
18جنوری	ش	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع گوپی پور،، منڈی گورائیہ	ـ	روزنامہ نئی بات
18جنوری	گل باچا	مرد	ـ	25برس	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	پیرقلعہ، چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
18جنوری	مسماۃ حضوراں	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	پنگریو، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
18جنوری	لقمان	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	ٹھیکیدار کلے طورو، مردان	درج	روزنامہ آج
18جنوری	فیاض	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	مسن محلّہ، شہدادکوٹ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19جنوری	الطاف میمن	مرد	ـ	30برس	ـ	قرض سے تنگ آکر	پھندالےکر	ڈکھن، شکارپور	ـ	روزنامہ کاوش
19جنوری	نعمان ارشد	مرد	ـ		غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	گاؤں ساکرکھرل، حافظ آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
19جنوری	مسرت بی بی	خاتون	ـ	40برس	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	دیناناتھ، قصور	ـ	روزنامہ جنگ
20جنوری	ہیمن میگھواڑ	مرد	ـ	22برس	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندالےکر	مٹھی، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
20جنوری	نسرین	خاتون	ـ	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گلدشت ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
21جنوری	عائشہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ڈسکہ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21جنوری	چندری میگھواڑ	خاتون	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کنویں میں کودکر	اسلام کوٹ، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
21جنوری	گلشن طفیل	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر 183 پکھووال، رجانہ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
22جنوری	علی رضا میمن	مرد	ـ	25برس	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	گوٹھ دوآبہ، دادو	ـ	روزنامہ کاوش
22جنوری	شیراحمد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	فتح گڑھ، ہربنس پورہ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
22جنوری	علی احمد	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	موضع طوطل، پتوکی، قصور	ـ	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23جنوری	حرا	خاتون	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	چکرا گوٹھ، زمان ٹاؤن، کراچی	ـ	روزنامہ دنیا
23جنوری	عمر فاروق	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ذہنی تناؤ	زہر خورانی	گاؤں بونگہ منہاس، سرگودھا	ـ	روزنامہ جنگ
23جنوری	امجد علی	مرد	ـ	ـ	ـ	مہنگا علاج نہ کرا سکنے پر	پھندا لے کر	مرتضیٰ ٹاؤن، پتوکی، قصور	ـ	روزنامہ جنگ
23جنوری	فاروق کھرل	مرد	ـ	20برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	کمالیہ	ـ	روزنامہ نیوز
24جنوری	زبیر خان	مرد		19برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	ناصر آباد، ممتاز آباد، ملتان	ـ	روزنامہ نئی بات
24جنوری	رادھا کوہلی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ننگر پارکر، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
24جنوری	عبدالغنی خاصخیلی	مرد	ـ	ـ	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	ٹنڈو غلام علی، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
25جنوری	ناصر	مرد		32برس	ـ	گھریلو جھگڑا	نبض کاٹ کر	علی ہاؤسنگ کالونی، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
25جنوری	غلام سرور میرانی	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	بھٹہ روڈ، حیدرآباد	ـ	روزنامہ دنیا
25جنوری	عروج بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چونگی نمبر 3، تھانہ سٹی فاروق آباد، شیخوپورہ	ـ	روزنامہ خبریں
27جنوری	معراج	مرد	ـ	24برس	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	لیاقت آباد، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
27جنوری	ـ	مرد	ـ	22برس	ـ	ـ	دریا میں کود کر	جامشورو	ـ	روزنامہ کاوش
28جنوری	محمود زیب	مرد	ـ	ـ	غیر شادہ شدہ	رشتے سے انکار پر دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	حیات آباد، پشاور	ـ	روزنامہ دنیا
28جنوری	یاسر ظہور	مرد	ـ	35برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	ایف بی ایریا، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
28جنوری	زیب النساء	خاتون	ـ	40برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	طارق روڈ، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
28جنوری	عائشہ	خاتون	ـ	21برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مرلے چوک، عارف والا	ـ	روزنامہ دنیا
28جنوری	ممتاز بیگم	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 4 فورڈواہ، چشتیاں	ـ	روزنامہ دنیا
28جنوری	محبوب زمان	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	گاؤں رہال، چکوال	ـ	روزنامہ دنیا
28جنوری	گل خان	مرد	ـ	60برس	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	فدا حسین شیخا روڈ، بغدادی، کراچی	ـ	روزنامہ دنیا
29جنوری	امجد	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	104 الف شمالی، سرگودھا	ـ	روزنامہ دنیا
29جنوری	غلام رسول لغاری	مرد	ـ	28برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	جوہی، دادو	ـ	روزنامہ کاوش
29جنوری	عبدالغفار	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	معاشی حالات سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	93 ج ب، گوجرہ	ـ	روزنامہ ڈان
29جنوری	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ٹرین تلے آ کر	راہوالی، گجراں والا	ـ	روزنامہ نوائے وقت
30جنوری	ـ	خاتون	ـ	42برس	ـ	ـ	نہر میں کود کر	باٹا پور، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
30جنوری	ر	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع گوپی پور، ڈسکہ	ـ	روزنامہ جنگ
30جنوری	راشد	بچہ	ـ	11برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	عیسیٰ نگری، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
31جنوری	عمران	مرد	ـ	34برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	گلا کاٹ کر	گجر پورہ، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
31جنوری	فیصل	مرد	ـ	29برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پیرآباد	ـ	روزنامہ جنگ
31جنوری	عابد علی	مرد	ـ	20برس	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	زہر خورانی	بڈو قمرانی، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
31جنوری	زاہد عمران	مرد	ـ	ـ	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	نیو گارڈن ٹاؤن، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
31جنوری	ـ	خاتون	ـ	17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جناح پارک، مریدکے	ـ	روزنامہ جنگ
31جنوری	نازیہ بی بی	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ستارہ کالونی، ہربنس پورہ، لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
31جنوری	عبدالحنان	مرد	ـ	38برس	ـ	شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	بچل شاہ میانی، سکھر	ـ	روزنامہ کاوش
31جنوری	ریاض	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	سیتل ماڑی، ملتان	ـ	روزنامہ دنیا
یکم فروری	آشن کوہلی	مرد	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	گوٹھ مانک لنجوانی، ٹنڈو الہیار	ـ	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم فروری	کائنات	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	کوڑتانی کلہ ممش خیل، بنوں	درج	روزنامہ آج
کیم فروری	نذیر حسین	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	محمد پورہ، بھائی پھیرو	ـ	روزنامہ دنیا
کیم فروری	شاہدہ نوناری	خاتون	ـ	26برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	نوناری محلّہ، نصیرآباد، قمبر	ـ	روزنامہ کاوش
کیم فروری	روبینہ میگھواڑ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	مسطفیٰ آباد، کالونی، ڈہرکی، گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش
2فروری	ـ	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خودکو گولی مارکر	بام خیل، صوابی	درج	روزنامہ ایکسپریس
2فروری	شاہ رخ	مرد	ـ	18برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	سینٹرل جیل حیدرآباد	ـ	روزنامہ کاوش
2فروری	سفینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	وحدت کالونی، گجراں والا	ـ	روزنامہ جنگ
2فروری	شیر ملوک	مرد	ـ	45برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	مچھر کالونی، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
2فروری	بلال حسین	مرد	ـ	23برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں چک جانی، ڈنگہ	ـ	روزنامہ جنگ
3فروری	عادل	مرد	ـ	24برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شاہ فیصل کالونی، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
4فروری	حاکم علی نندوانی	مرد	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	تنگوانی، کشمور	ـ	روزنامہ کاوش
5فروری	کلثوم کھوسو	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	غلام شاہ موری، حیدرآباد	ـ	روزنامہ کاوش
5فروری	برکت علی منگی	مرد	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	میروخان، لاڑکانہ	ـ	روزنامہ کاوش
6فروری	گنگو میگھواڑ	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	اسلام کوٹ، تھرپارکر	ـ	روزنامہ کاوش
6فروری	میگھی کولہی	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کوٹ غلام محمد، میرپورخاص	ـ	روزنامہ کاوش
6فروری	فرخ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اوکاڑہ	ـ	روزنامہ جنگ
6فروری	محمد عرفان	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	آرارے بازار، راولپنڈی	ـ	ڈیلی ٹائمز
7فروری	یاسمین	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	ـ	روزنامہ دنیا
7فروری	جویل	مرد	ـ	25برس	ـ	ـ	پھندا لے کر	کورنگی، کراچی	ـ	روزنامہ ایکسپریس
7فروری	عبدالرحمان	مرد	ـ	20برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع چوہا، جوہرآباد	ـ	روزنامہ نئی بات
7فروری	زین	مرد	ـ	24برس	غیر شادی شدہ	جیب خرچ نہ ملنے پر	زہرخورانی	پیر کالونی، والٹن روڈ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
7فروری	علی لغاری	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	سیہون، جامشورو	ـ	روزنامہ کاوش
7فروری	ساعقہ	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	تھانہ کینٹ، گجراں والا	ـ	روزنامہ جنگ
8فروری	ذوالقرنین	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پیراں والا، منڈی فیض آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	ش	خاتون	ـ	23برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاموکی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	عبدالحق	مرد	ـ	30برس	ـ	ـ	خودکو گولی مارکر	ڈھوک مسکین، حسن ابدال	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
8فروری	عبدالرحمان	مرد	ـ	35برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	گارڈن، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	فیروز	مرد	ـ	28برس	ـ	ـ	خودکو جلاکر	جٹ لائن، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	سکو کولہی	مرد	ـ	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹنڈو غلام حیدر، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
9فروری	خالدہ	خاتون	ـ	35برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	لیبر اسکوائر، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
9فروری	فیروز پھلپوٹو	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	نہر میں کود کر	ضلع خیرپور	ـ	روزنامہ کاوش
10فروری	اقصیٰ	خاتون	ـ	35برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	نیوکراچی، کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
12فروری	غلام مرتضیٰ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سٹی لکی مروت	درج	روزنامہ ایکسپریس
12فروری	اللہ رکھیو	مرد	ـ	28برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	مورو، نوشہروفیروز	ـ	روزنامہ کاوش
12فروری	عابدہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	موضع روسہ ٹبہ، چونیاں، قصور	ـ	روزنامہ دنیا

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
12فروری	میرعبدل	مرد	-	60برس	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	معروف خیل، ایف آر، لکی مروت	درج	روزنامہ ایکسپریس
12فروری	جہانگیر	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	شہزاد ٹاؤن، شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
12فروری	طاہرہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	راوی پار، فیروز والا	-	نوائے وقت
12فروری	-	خاتون	-	27برس	-	زیادتی کے ملزم کی رہائی پر	پھندا لے کر	ٹاٹے پور، ملتان	-	روزنامہ ایکسپریس
13فروری	دختر رحمت اللہ خان	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	غزنی خیل، لکی مروت	درج	روزنامہ ایکسپریس
13فروری	ذیشان خان	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	کوٹکہ اطلس خان، سرائے نورنگ، لکی مروت	درج	روزنامہ ایکسپریس
13فروری	جادو کولہی	مرد	-	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ضلع تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
13فروری	صبحانی	خاتون	-	24برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	بستاں، کنری، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
13فروری	حمید خاصخیلی	مرد		35برس	شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	بکیرا شریف، ٹنڈوالہیار	-	روزنامہ کاوش
13فروری	سیوجی کولہی	مرد	-	27برس	-	قرض سے تنگ آکر	پھندا لے کر	ضلع تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
13فروری	عبدالغفور	مرد	-	75برس	شادی شدہ	بیماری سے تنگ آکر	زہرخورانی	شادباغ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
13فروری	وحید احمد	مرد	-	-	-	جائیداد کا تنازعہ	خودکو گولی مار کر	کھچی والا	-	روزنامہ نوائے وقت
14فروری	عظمت	مرد			شادی شدہ	شادی سے انکار پر	خودکو گولی مار کر	راجہ ترگیڑا، حافظ آباد	-	روزنامہ نئی بات
14فروری	ارم	خاتون		15برس	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	دھلے، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
14فروری	ڈاکٹر مجید	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گاؤں نوگراں، سیالکوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
14فروری	ثاقبہ	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	داخلہ نہ بھجوائے جانے پر	زہرخورانی	کوئٹہ	-	روزنامہ نوائے وقت
14فروری	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	لنڈی کس، خوازہ خیلہ، سوات	درج	روزنامہ ایکسپریس
15فروری	عاطف	مرد	-	15برس	غیر شادی شدہ	نشے کے لئے رقم نہ ملنے پر	پھندا لے کر	شیر گڑھ، حبیب آباد، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
15فروری	الطاف	مرد	-	-	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	دکاندہ، بونی، چترال	درج	روزنامہ آج
15فروری	امداد	مرد	-	-	شادی شدہ	شناختی کارڈ بلاک ہونے پر	خودکو گولی مار کر	ناصر کلے، پبی، نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
15فروری	زاہدہ	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	دولتپور، نواب شاہ	-	روزنامہ کاوش
15فروری	موہل میگھواڑ	خاتون	-	-	-	گھریلو تشدد سے تنگ آکر	کنویں میں کود کر	چھاچھرو، تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
15فروری	ناصر	مرد	-	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	اسلام پورہ، لاہور	-	روزنامہ ڈان
15فروری	احمد نواز	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	زمان کالونی، جوہر آباد	-	روزنامہ نئی بات
15فروری	ہدایت اللہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	3مرلہ سکیم، بھکر	-	روزنامہ جنگ
16فروری	بابر	مرد	-	-	-	غربت سے تنگ آکر	پھندا لے کر	کوٹ خادم شاہ، ساہیوال	-	روزنامہ دنیا
16فروری	شانتی بھیل	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ علی محمد راجڑ کھپرو، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
16فروری	سرداراں	خاتون	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	باقرآباد محلہ، شہدادکوٹ، قمبر	-	روزنامہ کاوش
17فروری	عربی	مرد	-	22برس	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	گھارو، ٹھٹھہ	-	روزنامہ کاوش
17فروری	بابر	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	کوٹ خادم علی شاہ، ساہیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
17فروری	ریاض	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک84، ساہیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
17فروری	ر	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک66، ساہیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
17فروری	الطاف	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رینالہ خورد	-	روزنامہ نوائے وقت
17فروری	عائشہ	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آکر	سلطان ٹاؤن، چھانگا مانگا	-	روزنامہ ایکسپریس
18فروری	ر	خاتون	-	21برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاہنہ، لاہور	-	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
18فروری	ایاز شیخ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میہڑ، دادو	-	روزنامہ کاوش
18فروری	اشوک میگھواڑ	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	شہدادپور، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
18فروری	کمال الدین	مرد	-	47برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	ڈی ایچ اے، کراچی	-	روزنامہ جنگ
18فروری	فخرنواز	مرد	-	25برس	شادی شدہ	چوری کے الزام پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
18فروری	عمرفاروق	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	92موڑ، سرگودھا	-	روزنامہ نئی بات
18فروری	صبیحہ عمر	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	قاضی کالونی، جوہرآباد	-	روزنامہ نئی بات
18فروری	-	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	راجن پور	-	روزنامہ نئی بات
19فروری	عذرا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	قصبہ فتح پور، اوکاڑہ	-	روزنامہ دنیا
19فروری	عبدالوہاب	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	جناح روڈ، کوئٹہ	-	روزنامہ دنیا
19فروری	طاہر	مرد		18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	مغل پورہ، سیالکوٹ	-	روزنامہ نئی بات
19فروری	نورجہاں چانڈیو	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	سیتا روڈ، دادو	-	روزنامہ کاوش
19فروری	کانجی مل میگھواڑ	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آ کر	پھندا لےکر	جام نوازعلی، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
19فروری	ملک الطاف	مرد	-	-	شادی شدہ	جائیداد میں حصہ نہ ملنے پر	زہرخورانی	انوارشہید کالونی، رینالہ خورد	-	ایکسپریس
20فروری	دِلمیر	مرد	-	21برس	غیرشادی شدہ	شادی میں تاخیر پر	زہرخورانی	اعوان والا، ستیانہ روڈ، فیصل آباد	-	نئی بات
20فروری	سلیم کھیری	مرد	-	28برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لےکر	ٹنڈو آدم، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
20فروری	غلام رسول	مرد	-	30برس	-	ذہنی معذوری	کنویں میں کودکر	چھاچھرو، تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
20فروری	ارشد علی	مرد	-	35برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لےکر	پاک کالونی، کراچی	-	روزنامہ جنگ
20فروری	شوکت	مرد		31برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نشاط آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
20فروری	احسان اللہ	مرد	-	-	شادی شدہ	بیوی کے طلاق مانگنے پر	زہرخورانی	سنت نگر، لاہور	-	روزنامہ خبریں
20فروری	مختیار مغیری	مرد	-	40برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	گھوگھاری، قمبر	-	روزنامہ کاوش
20فروری	دلبر چانڈیو	مرد	-	24برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لےکر	گوٹھ علی مراد چانڈیو، باڈہ، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
20فروری	منٹھار بروہی	مرد	-	18برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	ڈڑو، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
21فروری	-	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	چک نمبر174، لیہ	-	پاکستان ٹائمز
21فروری	ندیم	مرد	-	-	-	-	پھندا لےکر	ڈیفنس، لاہور	-	روزنامہ جنگ
21فروری	مسرت بی بی	خاتون	-	29برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	چک534 گ ب، جڑاں والا	-	روزنامہ جنگ
21فروری	عمران علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	قائدآباد، بھانہ ماڑی، پشاور	درج	روزنامہ آج
21فروری	-	مرد	-	-	-	-	خودکو جلاکر	سورکمر، جمرود، خیبرایجنسی	درج	روزنامہ آج
22فروری	-	خاتون	-	21برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کودکر	بٹیاں بالا، چکوٹھی، آزادکشمیر	-	ایکسپریس ٹریبیون
22فروری	منیب	مرد	-	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مصری شاہ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
22فروری	احتشام	مرد	-	22برس	-	-	زہرخورانی	نواں علاقہ کنگرہ، سیالکوٹ	-	روزنامہ جنگ
22فروری	عائشہ	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	تعلیم جاری رکھنے سے روکنے پر	زہرخورانی	سلطان ٹاؤن، چھانگا مانگا	-	روزنامہ نوائے وقت
22فروری	عبدالخالق	مرد	-	50برس	-	-	نس کاٹ کر	ایف بی ایریا، کراچی	-	روزنامہ جنگ
23فروری	پپو بھرچونڈ	مرد	-	30برس	غیرشادی شدہ	شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مارکر	گوٹھ بھرچونڈ، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
23فروری	عبدالکلام	مرد	-	35برس	-	-	چھت سے کودکر	جناح ہسپتال، لاہور	-	روزنامہ جنگ
23فروری	وحیدہ جلبانی	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لےکر	گوٹھ حسن جلبانی، خانواہن، نوشہروفیروز	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23فروری	خالدہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	پھندا لے کر	ڈابیجی، ٹھٹھہ	-	روزنامہ کاوش
24فروری	پرویز	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بہڑوال، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
24فروری	م	بچی	-	13برس	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	جمیل پارک، رضا آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
24فروری	-	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	چک 53/5 گ ب، کنجوانی	-	روزنامہ نوائے وقت
24فروری	نواز	مرد	-	27برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کامونکے	-	روزنامہ نوائے وقت
24فروری	نسرین ملاح	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کڈن، بدین	-	روزنامہ کاوش
24فروری	بلوکوہی	مرد		16برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	تلہار، بدین	-	روزنامہ کاوش
24فروری	راحیلہ	خاتون	-	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	اسمٰعیل پورہ، لاہور	-	روزنامہ دنیا
24فروری	عثمان	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	ننگل ساہداں، مرید کے	-	روزنامہ دنیا
24فروری	س	خاتون	-	35برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	منڈی بہاؤالدین	-	روزنامہ جنگ
24فروری	مدیحہ	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
24فروری	جلال عارفانی	مرد	-	-	-	بے روزگاری سے تنگ آکر	پھندا لے کر	ٹھٹھہ	-	روزنامہ کاوش
25فروری	مقبول احمد	مرد	-	47برس	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	بدین	-	روزنامہ کاوش

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26دسمبر	مسماۃ حنا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو تشدد سے تنگ آکر	دریا میں کود کر	ضلع حیدرآباد	درج	روزنامہ کاوش
27دسمبر	زیب النساء	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹنڈو غلام حیدر، حیدرآباد	-	روزنامہ کاوش
27دسمبر	ممتاز	مرد	-	-	-	-	بلیڈ مار کر	سنٹرل جیل، ملتان	درج	روزنامہ نئی بات
29دسمبر	شہروز	مرد		17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	چک 225رب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
30دسمبر	ظہیر	مرد			شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	نوشہرہ روڈ، گجرانوالا	-	روزنامہ خبریں
30دسمبر	بلال	مرد		40برس	شادی شدہ	-	خود کو جلا کر	بستی لابر، شجاع آباد	-	روزنامہ دنیا
30دسمبر	فاطمہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ ماکوڑائی، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
30دسمبر	زرینہ	خاتون		25برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ شجر جونیجو، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
30دسمبر	صائمہ بی بی	خاتون			شادی شدہ	-	خود کو جلا کر	بستی لابر، شجاع آباد	-	روزنامہ دنیا
31دسمبر	ارم	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ ولی محمد لاشاری، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
31دسمبر	رانوشاہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پیرجو گوٹھ، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
31دسمبر	منٹھار کھوہر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ گبرو، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
2جنوری	گل شیر چانڈیو	مرد		55برس	شادی شدہ	-	زہر خورانی	نزد سیٹھارجہ، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
2جنوری	کاشف	مرد	-	22برس	غیر شادی شدہ	نئے کپڑے نہ ملنے پر	خود کو جلا کر	بڈھا گورائیہ، گجرانوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
3جنوری	ساجدہ	خاتون	-	40برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	رحمت پورہ، گجرانوالا	-	روزنامہ جنگ
3جنوری	-	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	چھت سے کود کر	لاہور	-	ڈیلی ٹائمز
4جنوری	عمران	مرد	-		غیر شادی شدہ	پولیس کے تشدد سے تنگ آکر	نبض کاٹ کر	تھانہ شیخم، قصور	-	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5جنوری	انعم	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	حاصل پور، بہاول پور	درج	روزنامہ ڈان
5جنوری	عدنان	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	سینٹرل جیل، پشاور	درج	روزنامہ آج
5جنوری	مسکان لودھی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کود کر	خیر پور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
6جنوری	ارم	خاتون	ـ	20برس	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	ڈبحہ خانہ، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	آمنہ	خاتون	ـ	30برس	ـ	ـ	زہر خورانی	کوٹ قطب، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	اقرا بی بی	خاتون	ـ	18برس	ـ	ـ	زہر خورانی	حبیب کالونی، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	شبانہ بی بی	خاتون	ـ	20برس	ـ	ـ	زہر خورانی	رشید آباد، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	جاوید احمد	مرد	ـ	25برس	ـ	ـ	زہر خورانی	سلطان پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	محمد آصف	مرد	ـ	32برس	ـ	ـ	زہر خورانی	لیاقت پور، رحیم یار خان	ـ	روزنامہ دنیا
6جنوری	قدیر	مرد	ـ	24برس	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خود کو جلا کر	نیو ٹاؤن، راولپنڈی	ـ	روزنامہ دنیا
8جنوری	ساجد	مرد	ـ	25برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	اڈا فرید کوٹ، پاکپتن	ـ	روزنامہ ایکسپریس
10جنوری	ک	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع بمباں والا، حافظ آباد	ـ	روزنامہ دنیا
10جنوری	خالدہ عمرانی	خاتون	ـ	32برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بھان سعید آباد، ٹنڈو آدم	ـ	روزنامہ کاوش
10جنوری	محسن	مرد	ـ	35برس		ـ	خود کو جلا کر	گاؤں طورنوال، مرالہ، سیالکوٹ	ـ	روزنامہ دنیا
11جنوری	علی حسن جمالی	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ گڑھی حسن سرکی ٹھل، جیکب آباد	ـ	روزنامہ کاوش
12جنوری	لال خاتوں بروہی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	گوٹھ داد محمد بروہی، مدیجی، شکارپور	ـ	روزنامہ کاوش
13جنوری	شاہجہان مغیری	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	خود کو گولی مار کر	نواب شاہ	ـ	روزنامہ کاوش
15جنوری	فرحانہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ وارث گھیر، خیر پور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
15جنوری	صدام	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	زہر خورانی	گاؤں 93/10 آر، خانیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
20جنوری	عبدالرزاق	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سیتا روڈ، لاڑکانہ		روزنامہ کاوش
21جنوری	ذوالفقار سولنگی	مرد	ـ	26برس	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	ـ	راون، ضلع دادو	ـ	روزنامہ کاوش
26جنوری	محمد عبداللہ	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	گاؤں 19 کے بی، پاکپتن	ـ	روزنامہ ایکسپریس
26جنوری	صدف	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چناب نگر	ـ	روزنامہ نئی بات
27جنوری	ـ	مرد		22برس	ـ	ـ	دریا میں کود کر	ضلع جامشورو	ـ	روزنامہ کاوش
28جنوری	حضوراں ملاح	خاتون		35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ ممتاز ملاح، خیر پور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
30جنوری	ـ	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 109 ای بی پاکپتن	ـ	روزنامہ نیوز
30جنوری	ڈیلی ماڑیچو	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ حسن کمبوہ، خیر پور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
یکم فروری	محسن	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	گلا کاٹ کر	موضع کھرولیاں، ڈسکہ	ـ	روزنامہ خبریں
یکم فروری	ع	خاتون		17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چنڈالی، کاموںکے	ـ	روزنامہ نوائے وقت
4فروری	حاکم علی	مرد		22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	تنگوانی، شکارپور	ـ	روزنامہ کاوش
4فروری	رفعت	خاتون		ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ڈسکہ	ـ	روزنامہ نئی بات
5فروری	ـ	خاتون		ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	بازو کی نس کاٹ کر	اڈہ شہیل، ساہیوال	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6فروری	نادیہ	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	عنایت پورہ بوسن، ملتان	ـ	روزنامہ دنیا
6فروری	زمان	مرد	ـ	25برس	ـ	ـ	زہر خورانی	بستی شورکوٹ، ملتان	ـ	روزنامہ دنیا
8فروری	انیلہ	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوروناتک پورہ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
8فروری	زوہیب	مرد	-	22برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چک نمبر 229 ملکوآنہ، فیصل آباد	-	روزنامہ خبریں
8فروری	کشوربی بی	خاتون	-	28برس	-	گھریلو حالات سے دلبراشتہ	زہرخورانی	علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ دنیا
8فروری	عروج فاطمہ	خاتون	-	18برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیکٹری ایریا، فیصل آباد	-	روزنامہ دنیا
8فروری	روبینہ	خاتون	-	30برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	جڑاں والا، فیصل آباد	-	روزنامہ دنیا
9فروری	عمران	مرد	-	25برس	-	-	زہرخورانی	جھگیاں لندن لعل، پاکپتن	-	ایکسپریس
12فروری	رحمان	مرد	-	-	-	تنخواہ نہ ملنے پر	-	رانپور، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
12فروری	عثمان	مرد	-	-	-	-	-	سینٹرل جیل پشاور	درج	روزنامہ آج
12فروری	عطاءاللہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کوٹلہ محسن خان، پشاور	درج	روزنامہ آج
12فروری	سلیمان	مرد	-	-	-	تنخواہ نہ ملنے پر	-	رانپور، خیرپور	-	روزنامہ کاوش
14فروری	مدثرعلی	مرد	-	-	-	-	-	ڈسکہ	-	روزنامہ ایکسپریس
14فروری	غلام نبی شاہ	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ککڑ، دادو	-	روزنامہ کاوش
14فروری	شاہدجت	مرد	-	-	شادی شدہ	بیوی سے علیحدگی پر	خنجر مارکر	ڈگری، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
14فروری	آسیہ شاہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کودکر	سکھر	-	روزنامہ کاوش
15فروری	انیلا	خاتون	-	25برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	اوڈیرلال، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
15فروری	زاہدہ	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	دولن پور، نواب شاہ	-	روزنامہ کاوش
15فروری	شہزادی	خاتون	-	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بیرانی، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
15فروری	ب	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	-	روزنامہ خبریں
15فروری	نصیب راجپر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کرونڈی، سیٹھارجہ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
15فروری	بشریٰ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع مہارشریف، چشتیاں	-	روزنامہ خبریں
16فروری	عباس خان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	تہکال پایان، پشاور	درج	روزنامہ آج
16فروری	نسرین	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سکھر	-	روزنامہ کاوش
18فروری	نصیراں	بچی	-	9برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جوہی، دادو	-	روزنامہ کاوش
19فروری	چندر	مرد	-	-	-	زمیندار کے تشدد پر	زہرخورانی	ٹنڈوغلام علی، بدین	-	روزنامہ کاوش
20فروری	ن	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کوٹلی چندرخان، ڈسکہ	-	روزنامہ خبریں
20جنوری	نعمان	مرد	-	17برس	غیرشادی شدہ	-	زہرخورانی	گوٹھ ہاشم رند، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
20جنوری	راشدعلی پنہور	مرد	-	-	-	بےروزگاری سے تنگ آکر	خودکو گولی مارکر	جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
21فروری	سعیداحمد	مرد	-	48برس	-	-	خودکو جلاکر	کوٹلی مچھرانواں، فیروزوالا	-	روزنامہ خبریں
21فروری	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دھلے، گجراں والا	-	روزنامہ خبریں
21فروری	زاہدجوگی	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	درازاشریف، گمبٹ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
24فروری	عائشہ	خاتون	-	34برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کودکر	سکھر	-	روزنامہ کاوش
24فروری	نثارخان بروہی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مدیجی، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
24فروری	رمشا	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	داتا دربار، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
24فروری	ندیم	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بلاک 8، چیچہ وطنی	-	روزنامہ ایکسپریس
24فروری	رفیق	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	سمن آباد، لاہور	-	روزنامہ جنگ

بچے

چائلڈ لیبر والے بھٹوں پر چھاپوں کا سلسلہ جاری

ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے اب تک چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کارروائی کے دوران نو بھٹوں کو سیل کر کے 22 بچے بازیاب کروائے گئے۔ اس سلسلے میں ضلع بھر میں قائم 139 بھٹوں کی انسپیکشن کی گئی۔ جو بھٹے چائلڈ لیبر کے مرتکب پائے گئے ان بھٹوں کے مالکان کے خلاف جبری مشقت کے خاتمے کے قانون 2016 کے تحت مقدمے بھی درج کروائے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن افسر عامر اعجاز اکبر نے متعلقہ افسروں کو ہدایت جاری کی رکھی ہے کہ چھاپہ مار کارروائی کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور کسی بھی بھٹہ خشت پر کم عمر بچے کی اطلاع پر بھٹہ مالک کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ ڈی سی او کی طرف سے جاری کیے گئے ہدایت نامے میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں کسی سے کوئی رعایت نہ برتی جائے۔ کم عمر بھٹہ مزدور بچوں کو قریبی سرکاری سکولوں میں داخل کرایا جائے اور ان کو مفت کتابیں، یونیفارم اور سٹیشنری فراہم کی جائے۔

(اعجاز اقبال)

نومولود بچوں کی پیدائش کے فوراً بعد ہلاکت

خیرپور خیرپور سول ہسپتال میں 6 جنوری کو صرف سات گھنٹوں کے دوران پانچ بچے پیدا ہونے کے فوری بعد فوت ہوگئے۔ اس سلسلے میں سول سرجن ڈاکٹر رمیز سلطانہ پنھور، بچوں کے سپیشلسٹ ڈاکٹر آفتاب احمد لاشاری، ڈیوٹی ڈاکٹر آصف کا کہنا تھا کہ خیرپور بہت بڑا ضلع ہے جہاں بہت سارے مریض اس ہسپتال میں آتے ہیں۔ بچوں کے زیادہ تعداد میں ہونے اور طبی سہولیات کی کمی کی وجہ سے بچے ہلاک ہوئے ہیں۔ ڈی ایچ او خیرپور ڈاکٹر نثار پھلپوٹہ کا کہنا تھا کہ ان کے پاس ماہر ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ وارڈ میں وینٹیلیٹر نہیں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ بچوں کی موت کی وجہ ان کا کم وزن وقت سے پہلے پیدائش، سانس کی تکلیف اور دیگر بیماریاں ہیں۔ پانچ بچوں کی موت کے باعث سول ہسپتال انتظامیہ نے موثر انتظامات نہیں اٹھائے جس وجہ سے 4 جنوری کو دو مزید بچے جن میں گاڑھی پل کے رہائشی آصف شیخ اور پیر گوٹھ میں نثار میمن کے بچے شامل ہیں فوت ہوگئے۔ بچوں کے ورثاء کا کہنا تھا کہ سول ہسپتال کی انتظامیہ اپنی کوتاہی چھپانے کے لیے بچوں کو مختلف بیماریاں بتا رہے ہیں۔ 7 بچوں کی ہسپتال میں فوتگی کے بعد میڈیا کے ذریعے یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ ضلع کے ہیڈ کوارٹر خیرپور میڈیکل کالج ہسپتال خیرپور میں ٹیکنیکل اسٹاف، ادویات اور دوسری سہولیات کی عدم موجودگی کی وجہ سے سول ہسپتال کے ریکارڈ کے مطابق اکتوبر 2015 میں تیس بچے، نومبر میں پچاس بچے اور دسمبر میں 47 بچے ہلاک ہوئے تھے۔ جبکہ جنوری 4 تاریخ تک سات بچے فوت ہو چکے تھے۔ اس کے بعد 12 جنوری کو نعمان آرائیں کی ڈھائی سالہ بچی بختاور اور خیرپور شہر کا چار سالہ بچہ ریحان ہلاک ہوئے۔

(عبدالمنیم ابڑو)

نومولود بچوں کے حفاظتی ٹیکے ناپید

مٹیاری ٹیاری کے سرکاری ہسپتالوں میں نومولود بچوں کے حفاظتی ٹیکے ناپید ہوگئے ہیں۔ ویکسین کی عدم دستیابی پر ہزاروں نومولود بچوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں۔ ضلع ٹیاری کے نیوسعید آباد، ہالا، بھٹ شاہ اور ٹیاری کے بڑے سرکاری ہسپتالوں میں بچوں کے حفاظتی ٹیکے بی سی جی دستیاب نہیں جس کی وجہ سے ہزاروں نومولود بچوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئیں ہیں۔ بچوں کو پیدائش کے وقت یہ ٹیکے لازمی لگائے جاتے ہیں تا کہ انہیں خطرناک بیماریوں سے بچایا جا سکے۔ ٹیکوں کی عدم دستیابی پر جب معلوم کرنے کے لیے فون کیا گیا تو انہوں نے ویکسین کی عدم دستیابی کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ مذکورہ ویکسین وفاق کی طرف سے ملتی ہے جو کافی عرصے سے نہیں دی جا رہی ہے، اس کی ذمہ داری وفاق پر عائد ہوتی ہے۔ دریں اثناء ضلع کے ہزاروں لوگ بچوں کو حفاظتی ٹیکہ لگوانے کے لیے یہ ویکسین مارکیٹ سے خرید رہے ہیں جو غیر معیاری ہوتی ہیں۔ ٹیاری ضلع کی سول سوسائٹی اور سیاسی وسماجی تنظیموں نے وفاقی حکومت اور محکمہ صحت سے مطالبہ کیا ہے کہ نومولود بچوں کے حفاظتی ٹیکے فراہم کیے جائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

کمسن بچی کو فروخت کرنے کی کوشش ناکام

جعفرآباد ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر جعفرآباد سردار مہر حان خان کو اطلاع موصول ہوئی کہ ایک نو سالہ بچی حسینہ بی بی کی 35 سالہ شخص قطب دین سے شادی کی گئی ہے جس پر ڈی پی او نے سب انسپکٹر رفیق احمد پولیس اسٹیشن ڈیرہ اللہ یار کی قیادت میں ایک پولیس ٹیم تشکیل دی جسے واقع کی تحقیقات کے لیے جائے وقوعہ باگن باب کالونی، ڈیرہ اللہ یار بھیجا گیا۔ پولیس نے جائے وقوعہ کا دورہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ جمعہ خان نے اپنی نو سالہ بیٹی حسینہ بی بی کو قطب دین کو نور خان بگٹی کے ذریعے 70 ہزار روپے میں فروخت کیا تھا۔ مولانا اسد خان کھوسہ نے گواہان گل خان سکنہ نصیب اللہ خان کھوسہ اور موسیٰ خان کی موجودگی میں نکاح پڑھوایا تھا۔ اس پر ڈی پی او نے تمام ذمہ داران کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ ملزم قطب دین، جمعہ خان، مولوی اسد خان، نوز و خان، موسیٰ خان اور گل خان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔ جبکہ مرکزی ملزمان قطب دین، جمعہ خان اور اسد خان کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ چنانچہ ڈی پی او اور ان کی ضلعی پولیس کی ٹیم نے بروقت کارروائی کرکے ایک معصوم بچی کی زندگی ضائع ہونے سے بچالی۔

(ڈسٹرکٹ پولیس دفتر، جعفرآباد)

شیر خوار بیٹے کی جان لے لی

فیصل آباد 16 فروری کو معمولی گھریلو تنازعے پر باپ نے اپنے شیر خوار بچے کو قتل کردیا۔ پولیس نے نعش قبضے میں لے کر ملزم کو گرفتار کرلیا ہے۔ تاندلیانوالہ کے نواحی علاقے چک 459 گ ب میں شاہد اپنے بھائی کی شادی اپنی سالی سے کروانا چاہتا تھا۔ بھائی کی شادی کے سلسلے میں جب اس نے اپنی بیوی راشدہ سے بات کی تو اس دوران دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑے کے دوران شاہد طیش میں آ گیا اور اس نے اپنے 22 دن کے بیٹے عبداللہ کو ٹوکے کے وار کر کے قتل کردیا۔ واقع کی اطلاع ملنے پر تاندلیانوالہ پولیس نے نعش قبضے میں لے کر ملزم کو گرفتار کرلیا ہے۔

(میاں نوید)

صحت

پانی کی فراہمی کا مطالبہ

عمرکوٹ 12 فروری کو تحصیل کنری کے چھوٹے سے شہر بستاپ میں گزشتہ ایک ماہ سے واٹر سپلائی والوں کی طرف سے پانی کی فراہمی نہ ہونے کے خلاف شہریوں نے ہڑتال کر کے ٹائروں کو آگ لگا کر سڑک بلاک کر دی جس کے باعث تین گھنٹوں تک ٹریفک کی آمدورفت معطل رہی۔ شہریوں نے انتظامیہ کے خلاف نعرے بازی کی۔ مظاہرین میں مرد، خواتین اور بچے شامل تھے۔ پولیس نے بند روڈ کھولنے کی کوشش کی تو مظاہرین نے روڈ کھولنے اور احتجاج ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر احتجاجی رہنماؤں محمد جمیل بھٹی، مجیدہ، رفیق، غلام علی اور دیگر نے کہا کہ گزشتہ ایک ماہ سے بستاپ واٹر سپلائی والوں کی بجلی کٹی ہوئی ہے جس کے باعث پانی کی فراہمی معطل ہے۔ شہریوں کی ہڑتال اور روڈ بلاک ہونے کے باعث اسسٹنٹ کمشنر کنری اعجاز ہالیپوٹو نے مظاہرین کے پاس پہنچ کر ان سے مذاکرات کیے اور واپڈا کے متعلقہ اہلکاروں سے رابطہ کیا۔ واپڈا کا کہنا تھا کہ بستاپ واٹر سپلائی والوں پر تین لاکھ روپے کا بل واجب الادا ہے۔ بل کی ادائیگی نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے ان کی بجلی منقطع کی گئی ہے۔ (اوکھو منروپ)

ویکسین عدم دستیاب، بچوں کو ٹی بی کا خطرہ

اسلام آباد پنجاب حکومت نے وفاقی وزارت صحت کو تحریری طور پر آگاہ کیا ہے کہ 2 ماہ سے انسداد ٹی بی ویکسین کی عدم فراہمی کے باعث بچوں میں ٹی بی (ٹیوبرکلوسس) یا تپ دق کا مرض بڑھنے کا خطرہ موجود ہے۔ وفاق کو اس حوالے سے بھی مطلع کیا گیا ہے کہ بی سی جی سرنجز بھی درکار ہیں جو وفاق کے حفاظتی ٹیکوں کے پروگرام (ای پی آئی) کی جانب سے ایک سال سے فراہم نہیں کی گئیں۔ وفاقی وزارت صحت کے سیکریٹری ایوب شیخ نے ڈان کو بتایا کہ سرنجز حال ہی میں خریدی گئی ہیں اور ایک ہفتے میں صوبوں کو فراہم کر دی جائیں گی، قبل ازیں لیبارٹری میں ان کے معیار کی جانچ کی جا رہی تھی، تاہم انہوں نے بی سی جی ویکسین کی کمی کی تردید کر دی۔ بی سی جی ویکسین تپ دق کے مرض کے انسداد کے لیے لازمی قرار دی جاتی ہے اور اُن ممالک میں جہاں ٹی بی کا مرض عام ہے وہاں بچوں کو پیدائش کے فوری بعد یہ ویکسین لگانے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ پنجاب ڈسٹرکٹ ہیلتھ سروسز کی جانب سے لکھے گئے خط میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ صوبے کو دسمبر 2015 اور جنوری 2016 میں دو ماہ بی سی جی ویکسین کا مقررہ کوٹہ نہیں ملا۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ اعلیٰ حکام نے اس صورتحال کا سخت نوٹس لیا ہے کیونکہ صوبے میں ویکسین کا اسٹاک ختم ہو چکا ہے ایسے میں بچے ٹی بی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ بی سی جی ویکسین دینے کے لیے درکار سرنجز بھی گزشتہ ایک سال سے ای پی آئی کی جانب سے فراہم نہیں کی گئیں، لہٰذا فوری طور پر یہ ویکسین اور سرنجز فراہم کی جائیں۔ وفاقی وزارت صحت کے ایک اعلیٰ افسر کا کہنا تھا کہ پنجاب کے ہسپتالوں میں ویکسین کی قلت کا سامنا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہر ماہ تقریباً 6 لاکھ ویکسین فراہم کی جاتی ہیں اور کسی بھی وجہ سے تاخیر کی صورت میں بچوں کو مرض لاحق ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، دیگر صوبوں کو بھی ایسی ہی صورتحال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وفاقی وزارت کو فوری طور پر اس حوالے سے اقدامات کی ضرورت ہے۔ دوسری جانب وفاقی وزارت صحت کے سیکریٹری ایوب شیخ کا کہنا تھا کہ بی سی جی ویکسین عالمی سطح پر عدم دستیاب ہے، تاہم پاکستان کے پاس مناسب اسٹاک موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزارت کے پاس موجود اعداد و شمار کے مطابق پنجاب میں ویکسین کی کمی کا سامنا نہیں ہے بہرحال اس معاملے کو حل کر لیا جائے گا۔ سرنجز کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ بی سی جی سرنجز کی خریداری کے مراحل طے ہو چکے ہیں، تاہم لیبارٹری میں انھیں ٹیسٹ کیا جا رہا ہے اور رپورٹ آتے ہی یہ صوبوں کو ارسال کر دی جائیں گی۔ ایوب شیخ کا کہنا تھا کہ وفاقی وزارت مقامی سطح پر ویکسین اور سرنجز کی خریداری کے مقابلے میں یونیسف سے خریداری کو ترجیح دیتی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

ہسپتال میں ڈاکٹر کی تعیناتی کا مطالبہ

عمرکوٹ 11 فروری کو عمرکوٹ کے علاقے نیو چھور کے رہائشیوں نے نیو چھور شہر میں قائم سرکاری مرکز صحت میں ڈاکٹر نہ ہونے کے خلاف مریضوں کے ہمراہ احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر مظاہرین نے کہا کہ گزشتہ تقریباً دو ماہ سے نیو چھور شہر کے سرکاری مرکز صحت میں ڈاکٹر مقرر نہیں ہیں۔ ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے علاقے کے بیمار افراد اپنی بیماریوں کا علاج کرانے کے لیے بہت پریشان ہیں۔ ان کو علاج کے لیے مجبوری میں پرائیویٹ کلینک یا دور دراز سرکاری مرکز صحت جانا پڑتا ہے۔ علاقے کے مکینوں نے مطالبہ کیا کہ ڈاکٹر کی تعیناتی جلد از جلد عمل میں لائی جائے۔

(اوکھو منروپ)

پانی کی عدم فراہمی کا مسئلہ

خیرپور میرس خیرپور شہر کے اکثر علاقوں بابو شاہ، محمد کالونی، سٹاف کوارٹر غریب آباد، کھجور منڈی، پولیس لائین اور ڈبر محلّہ میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی معطلی کا سلسلہ جاری ہے جس کے بعد مذکورہ علاقوں میں پینے کے پانی کی شدید قلت ہوگئی ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ دور دراز علاقے سے پانی بھر کر لا رہے ہیں۔ شہریوں کا کہنا تھا کہ اگر ان کا یہ مسئلہ حل نہیں ہوا تو وہ ضلعی انتظامیہ، میونسپل کمیٹی اور نساسک کی انتظامیہ کے خلاف تحریک چلائیں گے۔ جبکہ ضلعی انتظامیہ کا کہنا تھا کہ کچھ علاقوں میں پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے ڈی سی او خیرپور کے حکم پر وہاں فائر بریگیڈ کے ذریعے پانی پہنچایا جا رہا ہے۔

(نامہ نگار)

پینے کے صاف پانی کی فراہمی کا مطالبہ

نوشکی شہر کے وسط میں واقع امین الدین روڈ محلّہ دولت آباد اور ہندو محلّہ کے مکین مضرِ صحت پانی پینے پر مجبور ہیں۔ پائپ لائن ٹوٹنے کی وجہ سے سیوریج کا گندا پانی پائپ لائنوں میں آ رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ گزشتہ چار سالوں سے جاری ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ اور بالخصوص بچے پیٹ اور دیگر امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں علاقے کے مکینوں نے انتظامیہ کو کئی بار آگاہ کیا لیکن صورتحال بدستور جوں کی توں ہے۔ اگر متعلقہ حکام نے فوری توجہ نہیں دی تو خطرناک امراض وبائی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ علاقہ کے باشندوں نے اعلیٰ حکام سے صورتحال کی بہتری اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق شہریوں کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی کا مطالبہ کیا ہے۔

(محمد سعید)

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہدحق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 جنوری سے 24 فروری تک 9 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 5 خواتین اور ایک مرد شامل ہے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
یکم فروری	چھتی	خاتون	30 برس	بیوہ	محمد بخش جھکرانی	بندوق	بھائی	گوٹھ داد پور ضلع جیکب آباد	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش اخبار
8 فروری	مول	خاتون	20 برس	شادی شدہ	منان چانڈیو	بندوق	شوہر	گوٹھ میرل چانڈیو ضلع قمبر	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش اخبار
8 فروری	رفیعہ	خاتون	۔	شادی شدہ	منان چانڈیو	بندوق	بہو	گوٹھ میرل چانڈیو ضلع قمبر	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش اخبار
8 فروری	قائم چانڈیو	مرد	۔	شادی شدہ	منان چانڈیو	بندوق	کزن	گوٹھ میرل چانڈیو ضلع قمبر	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش اخبار
18 فروری	شریفاں سہتو	خاتون	16 برس	۔	علی حسن سہتو	بندوق	رشتیدار	گوٹھ مالھی خان ضلع خیر پور	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش اخبار
20 فروری	جنت شر	خاتون	۔	۔	واحید بخش	۔	رشتیدار	ضلع شکار پور	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش اخبار

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 جنوری سے 16 فروری تک 57 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 36 خواتین شامل ہیں۔ 26 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 7 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
25 جنوری	۔	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	اویس، ساتھی	اہل علاقہ	تھانہ سول لائن، لاہور	درج	ایک گرفتار	روزنامہ نیوز
☆25 جنوری	ع	خاتون	۔	۔	معراج، ساتھی	اہل علاقہ	بشیر آباد، پنو عاقل، سکھر	درج	۔	روزنامہ کاوش
26 جنوری	ب	خاتون	۔	شادی شدہ	بابر، ساجد، اسامہ، سہیل	اہل علاقہ	محلّہ سیویاں والا، حافظ آباد	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
26 جنوری	۔	مرد	14 برس	غیر شادی شدہ	شاہ زیب، بنارس، اشفاق	اہل علاقہ	شنکیاری، مانسہرہ	درج	۔	ایکسپریس ٹریبیون
28 جنوری	طیب	بچہ	9 برس	غیر شادی شدہ	اللہ وسایا	اہل علاقہ	گاؤں ڈھلون، قصور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
28 جنوری	سحر	بچی	9 برس	غیر شادی شدہ	ابرار	اہل علاقہ	کٹھیالہ سیداں، منڈی بہاؤالدین	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
28 جنوری	ک	خاتون	۔	شادی شدہ	رحمان اسلم، ساتھی	اہل علاقہ	چک نمبر 258 گ ب، ٹوبہ ٹیک سنگھ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
30 جنوری	ش	خاتون	۔	۔	اصغر	اہل علاقہ	لاہور روڈ، جڑاں والا	۔	۔	روزنامہ خبریں
30 جنوری	م	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	سفیان، ساتھی	اہل علاقہ	گاؤں لکھنوال خورد، جلالپور جٹاں	۔	۔	روزنامہ خبریں
31 جنوری	ب	خاتون	۔	شادی شدہ	مٹھو، اکبر، رشید، جاوید	اہل علاقہ	موضع لنڈی پتافی، جتوئی	۔	۔	روزنامہ خبریں
31 جنوری	علی	بچہ	7 برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	کاہنہ، لاہور	درج	۔	روزنامہ خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار /نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن /اخبار
31 جنوری	ـ	بچی	5 برس	غیر شادی شدہ	شیر ولی	اہل علاقہ	یکہ توت، پشاور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	الف	خاتون	ـ	ـ	ماجد	اہل علاقہ	رینالہ خورد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	ـ	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	علی رضا	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	مدثر، سلطان	اہل علاقہ	محلّہ نذر نیاز، منصور آباد، فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	سلطان	بچہ	13 برس	غیر شادی شدہ	احمد، شاز شاہ، لقمان	اہل علاقہ	محلّہ دار العلوم، چناب نگر	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	آکاش	مرد	14 برس	غیر شادی شدہ	احمد، شاز شاہ، لقمان	اہل علاقہ	محلّہ دار العلوم، چناب نگر	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	طلحہ	بچہ	11 برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	چک 120 جنوبی، سلانوالی، سرگودھا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31 جنوری	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	غلام محی الدین	سوتیلا بیٹا	سبزہ زار، لاہور	درج	ـ	روزنامہ جنگ
یکم فروری	خ	بچی	11 برس	غیر شادی شدہ	عبدالخالق	اہل علاقہ	پٹوار ہال، نور کوٹ روڈ، شکرگڑھ	درج	گرفتار	خبریں روزنامہ
2 فروری	ـ	بچی	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	کراچی	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3 فروری	ـ	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	اسلام پورہ، لاہور	درج	ـ	روزنامہ مشرق
3 فروری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	پاکپتن	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3 فروری	ر	خاتون	ـ	ـ	محمد احمد، شوکت	اہل علاقہ	گکھو منڈی	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3 فروری	ر	خاتون	ـ	ـ	رانا شیر، ساتھی	اہل علاقہ	پھول نگر بائی پاس	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
3 فروری	پ	خاتون	ـ	شادی شدہ	عارف، ساتھی	اہل علاقہ	گاؤں 58 ڈی، پاکپتن	ـ	ـ	روزنامہ ایکسپریس
4 فروری	ن	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	یاسین، الیاس	اہل علاقہ	گاؤں 81 ای بی، پاکپتن	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
☆4 فروری	ـ	خاتون	ـ	شادی شدہ	علی حسن، عثمان، سوائی خان مری	اہل علاقہ	عمرانی محلّہ، نوشہرو فیروز	درج	ـ	روزنامہ کاوش
4 فروری	ر	خاتون	ـ	ـ	ندیم	اہل علاقہ	گودی قمر پورہ، ہارون آباد	ـ	ـ	نوائے وقت روزنامہ
4 فروری	م	بچی	12 برس	غیر شادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	موضع جاکے چیمہ، ڈسکہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
4 فروری	ـ	مرد	ـ	ـ	بلا مسیح، شمس، عرفان، ساتھی	اہل علاقہ	تھانہ مراد، سیالکوٹ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6 فروری	دانیال	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	باغبانپورہ، لاہور	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6 فروری	قاسم	بچہ	9 برس	غیر شادی شدہ	مبشر	اہل علاقہ	نشاط کالونی، لاہور	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6 فروری	عبدالصمد	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	جواد علی	اہل علاقہ	لوہاری گیٹ، لاہور	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6فروری	ب	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	قدیر احمد، ساتھی	اہل علاقہ	کوٹ نور شاہ، فیروزوالا	-	-	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	ص	خاتون	-	غیرشادی شدہ	یعقوب، شہزاد، علی شیر	اہل علاقہ	صدیقیہ کالونی، فیروزوالا	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
6فروری	ندیم	مرد	-	غیرشادی شدہ	رضوان	اہل علاقہ	چک نمبر 16ای بی، پاکپتن	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
7فروری	نثار احمد	مرد	-	غیرشادی شدہ	حمزہ، کاشف، مقصود، ارشاد	اہل علاقہ	گلستان کالونی، چیچہ وطنی	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
7فروری	ص	خاتون	-	شادی شدہ	حماد علی	دیور	جاوید نگر، فیروزوالا	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	ح	خاتون	-	-	شہباز	اہل علاقہ	بھکھی، شیخوپورہ	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
8فروری	ع	خاتون	30برس	شادی شدہ	نصیر احمد	اہل علاقہ	چک نمبر 121 شمالی، سلانوالی	-	-	روزنامہ نوائے وقت
☆10فروری	ز	خاتون	-	غیرشادی شدہ	ریاض شیخ	باپ	گوٹھ حیات اوگاہی، غوث پور، کشمور	-	-	روزنامہ کاوش
12فروری	ش	خاتون	-	-	سمیع اللہ	اہل علاقہ	جھوک ڈتہ، بھکر	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12فروری	حسنین	بچہ	-	غیرشادی شدہ	ساجد	اہل علاقہ	374 گ ب، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12فروری	وسیم	بچہ	-	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	غلام محمد آباد، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
12فروری	ر	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	گلزار	اہل علاقہ	موضع چڑوتی، ننکانہ صاحب	درج	-	روزنامہ نوائے وقت
12فروری	الف	خاتون	-	-	اشفاق، ساتھی	اہل علاقہ	جھگیاں بھٹیاں، سانگلاہل	درج	-	روزنامہ دنیا
12فروری	-	خاتون	-	شادی شدہ	اللہ دتہ	اہل علاقہ	چک 167ای بی، پاکپتن	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
14فروری	وصی عباس	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	عبدالزمان	اہل علاقہ	موضع جھاڑیاں والا، سمبڑیال	درج	-	روزنامہ ایکسپریس
14فروری	ابتسام	بچہ	6برس	شادی شدہ	حمزہ، عمیر	اہل علاقہ	ترکھا، گجرات	درج	-	روزنامہ نئی بات
14فروری	ف	خاتون	-	شادی شدہ	علی حسین	اہل علاقہ	چک 54 گ ب، جڑاں والا	درج	گرفتار	روزنامہ خبریں
☆15فروری	مہر علی مگھیار	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	قادر بخش	اہل علاقہ	کیرتھر کینال، سکھر	درج	-	روزنامہ کاوش
15فروری	م	خاتون	25برس	-	ارشد	اہل علاقہ	کچہری پھاٹک، ننکانہ صاحب	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
15فروری	ز	خاتون	-	غیرشادی شدہ	عثمان	اہل علاقہ	راجے والا، غلام محمد آباد، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
15فروری	ف	خاتون	-	-	حسنین	اہل علاقہ	54 گ ب، فیصل آباد	-	-	روزنامہ نوائے وقت
15فروری	-	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	پشاور	درج	-	ایکسپریس ٹریبیون
☆16فروری	راشد سولنگی	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	عبدالقادر	اہل علاقہ	گیریلو، لاڑکانہ	درج	-	روزنامہ کاوش

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

ہاریوں کی بازیابی کے لیے مظاہرہ

حیدرآباد 8 فروری کو خیرپور کے رہائشیوں نے مقامی زمینداروں کے خلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں شریک موٹو بھیل نے کہا کہ زمینداروں کے پاس 181 ہاری مزدوری کرتے ہیں جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں تاہم زمیندار نے انہیں قید کر رکھا ہے اور ان سے جبری مشقت لی جارہی ہے جس کے خلاف انہوں نے متعلقہ پولیس افسران کو درخواستیں دیں مگر تاحال یہ ہاری جبری مشقت کا شکار ہیں۔ انہوں نے عدالت میں درخواست دائر کی، تاہم درخواست کی سماعت کے بعد وہ سیشن کورٹ خیرپور سے باہر نکلے تو ان پر زمیندار کے لوگوں نے حملہ کیا اور انہیں اغواء کرنے کی کوشش کی۔

(لالہ عبدالحلیم)

سڑکوں کی مرمت کا مطالبہ

بصیرپور بصیرپور شہر کی اندرونی سڑکیں ریلوے روڈ، سٹی روڈ، ٹاؤن کمیٹی روڈ، درس روڈ اور رکن پورہ روڈ بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکی ہیں۔ گزشتہ دس سالوں سے ان سڑکوں کی تعمیرومرمت پر کوئی توجہ نہیں دی گئی جس کی وجہ سے مذکورہ سڑکیں بُری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکی ہیں۔ مقامی شہریوں کو سڑکوں کی ابتر حالت کی وجہ سے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مقامی شہریوں نے ڈی سی او اوکاڑہ اور ایڈمنسٹریٹر ٹی ایم اے دیپالپور سے مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ سڑکوں کی جلد از جلد تعمیر ومرمت کے لیے اقدامات کئے جائیں۔ مقامی شہری محمد رشید نے بتایا کہ بصیربور شہر کی تمام اندرونی سڑکیں بری طرح ٹوٹ پھوٹ چکی ہیں جس کی وجہ سے ان سڑکوں سے گزرنا مشکل ہوگیا ہے۔ تاہم، ایڈمنسٹریٹر ٹی ایم اے دیپالپور امتیاز احمد نے بتایا کہ بصیرپور کی اندرونی سڑکوں کی تعمیرومرمت کے لیے فنڈز دستیاب نہیں۔

(اصغرحسین حماد)

سوئی گیس کی فراہمی کا مطالبہ

میرپور میرپور آزاد کشمیر کے سماجی کارکن، وکلاء اور صحافیوں نے ایک اجلاس منعقد کیا جس میں آزاد کشمیر میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی اور میرپور کے مسائل پر تبادلہ خیال کیا گیا جن میں سرفہرست سوئی گیس کی عدم فراہمی کا مسئلہ سامنے آیا۔ شرکاء اجلاس میں خلیل غازی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، فیاض کھوکھر ایڈووکیٹ، عابدہ پروین، ڈاکٹر سجاد، توصیف اقبال، اسد چوہدری اور دیگر افراد نے کہا کہ انتظامیہ سوئی گیس کی طرف سے گزشتہ 16 برسوں سے میرپور کے شہریوں کو سوئی گیس کی فراہمی کے دعوے کئے گئے ہیں۔ مگران پر عملدرآمد صرف اس حد تک کیا گیا ہے کہ چند شخصیات کے علاوہ پورے میرپور کی آبادی سوئی گیس سے محروم ہے۔ حکومت وقت اس مسئلے کا سنجیدگی سے نوٹس لے۔

(عابد حسین عابدی)

تجاوزات کے خاتمے کا مطالبہ

بصیرپور بصیرپور کی آبادی دو لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ شہر کی اندرونی سڑکوں پر مقامی دکانداروں نے ناجائز تجاوزات بنا رکھی ہیں جس کی وجہ سے ان سڑکوں سے گزرنے والی ٹریفک اور پیدل سفر کرنے والے شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ مقامی شہریوں نے ٹی ایم اے دیپالپور کو متعدد درخواستیں دی ہیں اور مذکورہ ناجائز تجاوزات کے خاتمہ کا مطالبہ کیا ہے۔ مذکورہ صورتحال کی وجہ سے مقامی شہری شدید تشویش کا شکار ہیں۔ مقامی شہریوں نے ایڈمنسٹریٹر ٹی ایم اے دیپالپور سے مطالبہ کیا ہے کہ بصیرپور شہر کی اندرونی سڑکوں پر موجود تجاوزات کے خاتمے کے لیے اقدامات کئے جائیں۔

(اصغرحسین حماد)

صاف پانی کی فراہمی کا مطالبہ

بصیرپور بصیرپور شہر میں شہریوں کو صاف پانی کی فراہمی کے لیے ایک واٹر سپلائی کی سکیم موجود ہے۔ اکثر اوقات پانی کی فراہمی بند رہتی ہے اور شہری کئی کئی دن پانی کی دستیابی سے محروم رہتے ہیں۔ مقامی شہریوں نے واٹر سپلائی سکیم بصیرپور کے بور کی بحالی اور واٹر سپلائی کی ریگولر فراہمی کے لیے مقامی سی او یونٹ بصیرپور انتظامیہ کو متعدد درخواستیں دی ہیں۔ مذکورہ صورتحال کی وجہ سے مقامی شہری شدید پریشانی کا شکار ہیں۔ علی اکبر نے بتایا کہ بصیرپور کی واٹر سپلائی سکیم کئی کئی دن خراب رہتی ہے جس کی وجہ سے مقامی شہریوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ سی او یونٹ بصیرپور کے چیف آفیسر تاج محمد نے بتایا کہ واٹر سپلائی سکیم کی بحالی کے لیے جلد از جلد اقدامات کئے جائیں۔

(نامہ نگار)

سفر کے الاؤنس کی ادائیگی کا مطالبہ

ٹنڈو محمد خان پیپکو اور حیسکو کے ملازمین کو جولائی 2015ء سے جنوری 2016 تک کے سفری الاؤنس نہیں دیئے جارہے جس کے باعث وہ پریشانی کا شکار ہیں۔ علاوہ ازیں، حیسکو کے ملازمین کو جب سفری الاؤنس دیا جاتا تھا تو اس سے بیس فیصد کٹوتی کی جاتی تھی جو کہ ناانصافی کے مترادف ہے۔ اعلیٰ حکام سے مطالبہ ہے کہ پیپکو اور حیسکو کے ملازمین کو سفری الاؤنس جاری کیا جائے اور اس الاؤنس کو تنخواہ میں ضم کیا جائے تاکہ اس میں سے کٹوتی نہ ہوسکے۔

(یعقوب لطیف)

جبری مشقت کے خلاف موثر قانونی سازی کرکے اس پر عملدرآمد کرایا جائے

حیدرآباد سول سوسائٹی کے رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ جبری مشقت کے خلاف موثر قانون سازی کر کے اس پر عملدرآمد کرایا جائے اور بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کمیشن بنایا جائے۔ یہ مطالبہ سماجی رہنماؤں پنہل ساریو، ذوالفقار ہالیپوٹہ، جاوید احمد، نوبہار وسان ودیگر نے پریس کلب میں کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ یورپی یونین اور پاکستان کے درمیان ایک تجارتی معاہدہ کے تحت ملک کی برآمدات بغیر کسی ٹیکس کے یورپ کے 28 ممالک میں ترسیل ہوپائے گی جس سے ملک میں معیشت اور سماجی حالات پر مثبت اثرات مرتکب ہوں گے لیکن مذکورہ معاہدے کو مشروط کر کے 27 عالمی معاہدے جن میں انسانی حقوق، ماحولیاتی تحفظ اور مزدور حقوق، بہتر حکمرانی سمیت دیگر شامل ہیں پر عمل درآمد کرنا لازمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ میں آج بھی غیرت کے نام پر قتل ہورہے ہیں اور کم عمری کی شادیوں کے خلاف قانون ہونے کے باوجود عملدرآمد نہیں کرایا جارہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مزدوروں کے حقوق کے قانون پر عملدرآمد نہیں کرایا جاتا جس کے لیے حکومت کو فوری طور پر اقدامات کرنے چاہئیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

teacher had been detained and tortured for political motives.

- On March 14, four activists of an NGO called Pakistan Human Rights Forum in Dadu were injured when police baton-charged them as they were demonstrating against a station house office (SHO) in front of the district press club. The activists filed a petition in Sindh High Court.
- In April, two students of the 9th and 10th grades were arrested by the police on charges of murder in Ghizer. They were beaten with batons for three hours every night from April 20 to April 24 and forced to confess the murder. They were in judicial lockup and their parents were afraid that registring a complaint about the torture might lead to further beating of their children.
- In May, a candidate for Tehsil Council in the upcoming local bodies elections was tortured by police and kept in illegal detention. He had visited Mangal Police Station with a villager who was charged with some offences. At the station an argument broke out between him and a police officer and he was beaten with the butt of a gun and shifted to Meer Pur Police Station. When the SHO of the police station arrived, he ordered the victim's release. The police officer who had beaten and tortured him registered a case against the victim, stating that he had interfered with police work.
- In May, a man was allegedly tortured by the SHO of Tank City Police Station city for refusing to pay a bribe. The victim claimed that the SHO had visited his store and demanded money and upon his refusal, the SHO and other policemen started beating him. The police, however, claimed that during a body search, a pistol had been found on the storeowner who had then abused policemen. An inquiry team was appointed and the SHO transferred.
- In June, a man arrested by police following a dispute with a local landowner died in custody. His family alleged that he had died due to torture. The jail authorities claimed that he had died due to heatstroke. The family was not satisfied with the claim and approached the session court to seek an order for an independent post-mortem examination.
- In June, an officer-bearer of National Party was picked up by paramilitary personnel accompanied by police when he was playing cricket at Hub Stadium in Lasbela. He was reportedly tortured and then released after two days when the matter was brought to the attention of the Balochistan chief minister.
- In July, a 70-year-old man was accused of theft and was beaten by police at the Jatial Police Station. He was beaten for half an hour after which he became unconscious and was taken to the DHQ hospital. He submitted a complaint with the superintendent of police but no action was taken.
- In August, policemen from Minapin Police Station in Gilgit Baltistan arbitrarily took into custody and beat a fruit seller named Ishaq Hussain for quarreling with a customer and for allegedly charging high rates. He was taken to the police station after an argument between him and the customer and beaten with batons, rubber pipes and belts. The fruit seller also claimed that the policemen snatched two cell phones and 200,000 rupees from him. He lost a front tooth as a result of the beating. After his release the next day, he was treated at a local hospital. The torture on him was reported in a local newspaper and he wrote an application to the deputy inspector general of police who proceeded to order an inquiry.tion. It is also important to make sure that the accusation of torture does not lead to merely a departmental inquiry but independent investigation.

The ratification of the UNCAT had come about after a sustained campaign by civil society organisation. Once the convention was ratified it was natural to expect that some benefits would accrue for the citizens. It is unfortunate that no provision of law specifically criminalises torture, or provides for compensation. It is also important to make sure that the accusation of torture does not lead to merely a departmental inquiry but independent investigation.

For all that to happen and soon, the civil society would have to continuously remind the state to live by the commitments made through ratification of UNCAT.

- In January, an employee at a fuel station was arrested and tortured by police for exceeding to their illegal demands. Earlier, on the same day, police station house officer (SHO) Jafar Hussein, Head Constable Muhammad Basheer and other policemen visited the fuel station and asked the employee to give them cash against their official permit for fuel. The fuel station employee had said that the permit was for another petrol station, which was closed at the time. When he refused to comply, the policemen took him to City Police Station where they kicked him and beat him with a wiper for 10 minutes. He was kept in detention for one hour and later, once his employers intervened, he was released and treated at District Headquarter Hospital Skardu. His employer tried to lodge a case with the special superintendent of police (SSP) who, instead of registering a case, reportedly threatened him that he would be implicated in a case. The victim left his job due to the fear of the police.

- In a case reported from Abbotabad, a 32-year-old man named Khuda Baksh was reportedly tortured in Mansehra Jail by a constable and another prisoner. In February, the victim had been arrested after being accused of giving a man a cheque that bounced. He was arrested by the Cantonment police and sent to jail. A week later, a constable at Mansehra Jail along with a prisoner beat Khuda Baksh with sticks, injuring his head and shoulders. After the beating, he bled from his head wound for almost three hours as the authorities denied him any medical attention. The prisoners inside the barrack tried to help him but the constable shifted Khuda Baksh to another barrack, where dangerous criminals were detained. These prisoners also started knocking on the barrack door and seek medical help for him. Khuda Baksh was then shifted for a third time. Around three hours later, an official washed his wounds with cotton and some liquid medicine. Once Khuda Baksh was released on February 13, although his injuries had become old, he sought medical attention and proceeded to discuss the incident with his lawyer. They filed an application with the Deputy Inspector General (DIG) police for Hazara division but no action was taken. Khuda Baksh had also been arrested and beaten up by police officers in November 2014 in connection with the same case. In November last, the victim had visited the police station for clearance of an application against him when he was asked to return the following day. Within hours police officers arrested him from a football field, claiming he had escaped from the police station. He was kicked all over his body, especially his genitals, by an assistant-sub Inspector (ASI) named Ghafoor. They then took him to the police station where his hands were cuffed behind his back while policemen started to beat him again.

- In Ghizer, in February, a man whose father had a dispute with a policeman was taken to a police station and beaten for three hours. During the torture, his arm fractured. He was released when some notable people from his village intervened. When the victim went to a medical officer he refused to give him a medical examination certificate.

- In March, Tarai police raided without warrants the house of a government schoolteacher, charged with theft, in village Meeran Patel Samejo, in Gularchi sub-district in Sindh. During the raid, the police harassed the teacher's family, beat him and took him to the police station where, according to the family a false case was lodged against him. The family said that the

UNCAT ratification: Pakistan a long way from confronting torture

Torture is a violation of human rights that has been condemned by the United Nations General Assembly as an offence to human dignity. It is also prohibited under international law as well as domestic law in many jurisdictions. Notwithstanding that, torture persists daily and across the globe.

Article 14 of the 1973 Constitution of Pakistan stipulates that "[n]o person shall be subjected to torture for the purpose of extracting evidence." Another reference to "inviolability of dignity of man" in the same legal provision is supposed to emphasise the same. Pakistan had ratified the UN Convention against Torture (UNCAT) in 2010.

The constitutional guarantee and the 2010 UNCAT ratification notwithstanding, torture remains a widespread problem in the country, especially in detention facilities. Pakistan is yet to enact a law that criminalises torture.

While more serious cases of torture are routinely covered by the media, a closer look suggests that the supposedly outlawed practice is not rare at all.

Focused monitoring by the Human Rights Commission of Pakistan in around 60 districts across six regions of the country during 2015 has highlighted at least 179 cases of torture.

Incidence of torture in selected districts in Pakistan 2015

	Jan	Feb	Mar	Apr	May	June	July	Aug	Sep	Oct	Nov	Dec	Total
Balochistan	0	0	1	0	0	1	0	0	0	0	0	0	2
Interior Sindh	1	3	6	2	7	5	11	8	9	9	16	7	84
KP	1	2	1	1	3	2	1	3	3	4	2	3	26
FATA	0	3	0	0	0	1	0	1	2	0	0	1	8
GB	6	3	5	2	3	8	5	2	3	4	6	8	55
South Punjab	0	0	1	0	0	1	0	0	1	1	0	0	4
Total	8	11	14	5	13	18	17	14	18	18	24	19	179

The data demonstrates two things even at the first glance: one, that the use of torture by police and the security agencies in not confined to any one part of the country; and, no part of the country is immune from torture. Some of the emblematic cases of torture are briefly detailed below. All of these cases occurred in the year 2015.

- In January, a businessman and leader of Karakoram National Movement (KNM), a nationalist political party in Gilgit Baltistan, was tortured by police at a roadside check point near Karakorum National University (KNU). The police personnel reportedly rudely asked the gentleman in question to stop the vehicle and park it by the roadside. He replied that he was not a criminal and there was no need to be rude. A number of policemen dragged him out of the car and beat him with the butts of their rifles and with belts. The police then shifted him to the nearest check post opposite the KNU campus and beat him for another half an hour, when he became unconscious following a blow to his head. His party's workers were informed by a witness and shifted him to a hospital for treatment. The police registered what the victim called a fake case against him, stating that he had attacked the policemen on duty at the road checkpoint. Later, he was released on bail. He submitted a complaint to the deputy inspector general of police and said that if no action was taken he would file a case in court.
- The same month, police arrested Tufail Raisani (aged 20), a resident of Jahfar Mohalla in Jacobobad, kept him at an undisclosed private location and tortured him for two days. He was reportedly returning home from a meeting of the nationalist Jeay Sindh Qaumi Mahaz (JSQM) party, of which he was a member, when the police intercepted him. After torturing him for two days, the police left him in the street in an unconscious state. The victim tried to lodge a case against the policemen involved but the police refused to cooperate.

perpetrators remained unidentified but sectarian militant outfits' involvement was suspected.

- In May, the caretaker of a Hindu temple in Naushero Feroze was beaten up by members of a land grabbers' group when he went to land owned by the temple that had recently been taken over by the land mafia.
- In June, a suicide bomber disguised as a woman attempted to enter Hazara Town, a Quetta locality overwhelmingly populated by Shia Hazaras, near Brewery Road. When he was stopped by security guards, he detonated his explosives and killed two men, including one security guard. There was no claim for responsibility but banned sectarian outfits were suspected.
- In July, the son of a prominent businessman belonging to the Hindu faith was kidnapped for ransom by unidentified assailants in Kalat. Hindu community members in the area have been frequent victims of kidnapping for ransom owing to their thriving businesses as well as the impunity enjoyed by perpetrators.
- In July, three persons belonging to the Shia faith were shot at and killed at their shop on Sirki Road in Quetta by unidentified men on a motorbike. No group claimed responsibility for the attack but involvement of banned sectarian groups was suspected.
- In July, in Tank, ten kilograms of explosives were dumped at the main gate of an Imambargah (worship place for the Shia community) along with a pamphlet with the ISIS insignia threatening the Shia community to be ready to face attacks. The police defused the explosives and a case was lodged.
- In July, in Orakzai Agency in FATA, unidentified gunmen opened fire on members of the Shia community at a funeral. Four men were killed and four injured in the attack.
- In July, members of Ahle Sunnat Wal Jamaat (ASWJ) group went to village Nabi Bux Dahri in Nawabshah and asked the Hindus there to embrace Islam or leave the village. When their Muslim landlord went to the police they refused to register a case. On July 5, men purporting to be members of a religious-political party went to a Christian food seller, beat him up, and told him to keep his shop closed during the daylight hours when people were fasting. The police did not register a case and the station house officer (SHO) said it was hard to find extremists without knowing their names.
- In August, an Ahmadi man's murder in a suspected faith-based targeted attack was reported from Dera Ghazi Khan. Ikramullah died after four unidentified armed men shot him multiple times at his pharmacy in Taunsa Sharif city on August 19. The perpetrators were riding two motorbikes and escaped after shooting the victim. The police registered a case against unidentified assailants. Around three months earlier, an Ahmadi place of worship was attacked in Taunsa Sharif and a guard stationed outside killed. The targeted killing of Ikramullah was seen as a continuation of anti-Ahmadi sentiment in the area.
- In October, in Karachi, unidentified gunmen shot and injured an Ahmadi and his two nephews when they were returning home from a worship place.
- In November, the office of Gawahi TV, a Karachi-based evangelical television channel suffered substantial damage in a fire. The channel employees called it an arson attack and said that they had been receiving threats for several months to stop the transmission. The transmission resumed a couple of days before Christmas.

The actual number of cases reported from the 60 districts is much longer, but these should suffice to facilitate an understanding of the perils faced by the religious minorities on account of their faith. There were reports of members of religious minorities, including Hindus, Christians, and Ahmadis migrating to other countries owing to fear of faith-based violence. In these circumstances, what is needed is a comprehensive plan of action and concrete approach to improve the state of religious minorities in the country. It is high time the state takes strict notice of all violations of fundamental rights of citizens regardless of which faith they belong to.

- In January, individuals with influence at the local level threatened the local Meghwar Kolhi community of Hindus, demanding they vacate some land in village Pir Sakhi Shah near New Dumbalo in Badin. The land had been provided to the residents by the Board of Revenue for residential purposes and over the year its value had increased significantly. Three persons were accused of threatening the community. The police and local civil society intervened to confront the three men and to reassure the threatened community.
- In January, at least 61 people lost their lives and 50 were injured in a bomb attack on an Imambargah near Lakhi Gate in Shikarpur, Sindh. The attack came when worshippers were offering Friday prayers. The roof of the worship place caved in after the explosion, burying many of the worshippers under the rubble.
- In the same month, a man who belonged to the Shia faith, was killed in a targeted attack by two unidentified motorcyclists in a market in Dera Ismail Khan. The murder was believed to have sectarian motives.
- In January, members of the Shia community playing volleyball in Husain Garhi village in Orakzai were targeted in a bombing. Three men were killed and eight injured in the explosion. The villagers alleged that the bomb had been planted by the Taliban.
- In February, a man who belonged to the Shia community was beaten up by unidentified men in Jacobabad. They told him not to hold religious meetings in the future. The victim did not go to the police.
- In March, two attacks on members of the Hindu community were reported from Umerkot. Seven Hindu men and six women of village Ahsan Bhurghari were attacked and injured by four men allegedly working for their landlord for lodging a petition with the sessions court to seek the release of labourers in debt bondage in their village. The four men attacked the victims' houses with rods and batons around midnight. The landlord responded by lodging a case against the farmers. On March 6, six men belonging to the Machhi Muslim community targeted the Hindu Bheels of village Bandi Machhi by attacking them with rods and axes, leaving one person dead and four injured. The attackers also damaged their homes with rods and guns, set fire to their property and warned them to leave the village by the following day. One of the victims said the attack was aimed at grabbing the land where the Hindus had been living for centuries. Police did not register a case and influential local politicians tried to persuade the Bheels to compromise with the perpetrators.
- In April, unidentified gunmen killed two Hazara men and injured another by firing on an Iran-bound bus carrying Shia pilgrims to Taftan, a town on the border with Iran. The bus was attacked at Chandni Chowk in Satellite Town locality of Quetta. The attackers escaped. No group claimed responsibility but such attacks have previously been owned by banned sectarian groups, such as Lashkar-e-Jhangvi.
- In May, unidentified assailants, suspected to be affiliated with Lashkar-e-Jhangvi, targeted members of the Shia Hazara community on Samandar Khan Road in Quetta. One man was killed while five others, including a police constable, were injured. On May 25, four people, three of them belonging to the Shia Hazara community, were killed and eight others, two women among them, suffered injuries in three separate incidents of firing in the city. The Shia Hazara community held a protest and observed a strike against the attacks. On May 27, unidentified gunmen on foot shot and killed two Hazara Shias and injured another at a cloth merchant's shop near Meezan Chowk.
- In May, a local landowner grabbed some land being used by the Hindu community as a graveyard in Badin. He demolished and desecrated more than 300 graves. An FIR was registered against him but the community complained that the police were allegedly protecting the land mafia.
- In May, four members of the Shia community were shot at as they left the Imambargah in Hayatabad area of Peshawar. Two of the victims were killed while two were injured. The

Confronting faith-based violence: rhetoric is not a strategy

Despite repeated promises by those in authority to safeguard the rights and the lives of religious minorities in Pakistan, faith-based violence and discrimination remain prevalent in many parts of the country. The perpetrators of violence against them often enjoy impunity.

While faith-based violence had been reported in Pakistan earlier too, its magnitude and ferocity has intensified over the last two decades. Even a cursory glance at recent statistics shows that although the nature of violence has varied geographically, no region has been completely immune to the aforementioned phenomenon. Places with a history of religious tolerance based on pacifist Sufi traditions and renowned for inter-faith harmony are increasingly faced with cases of violence and discrimination.

The year 2015 witnessed several cases of horrific faith-based violence. These included the unfortunate incident at Youhanabad, Lahore, in March when two suicide bombers attacked two churches to target worshippers attending Sunday mass. As many as 17 people were killed and more than 70 injured. Later, a faction of the banned Tehrik-e-Taliban claimed responsibility for the bombings. In November, in Jhelum district of Punjab, a mob burnt a chip-making factory owned by an Ahmadi after someone apparently went to a cleric and claimed that pages of Holy Quran had been thrown in the factory furnace. This was followed by provocative announcements on mosque loudspeakers that led to the formation of a violent mob, which plundered the factory before setting it on fire. Following the incident, a mob broke through a police cordon established to protect an Ahmadi place of worship in Jhelum and torched it.

The Safoora bus carnage in May 2015 in Karachi was another prominent incident of faith-based violence. Around eight gunmen attacked a bus travelling in Safoora Goth and killed as many as 46 people, all belonging to the Ismaili Shia Muslim minority. These incidents received much coverage in the national media.

More focused monitoring by Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) monitors in around 60 districts across six regions of Pakistan highlighted other cases of religious violence some of which slipped under the radar.

Attacks on religious minorities in 2015 (selected districts)

Some of the attacks on religious minorities representative of the trends in the six regions (South Punjab, Gilgit Baltistan, , FATA, Interior Sindh and selected districts of Balochistan and Khyber Pakhtunkhwa) during the course of last year demonstrate that faith-based violence is prevalent across the various regions of the country.

Some of the incidents of faith-based violence and intimidation are briefly detailed below. All of the cases below occurred in the year 2015.

Attacks on religious minorities in selected districts - 2015

Region	Jan	Feb	Mar	Apr	May	Jun	Jul	Aug	Sep	Oct	Nov	Dec	Total
Balochistan	0	2	0	1	3	0	3	1	0	1	0	0	11
Interior Sindh	2	1	2	0	2	0	3	0	3	4	1	1	19
KP	1	1	0	0	1	0	1	0	0	0	0	1	5
South Punjab	0	0	0	0	0	0	0	1	0	0	0	0	1
FATA	1	0	0	0	0	0	1	0	0	0	0	1	3
Gilgit Baltistan	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
Total	4	4	2	1	6	0	8	2	3	5	1	3	39

Unfortunately, however, women's presence in key legislative/parliamentary positions falls well below the low percentage of their representation in parliament. Among the parliamentary secretaries, there are three women and 17 men. Of the 32 standing committees of the National Assembly, women lawmakers head not a single one. In the Senate, two standing committees are headed by women, compared to 28 committees where men are the chairpersons.

The disparity for women starts even before the parliament comes together. Whereas thousands upon thousands of men had contested elections on the general seats in the 2013 elections to the National Assembly (NA), only 135 women contested NA election on general seats. Out of these 61 women contested election on party tickets. The situation is not very different when it comes to the provincial legislatures. This state of affairs in not a coincidence and the onus is on the political parties to explain why they have not played a greater role in ensuring gender parity in awarding tickets to parliament.

International Women's Day conference resolution

The conference called upon all branches of the state, to ensure due representation for women in positions of power in the public institutions and arena. The conference concluded with the participants adopting the following resolution:

Recalling that the Constitution of Pakistan, 1973, prohibits any discrimination on the basis of sex;

Reiterating Pakistan's obligations under international treaties including CEDAW to ensure women's equal access to and full participation in power structures and increase women's capacity to participate in decision-making and leadership roles;

Noting with concern the dismal proportion of women's representation, in positions of power and leadership in the legal profession, in governance and in parliament, which is among the lowest in the world;

Acknowledging that the representation of women in positions of power reflects institutional, structural and attitudinal barriers, which needs to be urgently addressed;

Affirming that the empowerment and autonomy of women and the improvement of women's participation in public life is essential for the fulfillment of equality, social justice, human rights, and democracy; and

Admiring women's courage and tenacity to defy gender stereotypes and structural barriers to progress in their professional lives despite growing intolerance and insecurity in society.

Urge all branches of the State to:

- Establish gender balance in government bodies and committees, as well as in public administrative entities, and in the judiciary, including, inter alia, setting specific targets and implementing measures to substantially increase the number of women with a view to achieving equal representation of women and men, if necessary through affirmative action, irrespective of their social, economic, ethnic or religious backgrounds.
- Put in place transparent criteria for appointment to decision-making positions and ensure that the selecting bodies have a gender-balanced composition.
- Develop mechanisms and training opportunities to facilitate and encourage women to participate in the legal profession, the electoral process, political activities and other key areas of public life.
- Provide gender-sensitive training for women and men to promote non-discriminatory working relationships and accommodate women's special needs, wherever required, for them to carry out their professional responsibilities.
- Ensure that there are adequate codes of conduct and disciplinary mechanisms to effectively prevent and provide redress against sexual intimidation and harassment.
- Monitor and evaluate progress in the representation of women through the regular collection, analysis and dissemination of quantitative and qualitative data at all levels in various decision-making positions in the public and private sectors.
- Provide a level-playing field to women by confronting gender stereotypes and taking steps to eliminate violence and discrimination against women that have barred them from important leadership roles.

Urges political parties to:

- Examine party structures and procedures to remove all barriers that directly or indirectly discriminate against the participation of women in the electoral process, including through amendments to the Political Parties Act, 1962, and the Representation of People's Act, 1976.
- Incorporate gender issues in their manifestos, taking measures to ensure that women are enabled to participate in the leadership of political parties.

Urges civil society organizations to:

- Continue their efforts to engage with all stakeholders to reduce discrimination, prejudices and structural barriers that prevent women from realizing their potential as equal citizens.

Judiciary and the legal profession
Women are under-represented in Pakistan's legal profession, particularly in the superior judiciary. No more than 6% of high court judges in the country are women, and to date, no woman has been appointed as a judge of the Supreme Court or as chief justice of any of the high courts. Women also remain under-represented in positions of status and influence in others fields of the legal profession, including offices of bar associations and the office of the attorney general. Since 1947, there has been only one female president of the Supreme Court Bar Association. These numbers are the lowest in the region, if not the world over.

Governance
The under-representation of women is no less stark in all areas of governance in Pakistan, especially at the somewhat senior or top levels. In the federal cabinet there are only two women members, compared to 27 men. In the provinces also, women form only 6% of cabinet members: only four ministers out of a total of 64 across all provinces are women. None of the provincial chief ministers or governors is a woman.

This state of affair is not limited to elected or political office but extends to senior positions in the administration and bureaucracy. Women head only seven out of Pakistan's 111 foreign missions. Since the country's creation, only one woman had ever served as governor of the State Bank of Pakistan.

Chief Election Commissioners (since 1956)

Women	Men	Total
0	17	17

Ombudspersons	Women	Men
Federal	0	1
Balochistan	0	1
Khyber Pakhtunkhwa	0	1
Punjab	0	1
Sindh	0	1
Total	0	5

Out of five public banks (National Bank of Pakistan, Bank of Khyber, Bank of Punjab, First Women's Bank and Sindh Bank), only one (First Women's Bank) is headed by a woman. Out of 71 public universities, only six have women vice-chancellors. Out of these, four headed women-only universities.

A woman has never been Pakistan's chief election commissioner and there are no female members of the election commission. There is not a single woman among Pakistan's federal and four provincial ombudspersons.

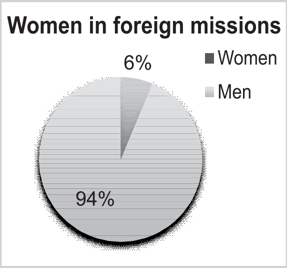

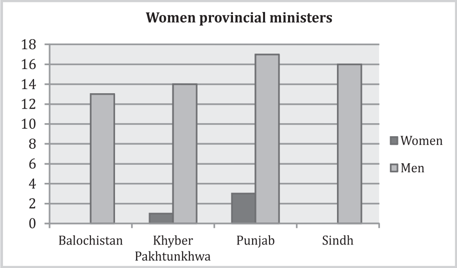

The 'near-complete exclusion' of women from top governance positions not merely amounts to denying women important public offices but also demonstrates lack of effective measures to bring parity of representation there.

Parliament and political parties
Although the ratio of women's representation in the national and provincial legislature is somewhat better than in the high-ranking positions in judiciary and governance, that is largely the case because of reserved seats for women.

In the 342-strong National Assembly, there are only 70 women lawmakers. Out of these, only nine have become MNAs after contesting election on a general seat. All the rest have been nominated on reserved seats. In the 100-member Senate, there are currently only 19 women lawmakers.

Women lawmakers' contribution in terms of legislative output is proportionately far greater than their numerical strength in parliament.
The extent of women's representation in parliament is an issue beyond mere statistics. Besides women lawmakers' invaluable contribution in legislation, parity in representation would also send the message that even if women are marginalised and discriminated against in society, they are not marginalised when it comes to the legislature.

Women in public life: Breaking the barriers

Women constitute a little more than half the population of the country but continue to experience significant discrimination related to their participation in public and political life in most domains of the public sphere.

The reasons for the under-representation of women in power and decision-making are multifaceted and complex, and stem from economic, social and cultural issues, as well as from negative stereotypes about women and entrenched gender roles.

Women's participation in public life is important for a number of reasons. It upholds fundamental notions of equality, social justice, human rights, and democracy. It also expands the range of perspectives that are brought to bear in legislative, budgetary, judicial and policy-making processes.

Article 25 of the Constitution guarantees equality between men and women and states that “there shall be no discrimination on the basis of sex”. The UN Convention on the Elimination of Discrimination Against Women (CEDAW), which Pakistan ratified in 1996, prohibits discrimination against women that limits the full exercise of women's right to participate in public and political life. Article 7 is particularly relevant to the rights of women in the field of political participation, including their right to be elected to public office, to fully participate in the public functions and service in their countries. This right should be read in combination with Article 8, which provides that States must ensure that women can have the opportunity to represent their governments at the international level, and to participate in the work of international organizations free from any form of discrimination.

Beyond CEDAW, the Beijing Platform for Action has been an active mechanism for the promotion of women in power and decision-making positions. The Fourth World Conference on Women, held in Beijing in 1995, drew attention to the persisting inequality between men and women in public life and political decision-making, and encouraged states to take measures to ensure women's equal access to and full participation in power structures and increase women's capacity to participate in decision-making and leadership.

While at the international level, there is increasing consensus about the obligations of States to address the barriers to women's full and active participation in the public sphere, at the domestic level, there is still progress to be made in advancing women's equality in this domain in many states, including Pakistan.

On March 7, the Human Rights Commission of Pakistan is (HRCP) held a conference to celebrate International Women's Day. The conference was an endeavor to reflect on the role and say of women in important public spheres in the context of state's human rights obligations under constitutional and international treaty.

HRCP's observance of the day focused on the representation of women in key public spheres: legal profession, governance, parliament and political parties.

The conference brings together women already active in public life and national experts including academics, politicians, activists, and media personnel to highlight under-representation of women in public life and steps that must be taken to ensure that greater numbers of women were elected and nominated to political, administrative and judicial offices in Pakistan.

The conference was envisaged as a forward-looking open dialogue across party lines, with the aim of reaching a consensus on overcoming barriers to women's effective and proportionate participation in public life.

Assessing parity

Even a cursory glance at key positions in the public sphere indicates the disparities between genders to the detriment of the female gender. The conference was attended by prominent speakers from diverse backgrounds, including Asma Jahangir, I.A. Rehman, Zafarullah Khan, Sarkar Abbas, Afrasiab Khattak, Fauzia Saeed, Farzana Bari and Bushra Gohar. The conference participants dwelled at length on the state of women representation in important spheres, particularly the following.

AVAILABLE

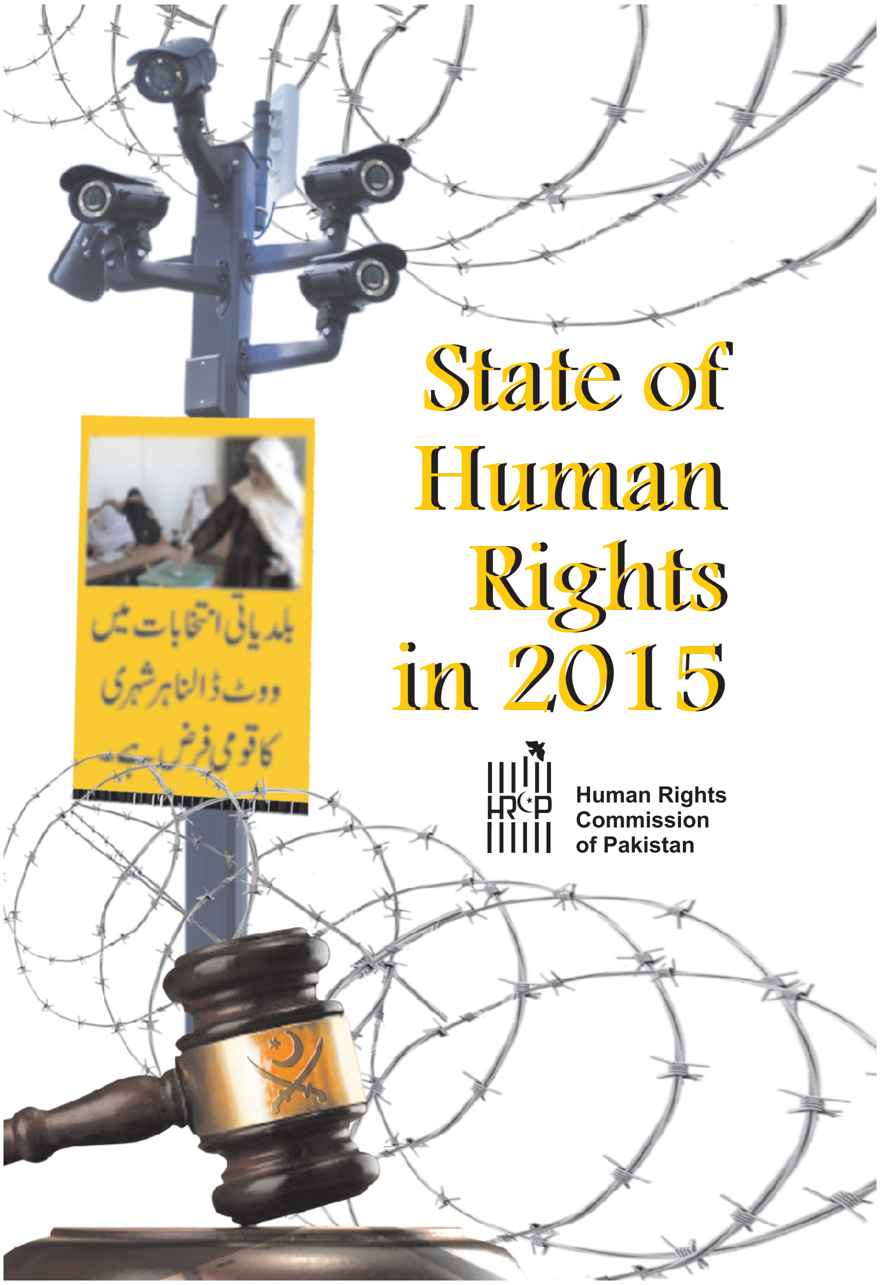

The report can be accessed at:
http://hrcp-web.org/hrcpweb/hrcp-annual-report-2015/
For hard copies, contact HRCP offices.

پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتِ حال 2015
اردو میں بھی رپورٹ اسی ماہ شائع ہو جائے گی۔

For details: 042-35864994, 35865969, 35838341

Lahore massacre:

How many setbacks before lessons are learned?

The Taliban attack on Army Public School in Peshawar in December 24 had persuaded most Pakistanis, if further persuasion was needed, that the country would not know peace until it confronted and defeated extremist militant groups.

Out of the APS massacre came a somewhat more unified resolve to devise a strategy to take the fight to those behind the murderous mayhem. That took the form of the 20-point National Action Plan, a much touted counter-terrorism strategy.

Fifteen months down the road, a devastating attack in Gulshan-e-Iqbal Pak in Lahore, that had claimed 76 lives until March 30, has shown that whatever counter-terrorism measures have been adopted under NAP have not managed to subdue the blood-letting by the militant extremists.

While condemning the Gulshan-e-Iqbal Park blast, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) has expressed grave concern over the militants' ability to launch devastating attacks despite the ongoing crackdown.

In a statement released to the media, the Commission has said: "Our hearts go out to the families who lost loved ones in the massacre at Gulshan-e-Iqbal Park on Sunday. Many of the victims were children, who fell prey to a suicide bomber who chose to detonate his explosives near the park's play area."

HRCP said that the "purported claim of responsibility [from a Taliban faction] apparently included a statement that the militants had 'arrived in Punjab'. That arrival might neither be quite so recent nor surprise a lot of people. The Gulshan-e-Iqbal attack should be an eye-opener for those running the country's security policy as it demonstrates that despite a rather sustained crackdown, the militants retain the ability to carry out devastating attacks."

While stating that it claimed no expertise on matters of security or intelligence, HRCP said that it was easy to agree that an utter lack of security, even on Easter Sunday, had played into the hands of those who had "infinite thirst for blood". The Commission particularly lamented the fact that once again terrorists had been able to target the nation's children, as the bomb in Gulshan-e-Iqbal had targeted the children's play area.

HRCP noted that it was "in this respect that the citizens' frustration and condemnation of authorities who are quick to offer condolences but slow to take real steps to improve security must be understood".

HRCP also expressed alarm over a violent crowd arriving unhindered in the federal capital from Rawalpindi and staging a sit-in in a high security zone near parliament. It said: "Equally reprehensible are the riots near parliament by supporters of Mumtaz Qadri, a former Punjab police guard hanged last month for assassinating Punjab governor Salman Taseer… It is surprising that such a large and violent crowd easily managed to reach the federal capital from Rawalpindi. It is a matter of inquiry whether that was made possible because of any supporters among the ranks of the police tasked with stopping the protesters, or plain incompetence of the administration."

HRCP urges the government to immediately take stock of the elements lacking in the strategy to fight terrorism and extremism that made the appalling attack in Lahore and the frenzied charge on Islamabad possible. A thorough assessment is vital to thwart all efforts aimed at bringing the state to its knees through mindless violence and massacre of innocent citizens.

Human Rights Commission of Pakistan جہدحق Monthly **JEHD-E-HAQ**

Monthly JEHD-E-HAQ - April 2016 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 23.....شمارہ نمبر 04 ...اپریل2016..... قیمت 5روپے

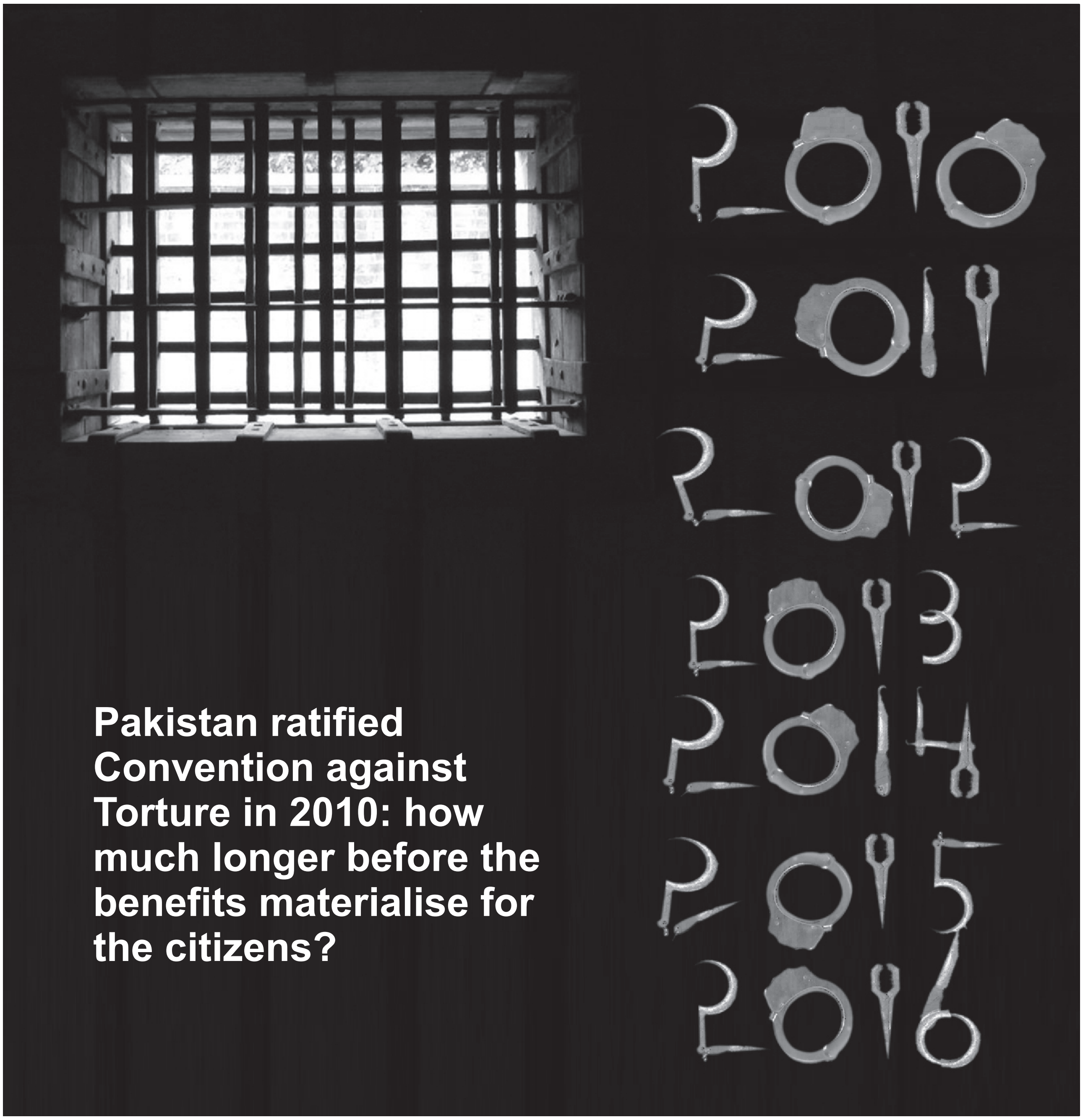

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور

فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582

ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org

پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15